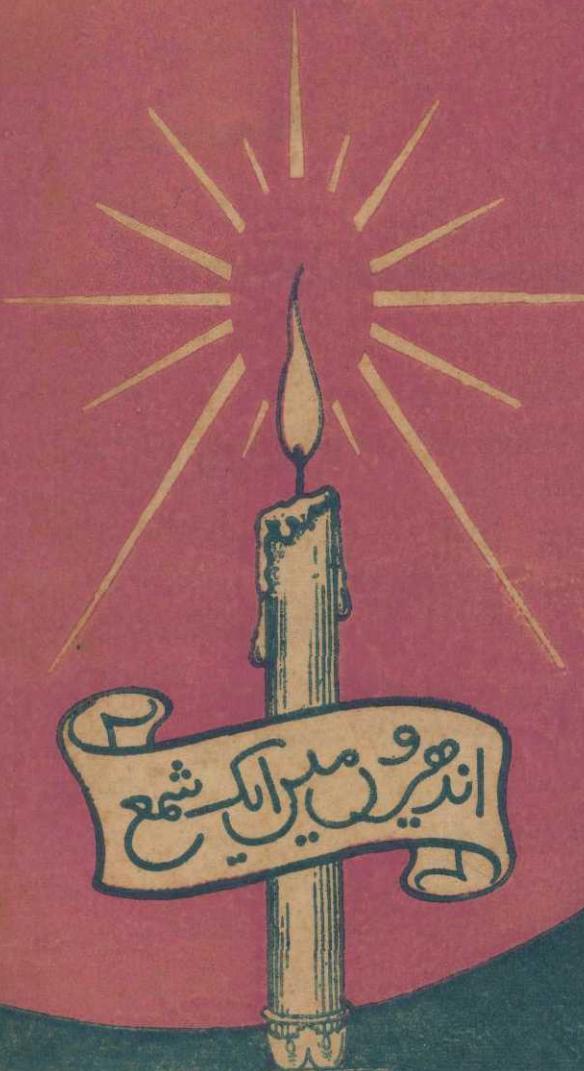


دیوبند

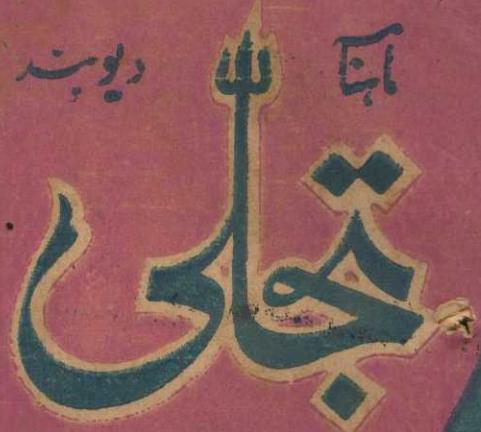
بہلول

# TAJALLI

DEOBAND U.P. INDIA



اندھر میراں شمع



نذریہ غامر عثمانی رفاقت دیوبند

سالانہ قسمت  
10/-

Rs. 1/-

آئھے سوال پہلے

کی ایک مظہر تائیف جو کا دست  
فارسیت ہے پورا تاریخی حالات  
و تعلیمات اور طائف حکایات ہے  
ستقل ہے قابل دید ہے۔

# اطائف علامہ کیم

ترجمہ اردو

کتاب الذکیاء

عظیم محدث واعظ  
جس کے ہاتھ پر بس ہر ہو ہر ہو  
نصاری سلام قبول کیا اور  
ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے  
بہ کی عین علم اپنے بخوبی۔

## مذکورہ واقعہ محدث و فقیہہ ادیب و خطیب علامہ ابن الجوزی بغدادی

اس کتاب کے صفت پہنچی صدی ہجری کے طیلیں محدث فقیہ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ محدث مصنفین میں کے عینہ میں مقام اور تحریر و تفہیم کے  
ویڈی ڈیمی حلقوں تجویز و تقدیم ہیں معاہد و معاہدیت کا کافی مکار ہے اسے تحریر و تقدیم ہے جو ایک اور ایک لاکھ سے زیادہ  
آدمیوں نے تدریکی۔ حدیث سے تنعلق آئی حریق تعلق و شخض کا مزادہ اس سے ہے کہ جو ایک مکار ہے کہ جو قلوں سے آپ احادیث لکھتے تھے ان کے تراشے محفوظ  
رکھتے تھے۔ آپ نے دعیت فرمائی کہ ہر بیت کا پانی اس پر تراشوں سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہمیں کیا گیا اور تراشوں کا ایک ذخیرہ پھر بھی باقی نہ گیا۔  
ایسے عالی مقام مصنف کی تصانیف جس قدر اعلیٰ وارفع ہو سکتی ہیں ظاہر ہے بیکاف علوہ اسیں آئیکی تین سو جاہیں تصانیف ایں جلدات کیں تعداد دہزادے

### اس کتاب میں

سات سو ایسے قصص و لطائف نہ کوئی جس میں تحریک و کاوت یا حاضر نوابی یا بخت ری یا داشتوادہ مڑا جیا یا یہ کسی کارنامہ عقل و فراست کا ائمہ دا  
ہے۔ یہ کتاب تینیں تیس روپ پر مشتمل ہے جن میں قتل و فرست کے فضائل و مناقب اور فہم و ذکار کی عللات کے علاوہ انہیں مصححہ، علماء و مشائخ، تفہیم  
و ادب، عباد و زاد، روسار و غرباً، خواص نرض سب سی سو تعلق و چیز قصص ہیں۔ بادشاہوں، وزیروں، شیروں حتیٰ کہ جو یوں تک کی کاوت کی حالت  
دلپذیر اندمازیں بیان کئے گئے ہیں۔ اصل کتاب سربی میں میں اور عبارات نہایت دقیق تھیں۔ فاضل مترجم حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب  
استاذ احوالوں بروہنے پر بڑی محنت و جانشنازی سے اس اونٹ کتاب کو نہ صرف اردو ایس پرہنسا بلکہ ہمیں مفید اضافے بھی کئے۔ بات کو سمجھنے کے لئے  
عربی محاوروں کی توضیح اور تاریخی و اتفاقات کی ضروری وضاحت کے علاوہ جہاں اختصار کے باعث طلب سمجھنا شکل تھا وہاں عبارت۔ برعادی اگر جو  
حکایتوں میں کوئی خاص مکت ذرا پھیپھا ہو اس تو سین میں ایک طرف اشارہ کرو یا گیا وغیرہ وغیرہ وغیرہ افادیت کے کسی پیدا کرشنہ نہیں چھوڑا گیا۔ حضرت مولانا  
قاری محمد طیب صاحب سہم دیار الحلوم دیوبند نے اس کا پیش لفظ تحریر فرمایا ہے ہم ناظم عن سے اس کتاب کے ملکہ کی پرمند امداد کرتے ہیں۔  
ضخامت:- چارہ سو اسی صفحات۔ قیمت:- ملکہ سو خوش نگار دلوش صرف پانچ روپے (رضا)

ہر قسم کی عربی فارسی اردو کتب نیز قاعدے پائے  
بکت سے بکلی دیوبندی ضلع سہارن پور یوپی۔ اندیا  
قرآن مجید حاملین عربی و مترجم ازال ملنے کا پست

# بُلْجِی

دیوبند

ماہنامہ

شمارہ نمبر ۱۹ جلد نمبر ۱۹

ایڈیٹر  
عامر عثمانی  
فہرست دیوبند

سالانہ قیمت — دوسرے روپے  
غیر مالکی — ایک پاؤ نو تر  
بچل پوش آرقہ  
پوش آرڈر پر کچھ نہ لکھیں بالکل سادہ رکھئے

فی پیچھے، کریم

پیارا مکمل پتہ  
تجھی - دیوبند

(روپی)

## فہرست مضمونیں اپریل ۱۹۴۲ء

۱	عامر عثمانی	آنکار سخن
۸	شمس توبید عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں؟
۱۱	عامر عثمانی	عقلی کی دلکشی
۳۲	سینی الاعظمی	بیچ اتنی کم تین خطوط
۴۳	ملک علام ملی	جعات اسلامی کا موقف در ایک سلف
۵۱	سلطان ابن العرب مکی	مسجد سے میخانے سکھو
۶۲	گوپال متشن	نیا سوٹ مخفیوں پر
۷۲	حسن تقی ادوار ابن العربی	اتحادیت — ایک عظیم خطرہ
۷۳	مولانا ابوالعلی مودودی	تفہیم القرآن کا ایک درجہ
۷۵	حافظ الدین محمد امام الدین	جنت کا باغ اور جنم کی آگ

## اشد ضروری

اگر ہم دائرے میں سفرخ نشان ہے تو مجھے  
چیزیں گر اس پر چڑ پر اپ کی خریداری ختم ہے  
یا تو منی آرڈر سے سالانہ ثیرت بھیجیں یا وکایا  
گئی اجازت دیں۔ آئندہ خریداری جاری  
نہ رکھنی ہوتی بھی اطلاع دیں۔ خاموشی  
کی صورت میں اگلار پرچہ وہی پی سے بھیجا  
جائے گا جبکہ وصول کرنا آپ کا اخلاقی  
فرض ہو گا (وہی پی دوسرے روپے ستر پیے کا  
ہو گا) منی آرڈر بھیج کر آپ وہی پی  
حضرت سے پنج جائیں گے۔

## پاکستان کا پتہ

مکتبہ عثمانیہ - ۳۸۰ مینا بازار  
پیر الجی خش کالونی - کراچی (پاکستان)

پاکستانی حضروات - مندرجہ بالا پتہ پر  
منی آرڈر بھیکروہ رسید ہمیں بھیج دیں جو  
منی آرڈر کرتے وقت ڈاک گاہ سے ملتی ہے۔

عامر عثمانی پر نظر پابشر نے "محمدی پرس دیوبند"  
سے چھپا اک پینڈ فرنچی دیوبند سے شائع کیا۔

## آغازِ سخن

صرف کیا ہو گا اور دوسری طرف علماء کا بھی  
فرض ہے کہ وہ اس قسم کے مسائل پر روشن دعائی  
اور وسیع انتظاری کے ساتھ خود فرمائیں اور ایک  
ذہنی اور دینی معاملہ کو انہی کے حدود کے اندر  
رکھیں، فہریب کو سیاست کا آلہ کا رہنا نا  
میں پیش آیا تھا۔

فرہریب کے ساتھ دوستی نہیں ہے۔

بطاہر یہ شدراہ توازن بھی ہے اور معتدل بھی، جو لوگ حالات  
سے بوری طرح باخبر ہوں اور گھر اسون ہیں جانے کی  
صلاحت نہ رکھتے ہوں دعا سے چڑھ کر یہی کہیں گے کہ مولانا  
نے فرہنگیں کے ساتھ انصاف بھی کیا ہے اور حق ادا  
کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کی۔ مگر ہمارا احساس یہ ہے کہ علماء  
کی طرف منہج گیر کے چونیسوت مولانا نے فرمائی ہے وہ ملنے  
سیاق میں انصاف کے ساتھ ایک ناق اور مظلومیت  
کے ساتھ ایک نسخین گی ہے۔

مولانا کے ہن نتیجت میں ہیں ذرا شہنشہیں، ان کی  
دینی و دینہنی اور ہدایہ نیکت سے ہیں براہ راست واقفیت  
ہے، لیکن ہم گمان کرتے ہیں کہ یہاں نادانستہ طور پر ان کا  
قلمظہ اور دھانڈی کی با الواسطہ حریت سے ملوث ہو گیا ہو  
سچھنگی بات یہ ہے کہ علی الفطر کے مو قع پر پاکستان  
میں جو کچھ پیش آیا اس سے آگاہی حاصل کرنے کا ذریعہ  
ہمارے پاس کیا ہے؟ اگر ہم اور مولانا موصوف

برہان کے فاضل مدیر حساب ہو لا ناسید احمد  
اکبر آبادی نے اپنے مارچ ششم کے شدراہت میں ایک  
شذرہ اس قضیتی کے متعلق پسروں کلم فرمایا ہے جو بھی عیال الفطر  
کے موقعہ پر پاکستانی حکومت اور پاکستانی علماء کے  
مابین پیش آیا تھا۔

اس پر میں کچھ عرض کرنا ہے، لیکن عرض کرنے سے  
پہلے یہ شدراہ پورا اعقل کر دیں تاکہ گفتگو میں کسی ستم کی تشکی  
باتی نہ رکھے۔ مولانا کا کہنا ہے کہ پاکستان مسلمانوں کے  
پاس اعلیٰ مرضوح پر معتدل خطوط آئے، اسی لئے تھیں اظہار  
رأی کرنا پڑا، وہ تھے ہیں ہیں : -

رویت سے مطلقاً انکار کرنا اور عرض فکری حالت  
پر ایک عبادت کا درود اور کھدینا کی مسیح  
شریعت کے حراج اور طبیعت کے ساتھ مطافت  
نہیں رکھتا، البتہ اختلاف مطابع کو جیسا کہ  
امام ابوحنیفہ کا دھبہ پر مخبر نہ ہو ناچاہا ہے  
بلکہ ازیں ریڈیو اور ٹیلیفون کی پرتوں پر  
ہوئی چاہئے۔ اصل مسئلہ سے قطع نظر حکومت کو  
یہ سمجھا چاہئے کہ رویت ہمال کا معاملہ ایک  
خالص دینی اور عبادتی معاملہ ہے۔ اگر علماء  
اس پر بھی آزادی کے ساتھ اظہار خیال نہ کر سکیں  
 تو پھر ہبھی آزادی کے کیا معنی ہوں گے اور ہمال کا

نظریات رکھتے والے فنکاروں نے اور باہب دین کے خلاف اس تقدیر سے بھرا ہے کہ اپنی اباحت پسند اور گلادیتائی سے اقتدار میں دین دا خالق کو ایک قدم آگے نہ رکھنے دیں۔ جس طرح بیرونیوں نے اصطلاحوں کے بہت سے گوئے اپنی کارگہ اقتدار میں ڈھال لئے ہیں جیسیں وہ جب چاہے کہ بھی ناپسندیدہ شخصیت کی طرف بے محابا چھوڑ دیتے ہیں۔ سماجی ایجنت، سماج دشمن اور جنت پسند۔ یہ ہیں ان کی معروف اصطلاحوں کے نمونے۔ اسی طرح یہ فقرہ بھی کہ مذہب کو سیاست کا آئندہ کارست بناؤ، تمام ان لوگوں کے لئے بے محابا استعمال کر لیا جائے ہے جن کا تصور اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ فوجی قدروں کی پامالی اور اہانت پسند نہیں کرتے۔ وہ نہیں چاہتے کہ اقتدار پر قابض گردہ دین دا خالق کو بھی روندہ نہ اور سخ کرنے کا شغل جانی رکھے۔

جس موقع پر مولانا نے یہ الفاظ دہرائے ہیں اس سو قسم کی مناسبت سے ہماری بھی میں ان کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں آتا کہ دانستہ طور پر مولانا نے سید ابوالاعصلی مودودی پر چوٹ کی ہے۔ نام انہوں نے بیشک کسی کا نہیں لیا، مگر کون نہیں جانتا کہ مذہب اور سیاست کی تفرقی کو دانستہ غلط سمجھتے اور مذہب کو سیاسی دائرہ دیں مفہوم ربانے کی جدوجہد کرتے کی گئے گاہر ہندوپاک میں تہادی جماعت ہے جس کے موسس اور امیر مولانا مودودی ہیں۔ روایت ہلاں کی پیش میں ہن علماء کو مکومت پاکستان نے نظر نہ کیا ان میں بھی مولانا مودودی یا کسی کی شخصیت مرکزی اور ممتاز تھی۔ لہذا جو بھی تاصیح مشقی اس روایت ہلاں کی بحث میں پیش کیا ہو تو اسے کوئی نہیں کوئی نہیں کر رکھتے اور مذہب کے نہیں کوئی نہیں کر رکھتے اور جنت پاک اور مذہب کے نہیں کوئی نہیں کر رکھتے اور جنت پاک اور مذہب کے نہیں کوئی نہیں کر رکھتے۔

دور کیوں جائیے۔ کیا ہمارے ہیاں ملک میں الیکٹریکی قدرت سے موجود نہیں کہ جب الحسین مسلمانوں کی لاٹیں اور جلی پھنکیں مکانات دکھائیے تو وہ مستقیم ہمدردی کے دھیار تعلق ہے۔ یہ ایک بھی اور معاطلانہ نیز الزام پر جوادہ پرستا نہ

اپنا کوئی مخصوص ہاہموی نظام نہیں رکھتے تو کہنا پڑتا کہ دہان کے اخبارات و رسانی، ہی ہماری معلومات کا ماقضی و بین سکتے ہیں۔ ان اخبارات و رسانی میں اگر کوئی ایجاد تفصیل آتی ہو تو جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ زیر بحث روایت ہلاں کے سلسلہ میں دہان کے علماء نے روشن دماغی اور وسیع النظری سے کام نہیں لیا یا مذہب کو سیاست کا آئندہ کاربنا نے کی کوشش کی تب قوایں نصیحت کلے تک ہواز تھا جس سے مولانا نے علماء کو نوازا ہے، لیکن اگر الیکی کوئی تفصیل سامنے نہیں آتی تو ہم نہیں جانتے کہ اسے جس مقال کے کس خانے میں رکھیں۔

ہمارے پاس تخلی کے تباہی میں بہت سارے پاکستانی اخبارات و رسانی اگتے ہیں۔ ای میں خامی تعداد ایسے پرچوں کی بھی ہے جن کا سب سے بھروسہ، مشغلوں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی پر مشتمل کرتا ہے، ان میں بعض تو اتنے طیار اور ترقی پسند میں کہ اگر مولانا مودودی کو چھین کل جائے تو وہ اسے شیطان کی بچا بھڑی ترا راد نہیں میں دیتے ہیں کہتے مگر روایت ہلاں دل ملے تھے کے سلسلہ میں یہ بھی ایسا کوئی شو شہر نکال سکے جس سے یہ تصحیح اخذ کرنا ممکن ہوتا کہ مسکری اڑت ہلاں کمپی کے اعلان کو ناقابل اعتماد قرار دیکر مولانا مودودی یاد دے کر خود ف علماء نے کسی قابل اعتراض خود رائی یا بد دماغی کا ثبوت دیا ہو۔ یامذہب کے نام پر سیاسی استعمال کی کوشش کی ہو۔

کافی تفصیل ہم کچھی اشاعت (تخلی کی وائک) ہو اب نہیں (سرکاری اعلان کے قابل اعتماد نہ ہونے پر بھی) قابل ذکر علماء سقون رہے، اور جو دریہ انھوں نے اختیار کیا وہ کسی بھی اعتبار سے تاریک دماغی اور تنگ نظری کا شانہ تک اپنے اندر نہ رکھتا تھا۔ پھر کوئی وجہ میں کہ اس خاص مسئلہ پر اپنے رائے کرتے ہوئے کوئی ناصح مشقی نہیں دیجے النظری اور دشمن دماغی کا درس دے۔

اور جہاں تک مذہب کو سیاست کا آئندہ کاربنا نہ کا تعلق ہے۔ یہ ایک بھی اور معاطلانہ نیز الزام پر جوادہ پرستا نہ

کی جا سکتی۔ آپ کو سیاسی میزان میں جو بھی مقام سیاست حاصل ہوا اس کا زیر ذمہب ہی تھا۔ آپ کا ادی اقتدار تمام افراد ہمیں کے خیر سے اٹھا تھا۔ آپ نے ذمہب ہی کو سیاست کی بنیاد بنا یا اور اس بنیاد پر جو تعمیر اٹھائی اس کے ستون مغرب دوڑا رہا م و سقف بھی۔ کچھ تو ذمہب ہی کے ممالے سے تیار ہوا تھا۔ پھر آخر کی قسم کی روشن فنکری ہو گئی کہ اگر حضور کوئی انتی ذمہب اور سیاست کو ایک بھی دھانگے میں پر وکر دین کو اس کا گیا ہوا اقتدار والیں دلانے کی آزادی اور کوشش کرنے کو تم تالی پیٹ دیں کہ لوگوں یہ شخص دین کو سیاست کا آلہ کار بنانے کا جرم عظیم کر دے گے۔

شیخ پوچھتے تو رویت ہال کے عنوان سے پاکستان میں جو کچھ ہوا ہے وہ نہ تو علماء کی تاریک دماغی و تنگ نظری کا شاخانہ ہے نہ اس کا ادنیٰ تلقن ذمہب کے کسی نازیبا استعمال سے ہے، وہ تو فقط ایک مفہوم ہے، دین اور مادیت کی اس شخص کا جس میں مادیت کے قائدین تھیں کے ہوئے ہیں کہ ذمہب کی تعمیر و تشریع کا حق علمائے چھین کر دیتیں گے اور ہر اس چیز کو دین منداز کر دیں گے جسے وہ دین قرابوں ناچاہیں۔ یہی وہ موقف ہے جس نے پاکستان میں اسلامی مائی تواتین کا طیب بگاؤ دیا، اور یہی وہ موقف ہے جو علم معاشرے کو تیزی کے ساتھ مغربی تہذیب و تمدن اور مادہ پرستانہ طرز فکر کی راہ پر بہلئے لئے چاہا ہے۔ اس موقف کی جو لائگاہ تھا پاکستان ہی نہیں ملک یہ تو بعض اور علم مالک میں اپنے نوج کے مراحل طے کر رہا ہے۔

یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ آج کے علماء اپنے اسوہ و کردار کے اعتبار سے نصیحت کے محتاج ہیں ہی نہیں علماء کے طبقے کا بگاؤ جن حدود کو چھوڑ رہا ہے اسے تو انہ صاحبی دیکھ سکتا ہے۔ ان کے دامن کردار و عمل کے سب داغ دھیے ہمالی انتروں میں ہیں، مگر قلعوں پر ایک ایسے معاملہ میں ہولی ہو جس میں علماء اسری سے صور

کو کھلے الفاظ کہہ کر نصیحت فرور کر گزدیں گے کہ مسلمانوں کو تو ہی دھارے میں بہنا چاہئے۔ یہ نصیحت الگز غمتوں پر نیک پاشی اور استہزا کے سوا کچھ نہیں تو ذمہب کو سیاست کا آلہ کار بنانے کی نصیحت بھی ایک ایسے موquer پر نیک پاشی کے سوا کیا کہلاتے ہی جب کہ علماء کا قصور اس سے زیادہ کچھ نہ رہا تو کوئی انہوں نے اپنے روزے اور تزاد کوچاند کی تکافی اور مدرس غیر اصولی اطلاع پر حصینت چڑھانے سے انکار کر دیا ہو۔

رساد رہیں سے پوچھئے۔ وہ بہت صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ اسلام ہاگیر دا رانہ نظام کا آلہ کار بر طبقائی استعمال کا علمبردار ہے، بورڈ وائی مقادات کا محافظہ بر پھر کیا ان مصلحہ دھلائے طعنوں کو سن کر ہیں شرم سے پانی پانی ہو جانا چاہئے؟ — اگر نہیں تو پھر ذمہب کو سیاست کا آلہ کار بنانے کے الفاظ بھی غالباً الفاظ سے زیادہ آخر کی اعتماد رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ دراصل ان عیاروں کے وضع کر دے ہیں جو معاشرے کو اخلاقی بندشوں سے آزاد کرنے کی طاقت ذمہب کو اجتماعی زندگی کے دائے سے خارج کرنے کی جو وجہاں ملکے رہے ہیں — اور پاپاں کا رہہ کامیاب بھی ہو گئے — زیر بحث رویت ہال کے قصتے میں اگرچہ علماء کی طرف سے سیاسی انتفاع کے کسی تخلی کاشانہ تک سامنے نہیں آیا — لیکن الگ راستا بھی تو اسے جو احمد کے خانے میں رکھ دینا کم سے کم ان لوگوں کے لئے تو مناسب نہیں معلوم ہوتا جن کا عقیدہ بظاہر یہ ہو کہ ذمہب انسان کا فقط یہ ایجوت معاملہ نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کے تمام گھوٹوں اور شیعوں پر حاوی ہے۔ اگر اسلام ہی دینے پر آئیے تو فاقم بہیں سردار انس و جن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی کہنا کیا مشکل ہے کہ انہوں نے ذمہب کو سیاست کا آلہ کار بنایا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ حضور لی ۲۳ سال حیات رسالت ذمہب و سیاست کا ایسا امیز و رہی ہے جس میں سے ایک چیز درسری سے جو انہیں

مشرح و سبسط سے کام لیتے اور قارئین کو ان کے علم و تفہیت سے  
فائدة اٹھانے کا موقع ملتا۔

## تجھی کی اشاعت میں یاقاعدگی

بچھلا شمارہ ۱۲۳ مارچ کو پر ڈاک ہوا تھا۔ یہ پڑھ پہ  
۲۱ مارچ کو پر لیں بھیج دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس  
پر چے کی تحریک صرف ایک تھی میں کر لی گئی۔ اسی سے  
اندازہ یکجی کہ پر چے کو برقت لائے کا ہمیں کس قدر فکر ہے۔  
جس وقت یسطر بن لکھی جا رہی ہیں تو قعہ ہے کہ ٹھیک ہمیں  
کو یہ شمارہ ڈاک کے حوالے ہو جائے گا اور انشاء اللہ  
آئندہ بھی یہ یاقاعدگی جاری رہے گی۔ لیں آپ مدیر و تفسیر  
کی صحبت و عافیت کے لئے دعا کرتے رہا کریں۔

## اصول فقہ

تاریخ فقہ اور اصول فقہ کے فن پر ایک خاص کتاب  
اس کا مطالعہ ایک عام آدمی کو بھی علم فقہ کی گہرائی سے  
روشناس کرے گا۔ مجلد چھ روپے پھیپھی پیسے ۵۰/-

### التشکّف عن مهہما التصوف

حکیم الامر متولنا شرف علیہ کی مشہور کتاب  
جو تصوف کے تمام ہی گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے  
پسندہ روپے ۱۵/-

## صدقۃت اسلام

اسلامی عقائد اور قرآن کی صدقۃت کا بیان  
متوثر اور مدلل انداز میں۔ معاندین و مخالفین کے  
اعترافات کا جواب بھی عمدگی سے دیا گی  
ہے۔ مجلد تین روپے ۴۳/-

### مکتبہ تجھی - دیوبند (لہٰ بنا)

بھو، ان کی حیثیت صیدر کی بڑی کمی صیادی کی۔ انھیں خواہ ہر فرست  
بنایا جا رہا ہو تو کسی صاحب علم و فہم کا زبان پندرہ از کرنا یعنی رکھتا ہے  
کو تقدیر یا سہو آہ و اپنا وزن ظہر کے پڑھے میں ڈال رہا ہے۔

ریڈیو اور ٹیلیفون کی بھر کے سلسلہ میں جو کچھ مولانا نے کہا ہے  
وہ بھی بے غبار نہیں ہے۔ ذرہ دار علماء نے کبھی نہیں کہا کہ ریڈیو اور  
ٹیلیفون کی اطلاعیں کسی حال میں بھی لائق اعتبار نہیں ہوتیں علماء  
اس باب میں بڑی تفصیل سے لفتگو کرتے آئے ہیں اور انھوں نے شرح  
و سبسط کے ساختہ بتایا ہے کہ کن حالتوں میں ریڈیو ٹیلیفون کی اطلاعات  
کا کامل اعتقاد از روئے شرع درست ہے اور کن حالتوں میں نہیں  
اب اگر کوئی یہ چاہے کہ معمول حدود و قبور کے بغیر ریڈیو ٹیلیفون  
کی اطلاعات ہر حال میں قبول کر جیں چاہئی تو وہ ایک ایسی  
خواہش کرتا ہے۔ جس کے لئے علم و حقل کے پاس کوئی جواز نہیں  
جب مولانا نے مجلائی کہا کہ ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبر بھی معتبر ہوئی چاہیے  
تیکیک صریح تعریض ہے علماء۔ لشانہ گویا اس جملہ میں بھی علماء ہی  
ہرے۔ حالانکہ علماء اس بھر کی قبولیت کے لئے جس قسم کی شرطیں عائد  
کرتے ہیں وہ ایسی ہی ہیں کہ اگر انھیں محو طرز کھاجا جائے تو یہ نصف  
دین اپریلیت کے سفر اصولوں سے اخراج پنچا بلکہ عام عقل و  
منطق کے لحاظ سے بھی نا مقولیت کا شکار ہو گا۔ مولانا کے  
کے لئے مناسب تھا کہ یا تو ریڈیو اور ٹیلیفون کی بھر کا ذکر جیسے نہ  
کہتے باہر ڈکرایا تھا تو ذرا تفصیل دو تو ضمیم سے ہم لیتے۔ احوال اس  
قسم کی بات کہہ دینا ان عارفہ المسلمين کو غلط راہ پر ڈالنے ہے جو ہمیں  
ہمیں اس بھکار خواہش کے خشکا رہیں کہ جس طرح بھی بہر عدیدیں بلا  
اختلاف ایک ہی دن سب جگہ ہو جایا کریں۔

اختلاف مطالعہ کی بات بھی ایسی نہیں کہ اس ایک نظر  
کمپہ کر گز جایا جائے۔ بیشک فقہ حنفی کا نقطہ و نظر اختلاف مطالعہ  
کے بارے میں الیک تقریب رکھتا ہے لیکن اس میں کچھ نہیں بھی ہیں۔  
کچھ ایسے گوشے بھی ہیں حضیری و روشنی میں لائے بغیر علی الاطلاق یہ  
حکم نگاہ دینا درست نہیں کہ اختلاف مطالع غیر معتبر ہے۔ مولانا  
نے اگر روایت بھال کے موضوع کو چھوڑیں کہ مطالع غیر معتبر ہے۔

# کیا ہم مسلمان ہیں؟

وہی تاریخ سال

کاغذ نہ عروہ بن شفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کے سلسلہ پربات چیت کر رہا تھا اور عربوں کے دستور کے مطابق رہ رہ کر حضور کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرتا تو اسکے اس طرز عمل کو رسالت کی شانِ فخر و تر محسوس کر کر ہمارے نبیرہ کا ہاتھ توارکے دستے پر سیوٹج بجا تھا۔ غیرت حق کفر کے ان اندازوں کی وجہ سے پہلے چھلک پڑا وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ہی نظر سے پہلے چھلک پڑا وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ہی نظر۔

وہ جو رارہ بھاگا ہاں خروش کساتھ اخنوں نے عروہ بن شفی کو قاتل سانی چذبہ ایمانی نے دور کفر کی ان تمام یادوں کو ان کے دہن سر جو کو ریا جب ہی عروہ و ان کا بہترین یاد و مددگار ثابت ہوا کرتا تھا "خبردار! اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھا!"

عروہ نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ مغیرہ اسکے پرتوار سوت چکا ہے۔ حسد کے اس احساس نے اتوڑ چڑاغ پا کر دیا کہ وہ محمد مغیرہ کی نظروں میں اتنے قیمتی ہو گئے ہیں کہ جیکی قربت سے سوائے دنیاوی خطرات کے دنیا کی کوئی شے شر ملی اور میں اسقدر بیگانہ ہو چکا ہوں حالانکہ میرے نعلقات کی وجہ سے ان کو دنیا میں طرح طرح کی امداد حاصل ہوتی رہی ہے عروہ یہ کہاں سمجھ سکتا تھا کہ محمد کی قربت نے مغیرہ کو کیا چیز دیکھی اور غایب ازاہ عروہ نے چیز ماری "کیا میں نے تیری لغایہ اسی کے سلسلہ میں تیری طرف سے کوشش نہیں کی تھی" مغیرہ نے ایک تیخ و گرنباک نظر عروہ پر ڈالی جیسے کہہ رہے ہوں کہ "بندے بندے پر دغا اور بد عہدہ ہی کا انعام نکالتا ہے یا لیکن خدا سے بد عہدہ کا گناہ۔ اتنا بڑا گناہ اسکے دل میں کاش بن کر

جس سال اسلام کے تقویاً ۲۷، ۲۸ ہزار دشمن اس کو صفحہ ہوتی سے مٹا دیتے کے لئے رسول خدا کشہر پر چھاپی تکریت کے تھے۔ ہاں اسی سال شہر میں اسلام کی لا زوال صداقت مسیہ بن شعبہ کی نندگی میں فاتحہ نہ دخل ہو رہی تھی۔ غزوہ احزاب کا دن یعنی حملہ بھی حضرت محمد اکاچڑا غل نہ کرسکا۔ جب ہزار ہاد ماخنا کا بولا مکھی حضرت محمد اللہ علیہ وسلم کے سوز دروں کو زیر نہ کر سکا تو مسیہ کی عقل خلائق کے قدموں میں پھیلایا ڈال دیتے ہیں، بہترین ہوشمندی سمجھی۔ ان کو دل کی دھڑکنیں ان کے کفر و شرک کی پوری ازندگی میں زندہ نہ بن کر دوڑ گئیں۔ سارا مااضی چشم زدن میں را کھ کاٹھیں ہو گیا اور اس را کھ سے نہ کی حصیں ترین چنگاری لیک لازوال مستقبل کی شاہراہ بنا تھی پلی گئی وہ شہر اور مدینہ کی طرف اپنے خدا کی پلکار پر بینا بانہ پل کھڑے ہوڑ پوری دنیا آواز دیتی رہی۔ پوری زندگی ان کے پاؤں پکڑتی رہی۔ ملکوں سیدھے چلتے رہے۔ دنیا بھر کو تھکراتے ہوئے خود اپنے مااضی کو دھماتے ہوئے چلتے رہے۔ اخنوں نے حق کو مقبول بھی کریا تھا اور باطل کو چھوڑ بھی دیا تھا۔ وہ اسلام لے آئے تھے اور پھر کر رہے تھے اسلام اور ہجرت!۔ دو نوں ہی کفر و شرک اور فتنہ دھجور کی ساری زندگی کو ڈھا دیتے ہیں۔ اور انسان ان کی آنکھوں میں گویا از سر نوچنم لیتا ہے تو ایک معموم ہے کہ طرح معموم ہو کر رہ جاتا ہے۔ بغیر بیان شعبہ اسلام اور ہجرت کے دو اتنے اب حیات میں غسل کر کے کو قدر معموم اور کتنے شاندار ہوں ہو گئے ہوں گے!۔ کس نظم کے بسیں میں بے جواہی تصوری ٹھیکی سے سو رکھ رہیں ہیں دہ پہلا سوڑ خاہیں دنیا نے پہلی بار مسیہ بن شعبہ کو ایمان دا اسلام کی صفوں میں سینے پر دیکھا۔ جس وقت کفار مگر

بنے کے بجائے مومن کی طہوکروں میں ہوا کرتے ہیں۔ اور یہی نسبت بڑی گہرا یوں کیسا تھا حضرت مسیحہ بن شعبہ کو حاصل ہو گئی تھی قادصیہ کی جنگ تاریخ کا وہ سورج ہے جہاں مسیحہ نے دنیا کو یہ بتایا کہ انتہت اور خدا پر ایمان کی دولت پا جانا کیا چیز ہوتا ہے۔ بتایا کہ آدمی پست پر سکھ باندھنے والا بھو کا آدمی بھی اندر سے اتنا آسمہ و مطمین کس طرح ہو جاتا ہے کہ شاہی کے قام طمراق دیکھ کر اس کے ہوشی پر حقارت کی بنسی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ نے اس موقع پر ان کو یہ موقعہ عطا فرمایا کہ وہ رسم کے دربار میں اسلام کے نمائندہ بن کر جائیں اور لفڑی شرک کے ماروں کو پہ بلند حقیقت سمجھائیں کہ ماں و مثال، تاج و تخت کچھ نہیں ہیں ایمان ہی سب کو اسلام کے نمائندے کو مرعوب کرنے کے لئے رسم نے وہ سب کچھ کرڈا تھا جو وہ کر سکتا تھا راشم و خواہ کے فرش پیر دن میں ڈالے گئے تھے۔ جسموں کو چیلے اور نرم و گدار اطلس و دیبا کے پیروں پر سے ڈھان پانیا گیا تھا۔ دور وی قطاروں میں لکھرے ہوئے انسان شکلی تواروں سے بھی اسی گزارے تھے اور رسم کی شکل کی تخت پر بیٹھے ہوئے اُدمی کو "خدا" کی طرح خراجِ محجز و عقیدت پیش کر رہے تھے۔ خود رسم کا حال یہ تھا کہ اسکے سر پر رکھے ہوئے تاج کے رزو بواہ رہ اُدمی کی برہمنہ آنکھ کا تھیرنا (شوادر) پر ہاتھا دنیا ایک زبردست پتھر کی کاٹو فان اٹھانے کے لئے چاروں طرف بے جواب ہو گئی تھی۔ لیکن اللہ نے "درائے جاب" رہتے ہوئے اپنے عبد کی انکھوں میں وہ تجھیات جذب کر دی تھیں کہ زمین کے اوپر اور زمین کے اندر بھیلا ہوا تمام سونا چاندی اس منہ کے لئے ایک سلہ و متعفن کیجڑے سے بھی زیادہ حقیقت ہے ہو کر وہ کیا تھا۔ اگرچہ اسکی تواریخ کی نیام یوسیدہ ہو چکی تھی۔ اگرچہ اسکے ترکش کے تیر پھوٹے بھی تھے اور تھوڑے بھی لیکن اس کے سینے میں نہ جان کیا تھا کہ رسم اس کو سٹی کا ایک بست اور رسم کا دربار اپنے تمام شکوہ کے باوجود اسے ظلمتوں کے ایک دردناک کفن سے زیادہ کچھ بھی تو نہ لگا۔ وہ یے تھا شہ مکھوڑا الگا تھے ہوئے۔ پسے جاؤ رکھے قدموں سے رسم کے فرش کو اونڈتے ہوئے اور دربانوں اور نگہداں کی حیرت اور غصے سے بڑی آوازوں کو پایا۔ امتناع سے خدرا تھے ہوئے سیدھے رسم کے شاہی تخت تک

یکی نہیں کھلتتا۔ محمد کی برکت سے ہم اس پدر ترین لعنت سے نکلے ہیں۔ اور خدا سے دفاعے چند کی وہ خوشی ہیں حاصل ہوئی ہے جس کے بعد نہ کوئی خوف ہے نہ علم ۹ وہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جملی شخصیت کی جہاں نواز بندگی پر حضرت مسیحہ کے دل کی دھرم کنیت اس طرح پیرہ دیتی تھیں۔ جب وہ پیر خاک کے حارہ ہے تھے تو اس دن مسیحہ کا حزن و اضطراب دیدنی تھا۔ ان کی واحد ارز ویر تھی کہ وہ رسول خدا کے حضور امیر کے سچے سچے جتنی درستگی جاسکیں یعنی بانہ پلے جائیں جیسے وہ حضور کے سماں تھے ساختہ سترین خود کو چنانے کے لئے تیار ہوں۔ جذب و جنون کی عجب تخلیہ کیفیت!۔ انھوں نے داروغی کے عالم میں ایک عجیب حکمت کی۔ اپنی قیمتی انگوٹھی کو خود ہی حضور کے مرقد گین گرا دیا۔ غصہ اس لئے کہ لوگ انھیں بھی کم سے کم ٹھوڑی سی دینہ ہی کئے تو حضور کی مبارک تبریزیں جانے کی اجازت دیدیں۔ اجازت مل گئی اور حضرت مسیحہ بن شعبہ یعنی باشہ داخل ہوئے۔ ان کی راہکھیں اشک اور دھپیں لیکن قلب اس بات پر خوشی سے سرشار تھا کہ میریوں شعیرہ ہی زد و احل اُدمی ہو گا جو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں جدا ہوا۔ لیکنی دلکش، کیسی معصوم ہوتی ہیں ایمان کا عمل کی ادائیں جو۔ ان کو وہ لوگ کہاں سمجھ سکتے ہیں جو ایمان کو دل میں جگہ دینے کے بجائے لوگ زبان پر ہی لگائے یہ مرتے ہیں۔ کنقد نزدیک تھے وہ لوگ اپنے الشستے جو اس بات پر بخوبی کی طرح خوش ہوئے تھے کہ ہم کو رسول اللہ قرب کی بہترین نسبت حاصل ہو گئی ہے!

یہاں پر وہ نسبت ۱۰ جو اُدمی کے باطن کو سوارتی اور سینے میں دیئے جلاتی ہے۔ جہاں "اللہ" اُدمی کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو دنیا اور ماہیا دل کے دروازے پر بھکاری کی طرح باہر ہی پاٹھ پھیلاتے اور سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں لیکن ان کے اوپر ایک لٹکے لئے بھی دل کا دروازہ نہیں کھلتا۔ جہاں دولت دنیا آنکھ کا لور اور دل کی تھنڈک بننے کے بجائے ہمیشہ محض ہاتھوں کا سیل ہی بکار رہتی ہے۔ جہاں مشت خاک کی انکھ شاہی یا وانوں کی طرف نظر ہم کر دیکھنا بھی ضیاء وقت اور اسراف نکاہ سمجھتی ہے۔ جہاں دنیا پرستوں کے زر نگار تاج سر کی زینت

"اے جھوٹے خداوں کے غلامو! بادشاہوں کے درباریں عرض  
لو وضوت نے کر آنکوئی عزت نہیں۔ ایسے درباریوں اور بحکاروں  
میں کوئی بھی بنیادی فرق نہیں پایا جاتا۔ عزت حرف وہاں سمجھ کئے  
اور ہاتھ پھیلانے میں ہے، جہاں دینے والا کسی سے لینے والا نہیں  
صرف دینے والا سب کو دینے والا یکتا۔ بے شان۔ مقدار لوگ  
ابھی اس وار پر سخن لئے بھی نہ پائے تھے کہ اللہ کے بندے نے  
مسامع فوجوں کو لکھا را۔ دربار کو دھنکرا اور تائی وخت کو  
آخری دھنکی دی۔ لاگر تم لوگوں کا یہی حال رہا تو۔ بہت بجلد  
غیستونا بود ہو جلو گئے۔ بقاۓ سلطنت کی یہ صورت نہیں ہے۔  
ہزاروں ہاتھ تھے اور ہر ہاٹھ میں شکلی توواریں تھیں مگر ایک خدا پر  
بندے کے لئے تن تھنہا کافی ہو گی۔ جہاں بھی کافی ہو گی۔ اور وہاں  
میدان جگ میں بھی جہاں کے متعلق اس غشتوکے آخر میں رسم غاش  
بار تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "آفتاب کی قسم: طلوع آفتاب سو  
پہنچتے تھاہی فوجوں کو، نہیں کرڈاں گا" لیکن ہوا یہ کہ دھنکی  
دینے والا خود نہیں ہے، ہو کر رہ گیا۔ اور تاریخ اس حقیقت پر ایمان  
کے آئی کہ جاں والقی جو خدا سے ڈرتا ہے، ساری کائنات اس  
سدر نے لئی ہے اور جو خدا سے نہیں ڈرتا ہر چیز اسکو مراتی  
ہو سکتی ہے۔

معیرہ پہلی بات کا ثبوت تھے یور ہم!۔ آہ ہم! دوسرا ہی بات کا  
غیرہ یقیناً مسلمان تھے اور ہم یقیناً کافر نہیں ہیں۔ لیکن کیا تسلی  
بھی ہیں ہم لوگ؟... بیوی۔

## حکایات اولیاً

تالیف سوانا اشرف علی۔۔۔ اس کتاب میں شاہ ولی اللہ<sup>ر</sup>  
اور ان کے خاندان کے بزرگوں اور علما نے دو بندے کے اکابر  
علماء کی حکایات اور حالات و کوائف جمع کیے گئے ہیں۔ دلچسپ  
چیز ہے۔ مجلد چھڑو پے

مکتبہ بھلی۔ دیوبند۔ یوپی۔

چاپ ہوئے پھر تخت شاہی کے پاس سے اپنے گھوڑے کو باندھا وار  
کے بھیک مھلک تخت پر پاؤں ارکھتے ہوئے ستم کے لھٹتے سے مھتنا  
بلکہ بیٹھے رہتے۔ تمام درباری شکوہ سے بہت کردھتا اس آدمی پر حرم کر رہ گئیں  
اور اسکے درباری شکوہ سے بہت کردھتا اس آدمی پر حرم کر رہ گئیں  
جو خدا کے سوا کسی کا بھی غلام نہ تھا۔ جو مال کو حقیر سمجھتا تھا اور  
جہاں کو نکاہ میں نہ لانا تھا۔ اور ہر ہر نظر اور ہر ہر نفس میں جس کی  
زندگی بندوں کے بندوں سے یہ درد بھرا سوال کرنی جا رہی تھی  
"آلیعنی اللہ یکاٹ عین کا؟" کیا اللہ اپنے بندے کے  
لئے کافی نہیں ہے... ۶۴

وہی کافی نہیں ہے۔ اسے اندھج پوٹ لکی اور بایہر اجتماعی خروش ظاہر ہوا  
درباریوں نے بڑھ کر حضرت مسیحہ کو تخت سے بیٹھے آثار کر تھا یا  
لیکن ان کی نظر میں تخت پر بیٹھتے میں کوئی خاص بات تھی نہیں  
پر اتر آتے سے کوئی فرق پیدا ہوتا تھا۔ وہ بلا تکلف یچے اُتر  
آتے اور اب بیٹھے اُتر کر ان تمام اور چیزوں پر سیکھستا یا کہ جاہدا  
وہ کوڑا الچوادی کو تباہ کرنے کے سوا اور کوئی خدمت انجام نہیں  
رکھ سکتیں۔

"ہم عرب ہیں" دربار میں تھے اسون کی آواز ابھرنا شروع  
ہوئی لہو آہستہ آہستہ سارے دربار پر اسکی ریز ری انگریز گونج  
چھاکر رہ گئی۔ "ہم جنوبی سارے بیہاں پر دستور شہیں کر  
ایک شخص" خدا ہے کریم ہے اور دوسرے لوگ اس کی پوچالیا  
کریں با۔ ہم سب برادر ہیں، ایک دھماکہ تھی۔ قیامت صفری تھی  
یہ آواز۔ بند دل کی بندگی اور خدا سے بغاوت کرنے والوں  
وہیں ایک آواز نہیں ایک صدک تھی قیامت صفری تھی تو دربار تھوڑا کر

رہ گیا۔ قیمتی کپڑوں اور سیم ور کے اندر رکھیے ہوتے۔ لئے ہوتے آدمی کی  
رہ گردہ اٹکی اور ایک لارپر غیرہ بن شجہ کی آوازی تبریز است گونج نے ساے  
دربار کو حیرت دھنرنسے گلک کر کے رکھ دیا لاقم نے بلایا ہے۔  
ہم اپنی غرض سے نہیں آتے ہیں۔ پھر تمہارا یہ سلوک کہاں تک  
رہیا ہے، لوگوں نے یہ آواز سنی!۔ لہو ہزاروں نظریں اسیک  
چھر سے پر حرم کر رہیں جو نفرت و درد کے دو اتنے تیور دن کے  
ساتھ اعلان کر رہا تھا۔

## تجھی کی طاکت

روشنی میں فتویٰ دیجئے۔ یہاں پر مصروفی عالم اور تراضی میں لیکن میں عربی زبان پر اتنا عبور نہیں رکھتا کہ ان کو تفصیلی حالت بتنا لگر فتویٰ حوال کروں اور میں نہیں چاہتا کہ کسی ترجیحان کے ذریعہ اپنے سارے حالات کروں۔ بہ جال آپ کے گزارش ہے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں فتویٰ دیں۔

### جواب:-

اس طرح کے معاملات میں فتوے کا کام نہیں، بلکہ مشورہ ہی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ محروم میں ورزہ کار حوال کر چکے ہیں۔ اور نظام پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرچکے ہیں ورزہ استثنے دن قیام کیسے رہتا تو صحیح راستہ یہ ہے کہ اپنی بیوی کو بھی اپنے پاس ہی بلاجھئے۔

اگر بلانس میں یہ امر ملح ہے تو والدہ ضعیف ہیں اور ان کی خدمت کے لئے آپ کی بیوی کا ان کے پاس رہنا ضروری ہے تو پھر والدہ ہی سے خط کے ذریعہ دریافت کیجھ کر آپ کی بیوی کا گیارہ دین ہے۔ وہ دھنگات سے خدمت کرتی ہے یا نہیں اور اس کی اخلاقی حالت والدہ کی نظر میں کیسی ہے۔ اگر والدہ کا جواب اطمینان بخش ہو تو پھر مطمن ہو جاتی اور اگر اطمینان بخش نہ ہو تو کوشش کر کے خود ہندوستان تشریف لے آئیے اور کچھ دنوں کر حالت کا جائزہ لیجئے۔

### ایک پیچیدہ معاملہ

سوال:- از..... (دھرمن)

میں ہندوستانی ہوں تلاش معاش میں یہاں آیا ہوں۔ میری شادی ہوئے ۲۵ سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ  $\frac{1}{2}$  سال سے میری بیوی میری والدہ محترمہ کے پاس اٹھ یا میں ہے اور اس کے قتل سے ابتداء میں مجھے گناہ خطوط آتے رہے کہ اُس کے کیریکٹ خراب ہیں۔ اب کے میرے ایک خالہ زاد بھائی کے ساتھ تعلقات ہیں اور میں اُسے چھوڑ دوں۔ میں ابتداء میں بہت پر نیاش ہوا پھر میرے ایک محترم بزرگ جو بہت ہی متقدی پر تیز کار ہیں انکو حالات سنائے۔ ان کے مشورے پر میں نے اپنے ہنوفی حصہ کو جو میرے والد کی جگہ ہیں خط لکھا اور دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جس پر میں مطہن ہو گیا۔ لیکن گذشتہ ۶ ماہ سے میری ایک دوسری سلگی ہمیشہ صاحبہ سلس خطوط لکھ رہی ہیں کہ ابھی تک جو واقعہ ہوئے ہم اُس پر پردہ ڈال رہے تھے۔ لیکن آج میں تم کو حقیقت سے آگاہ کر رہی ہوں کہ مختاری بیوی کے تعلقاً دوسروں سے ہیں، بہتر ہو گا کہ تم اس کو چھوڑ دو اور اس کے عکس ابھی تک میری بڑی بہن اور ہنوفی ایسی کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس معاملے میں میں سخت پر نیاش میں بدلنا ہوں۔ برائہ کرم قرآن اور حدیث کی

میں اسے اطمینان حاصل نہ ہو تو خصوصی، جنجل اہرٹ، رجح اور کڑھن بہر حال اس کا جائز حق ہے اور بہتری سیری صور توں میں اس کے جذبات انتقامی رجح بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

عاقل را اشارہ کافی است!

### زمین کا ایک معاملہ اور بال حرام کا تذکیرہ

سوال ۱۰۔ از۔ غلام رسول ملک۔ آردنی کشیر۔

(۱) زید نے عمر و سے پچھر قسم لی اور اس کے عوض اپنی پچھے زمین دیتے کا وعدہ کیا۔ بعد میں زمینے کن و جہات کی بناء پر فرمادی پس وہ سے سے پچھر گیا اور عمر و کو زمین بخچے سے انکار کر دیا۔ اب زید مر جا ہے اس کے ورثاء عمر و سے مطالبہ کرتے ہیں کہ زمین ہماری ہے۔ لیکن عمر و زمین پر قبضہ جماعتے بیٹھا ہے اور یہ کہہ کر زمین و اس کرنے سے انکار کر رہا ہے کہ اسے زید نے میرے باقاعدہ خشت کر دیا، شریعت حق کا اس معاملے میں کیا فیصلہ ہے؟ دادخواہ تک ملک و کے پاس اس کے عوے کا کوئی خسری ثبوت موجود نہیں جب کہ زید کے ورثاء شہادت مطہتہ کی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ زید نے عمر و کے ساتھ سودا توڑ دیا تھا اس لئے زمین ہمیں والپن ملنی چاہتے۔

(۲) اپنے فیصلے میں ساتھ ہی بھی واضح فرمائیں کہ اگر مورث ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی وراثت ترکے میں چھوڑ دیتا ہے تو کیا یہ قانونی ہیئت سے ورثام کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اخلاقی ہیئت سے اس کے تزکیہ کے لئے کیا پچھے کیا جانا چاہتے؟

### چوار سوالات

(۱) یہ تو اسکے بیان سے مخالف ظاہر ہو رہا ہے کہ زید نے قرض لی ہوئی رقم کے عوض عمر و کو کچھ زمین دینے کا وعدہ ضرور کیا تھا۔ درثماً بھی یہ نہیں کہتے کہ وعدہ نہیں کیا تھا البتہ وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ ایک قسم کا سودا تھا

اور اگر بلا نے میں والدہ کی خدمت لگزاری مانع نہیں بلکہ کوئی اندرونی ہے تو اس عذر کا ملاج کر کے بلا نے ہی کارستہ نکالیتے۔ بیویاں اس لئے نہیں ہوتیں کہ انھیں سالوں الگ طالعہ کے رکھا جائے۔ بخوبی ہو یا امریکہ۔ جہاں آپ وہیں آپ کی بیوی۔

طلاق دینا اولیے تو رد کے اختیار میں ہے۔ جب چاہے دیپے لیکن اسلام پر نہیں کرتا کہ انتہائی ناچاریہ صور توں کے علاوہ طلاق کی قبولت آتے۔ جو کو اتفاق ہے لکھوڑہ بہشت کرتے ہیں فیصلہ کن نہیں ہیں لیکن آپ کی بیوی و اتنی بد کردار ہو چکی ہے۔

اوہ اگر خدا خواستہ ہے بھی جکی ہے تو آپ کو انسان نکریوں جب کہ ڈھانی سال لگڑ جانے پر بھی آپ اسے اپنے پاس بلانے کے عوض اس این واؤں میں بدل لیں کہ اسے رنجیں یا طلاق دیں۔

معاش کے لئے ترک وطن نہاد نہیں۔ لیکن ایسی معاش جو زن و شوہر کے درمیان طویل جداگانہ پیدا کر دے ٹھنک نہیں ہے بلکہ بعض حالتوں میں کتابہ ہو جائے۔ اب تھی دیکھیجئے کہ خود آپ کے بارے میں آخر یا اطمینان کم سے کم آپ کی بیوی کیسے کرتے کہ ڈھانی سال سے آپ بخوبی میختشی اعتبار سے پرہیز کاری ہی کی زندگی لگزار رہتے ہوں گے۔ ایک جوان مرد کے لئے عادہ بیعی رانی قیاس ہے کہ وہ سالوں پاکیازدہ سکے گا جب کہ دنیا کے تقریباً تمام ہی خطوں کی معاشرہ شہروانی جذبات کو ہوا دینے والے خروجات و مظاہر سے بفریز ہو چکی ہے اور غیر عالمی جنسی اخلاقی فیشوں میں چکا ہے۔

مطلب بہترین لفڑا آپ کے لئے کیا ہے؟ لیکن یہ نہیں کی کہ آپ اخیار کر چکے ہیں جسے میں یہ پرسہ کر رہا تھا۔ پر نظر میں رکھئی کہ آپ کی طرح آپ کی بیوی کو بھی خود آپ کے بارے میں یہ اداشت کرنے کا سجا طور پر حق ہے کہ اسی طویل جدایی کے دوران آپ کا یہ کوشش ہافت نہیں رہ گیا ہو گا۔ عورت طلاق نہیں دے سکتی ملمرد کی پاکیازی کے بارے

نہ عدالتی جائز ہو گا نہ عدالتی سطح پر۔ بلکہ جس طرح کوئی طرفی ہوئی چیز سل جاتی ہے اور یہ لہبیں پتا چلتا کہ اس کا مالک کون ہے تو اسے یا تو سرکاری بہت المال کے نقطے والے شعبے میں داخل کر دا جائیا ہے یا ایسا کوئی شعبہ موجود نہ ہو تو غیر اسلامی مسائل پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

اور اگر مال حرام علیحدہ نہیں ہے بلکہ مال حلال میں مخلوط ہے۔ مثلاً دس بیگہ زمین پتے ہیں ورنار کے علم کے طبق دو بیگہ کے قریب ناجائز طور سے حاصل کی ہوئی ہے مگر یہ پتے نہیں کہ یہ دو بیگہ اس میں کس جگہ ہیں۔ تو دیکھنا ہو گا کہ کن لوگوں سے یہ بطور حرام حصہ کی گئی تھی۔ اگر ان اشخاص یا اشخاص کا علم ہو جائے تو وہ بیگہ زمین کی قیمت انھیں یا اسے ادا کرنی ضروری ہے۔ اور اگر تبہی نہ چلے کہن لوگوں سے حاصل کی گئی تھی، یا جن سے حاصل کی گئی تھی وہ مرتکب کئے ہوں اور ان کے ورنار کا بھی پتہ نہ ہو تو اس حالت میں اگرچہ تضاد ہے۔ یعنی عدالتی اعتبار سے اس پر تصریف جائز ہو گا۔ یعنی اسلامی قانون قضا کوئی دست اندرازی اس کے استعمال میں نہیں کرے گا لیکن دیانتہ یہ بھی ورنار پر حلال نہیں ہے اور چلائیں گے کہ اس کی قیمت صدقہ کی جائے۔

مخلوط مال حرام و حلال کا تذکرہ اسی طرح مکن ہے کہ اگر جائز مالوں کا علم ہو تو اندرازہ کر کے مال حرام یا اس کا بدال انھیں واپس کیا جائے اور اگر مالکین نامعلوم ہوں تو خراجات کر دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### دعا کی خوشی و خیر کا پرہصا بد نہیں ہے،

سوال ۲:- از۔ محمد عبد الجلم شناک۔ چہار اشتر۔

فروی روزانہ خوشی و خیر کی طرف ہتھا ہے۔ ہمارے ایک دوست اس کو بیووت کہتے ہیں۔ ان کی منطق ہیری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں آپ کا محل پڑھتا ہوں جو ہر ماہ مجھ کیچھ دینی معلومات۔ سہ آنکھا کرتا رہتا ہے۔ خدا آپ کو اس کا یہ نیک کی جزا سے خرد۔

لہ وہ مال ہوئی ہے پڑا پڑا یا مل جائے اور پتہ نہ چلے کہ اس کا مالک کون ہے۔

اور یہ سودا زیدہ نے مکمل کرنے سے قبل ہم متوجه کر دیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ وعدہ کر کے پھر جانا لگا تھا لیکن بات ہے اور یہ کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عند اللہ وہ گناہ گوار ہوا۔ اسے وعدے کے مطابق عمل کرنا چاہتے تھا مگر باعتبار ظاہر مت ذکرہ زمین پر عمرد کا قبضہ ختم تسلیم نہیں کیا جا سکتا یہونکہ دنیاوی قانون کی طرح مشرعی قانون بھی اتنے عدالتی قیصہ ملوں میں شہادت اور ثبوت یہی پر مدار رکھتا ہے۔ کسی جائز ادایا زمین کی ملکیت ثبوت چاہتی ہے۔ عمرد کے پاس اگر تشقی خش ثبوت نہیں ہے تو زمین پر اس کا دعویٰ درست نہیں مانا جائیکا۔

النتیہ یہ ضرور اس کا حق ہے کہ جو رقم اس سے زید نے قرض لی تھی اگر اس کا ثبوت اس کے پاس نہ ہو گی۔ یا مشبوث تو نہیں ہے مگر ورنار اس کا علم رکھتے ہیں اور اسے درست تسلیم کر دیتے ہیں تو وہ ورنار سے اسے دھول کرے۔ یہ رقم اگر مورث کے چھوٹے ہوئے مال سے کم ہے تو اس کے بقدر مال عمرد کو دیتے کے بعد ہمی تر کہ تسلیم ہو گا اور اگر اس سے زائد ہے تو تمام تر کہ قرض کے حساب میں محسوب ہو کر عمرد کو مل جائے گا اور پھر بھی جتنے پیسے باقی رہیں گے ان کے بارے میں مورث کے عزیز و اقربا پر قانون اتو نہیں مگر اخلاق ایہ ذمہ داری ہو گی کہ اگر ان میں اس طبق احتہا ہے تو اس کی بھی ادائیگی کریں اور مرستے والے کو اس عذاب سے بچائیں جو مفرض کے لئے مقدور ہے۔

وعدے سے پھرنا۔ جیسا کہ تم کہے چکے بڑے لگنا کی بات ہے لیکن عدالتی سطح پر قانون شرعاً میں بھی اسکی حیثیت یہ نہیں کہ اسے تحریری ثبوت کے درجے میں رکھ لیا جائے۔

(۲) اگر مورث کوئی ایسا مال حرام چھوڑتا ہے جو الگ اسے رکھا ہوا ہے۔ مثلاً ایک مکان ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ اس پر مورث نے ناجائز طور پر قبضہ کیا تھا اور حقیقتہ وہ فلاں شخص یا اشخاص کا حق ہے تو دارثوں پر احرب ہو گا کہ اسے فلاں شخص یا اشخاص کے حوالے کریں۔ اور اگر متین طور پر معلوم ہی نہ ہو کہ یہ کس کا ہے تو بھی اس پر مورث

## جواب :-

لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی اہل فہم پر مخفی نہیں کہ زبان و بیان کے کچھ اسلوب ہیں۔ فضاحت و بلاغت اور تہذیب و شاشستگی کے کچھ ضرب ای طبق ہیں۔ فہیم اور سلیمان شعار احمدی و ہبی کہاں کے کجا جو ادب لفظ کو سے بہرہ درپر اور موقع محل کی مناسبت سے قصیر و بلیغ کلام کرے۔ اسی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اللہ اور رسولؐ نے مختلف موانع کی مناسبت سے دعا تین اور مناجاتیں ہم غلاموں کو تلقین فرمائی ہیں اور اسی ضرورت کے پیش نظر اہل علم بنرگوں نے مزید ایسی دعا میں ترتیب دی ہیں جن میں دعا کرنے والے کے عجز، احتیاج اور خستہ حالی۔ اور اللہ جل جلالہ کی عظمت و قدرت، آقانی اور کبریٰ کی کازیاً<sup>۹</sup> سے زیادہ بیان ہے۔ یہ بذعت نہیں کیونکہ اس کا مقصود کسی نئی عبادت کی ایجاد نہیں۔ اس کا مقصود تو اس اتنا ہے کہ بندہ زیادہ سے زیادہ بہتر لفظوں میں اپنے عجز و انکسار اور اللہ جل جلالہ کی جلالت و جبروت کا اظہار کر سکے۔ مقصود یعنی شرعی ہے۔ لہذا حب کوئی شخص دعائے کنجع العرش پڑھتا ہے یا مولانا اشرف علیؒ کی مناجات مقبول دہراتا ہے تو مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس سے کوئی ایسا ثواب حاصل ہو گا جو دعا کے دوسرا طریقوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ مطلب اس یہ ہوتا ہے کہ ڈھنگ سے دھماکے لی جاتے۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ دعا کسی معین عبارت میں محدود نہیں، لہذا بعد کے نیک لوگ اگر اپنے اپنے فہم کے مطابق نئے کلمات دعا کے لئے ترتیب دے لیتے ہیں اور ان کلمات سے اخلاف فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس میں بذعت کا دخل نہیں۔ ہاں ناز کے اندر وہی دعا میں پڑھنی چاہتیں جو مخصوص ہیں۔

### مسجد کی دیوار سے استفادہ

سوال ۱:- از- محمد سعید- ضمیح عظام گلرہ۔  
مسجد کے متعلق جو طبارت خاذ اور غسل خاذ ہوتا ہے وہ

جہاں شرک و بذعت سے بچنا انتہائی ضروری ہے، وہی یہ بھی ضروری ہے کہ کسی فعل و عمل پر شرک و بذعت کا حکم لگانے میں اختیاط بر قی جائے۔ دھائے کنج العرش ہو یا دوسرا می وہ دعائیں جیسیں بزرگوں نے مرتب کیا ہے اور دین پسند عوام اپنیں شوق سے پڑھتے ہیں جب تک ان کے مقنون ہی میں کوئی مشرعی نفس نہ پایا جائے ان کا پڑھنا بذعت نہیں کہلاتے گا۔

بذعت اُن نئے امیر کہتے ہیں جیسیں ثوابِ نیت سے اختیار کیا جائے اور شریعت میں ان کی کوئی اصل موجود نہ ہو۔ جیسے سال بہ سال جشنِ میلاد النبیؐ منانा ہے یہ جشنِ ثواب کی نیت سے منایا جاتا ہے مگر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اگر یہ باعثِ ثواب فعل ہوتا تو صحابہؓ بھی حضورؐ کا جشنِ میلاد مناتے۔ نیز خود حضورؐ کسی پچھلے پیغمبر - خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا، لہذا نیات پر ہو اگر یہ حضورؐ کی ایجاد ہے اور چونکہ اس کا مطلوب ثواب حاصل کرنا ہے اس لئے اس کی حیثیت ایجاد فی الدین کی ہے۔ جو سراسر گرامی ہے۔

رہیں دعا میں۔ تو اگرچہ دعا بجائے خود عبادت ہے۔ بلکہ اسے عبادت کا مغز کہا گیا ہے لیکن دعا کا مقصود ہے اللہ سے کچھ مانگنا۔ مغفرت، کامرانی، غافیت وغیرہ طلب کرنا۔ اس کے لئے شریعت نے ہمیں کسی خاص زیان، کسی خاص درد، کسی خاص تسبیح کا پابند نہیں بنایا۔ بلکہ کھلی چھپی دی کہ جن لفظوں میں چاہیں، جس زبان میں چاہیں اللہ کے آگے گڑ گڑ اہیں اور اپنی حاجتیں طلب کریں۔ وہ ہر زبان جانتا ہے اور ہر لفظ کے شیخچہ جنیت اور جذبہ کام کر رہا ہے اس کی بھی پوری واقفیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے دعا کسی لئی بندر ہمی غبارت کا نام نہیں۔

خود ہی سوچ لیں کہ یہ طیرہ فتن تھا یا نہیں۔ رہنمکاح تو اس کے لئے قرآن و حدیث میں کوئی شہادت نہیں۔ اب کیا حاصل کر ادھر ادھر کی بھی کسی روایتوں سے ہم بال کی کھال نکالیں۔ بات دہ پوچھنی چاہئے جس کا کوئی نتیجہ ہو۔ یوسف

زیخا کی داستان قرآن میں جن مقاصد کے تحت ذکر ہوئی ہے دہی لائق اعتنا ہیں۔ ان سے ہٹ کر خواہ نواہ دردسری کرنا تفریح تو ہے گر و وقت اور قوت کی بر بادی بھی ہے۔

### الیصال ثواب

**سوال ۷۔** از۔ محمد ناصر خاں۔ ضلع بیڑا۔

دنیٰ تعلیم اور حج سے متعلق معلوماتی رسالہ "البلاغ" میں جناب محی الدین منیری صاحب نے "کار خیر" کے عنوان سے تحت جناب عبدالستار صاحب اور عبد الجمید صاحب کے کار خیر کو سراہنئے ہوئے ان الفاظ میں دعا دی ہے:-

"ہماری دعا ہے کہ اللہ یا ک ان کے جذبات خسیر کو قبول فرمائے اور اللہ و رسول کے ہمہ انوں کی اس خدمت کے لئے مرحوم والد کی نجات اور درجات عالیہ کا ذریعہ بنائے۔"

پوچھا صرف یہ تھا کہ کیا والدین کی نجات اور اس میں اضافہ کا دار و مدار اولاد کے نیک کام کرنے پہنچے؟ اگر اولاد الیصال ثواب کے لئے کوئی کار خیر کرے تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ والد کی نجات ہو گی؟ جب کہ خدا تعالیٰ کے پاس کسی قسم کی سفارش یا دروغیت نہیں ہلتی۔ بڑے بزرگوں سے تو سنتے آئے ہیں کہ جو جس اکارے گا ویسا ہی بھرے گا۔ کسی اکار کا اچھا عمل کسی دوسرے کی نجات یا بخشش کا ذریعہ نہیں بنتا بلکہ نجات کا دار و مدار تو اعمال کے اچھے یا بُرے ہونے پر ہے۔ مگر منیری صاحب کی

بات سے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ والدین کو بخشوana یا بخدا دوانا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ لیں ادھر الیصال ثواب کے لئے نیک کام کئے اور ادھر والدین کی بخشش ہوئی یا نجات مل گئی۔ پھر غیر مسلموں کا یہ خیال جسما ہی پر گاہ کمر حرم و والدین کی تنسا ویر کی پوچھا کرنے اور ان پر بچپول چڑھانے سے والدین کی آنمازوں کو شانتی ملتی ہے۔ اب اس کے سو مسلموں اور غیر مسلموں میں

مسجد میں شامل مجھنا جائز ہے؟ کیا اس پر کوئی شخص اپنی دیوار بناسکتا ہے؟

### جواب :-

اگر یہ بھارت خانہ یا غسل خانہ اسی طرح وقف ہے جس طرح مسجد کی زمین وقف ہوتی ہے تو اس کی دیواروں سے کوئی ایسا فائدہ اٹھانا کسی کے لئے جائز نہیں ہے جس سے ان دیواروں کی عمر اور وقت متاثر ہوتی ہو۔ مثلاً ان پر اپنی چھت کی طبیعت میکنا۔ یا ان کے پیشے پر کسی قسم کا باداً و المایا نہیں اونچا کر کے اپنے مکان کی دیوار کی چھت سے فائدہ اٹھانا۔

البتہ الگرسی کا مکان اس انداز میں واقع ہو کہ مسجد کا بھارت خانہ یا غسل خانہ استعمال ہوتے ہوئے اس مکان کی بے پر دگی ہوتی ہو تو پردے کا مقصد حاصل کرنے کی حد تک دیواروں کو اونچا کر دینا جائز ہو گا۔ بلکہ یہ تو مسجد کا فرض ہے کہ مسجد ہی کے پیسے سے دیواریں اتنی اونچی کرائے کہ بہ ابر و اے مکاؤں کی بے پر دگی نہ ہو۔

### تجھی پر ای کیا پر طمی - - -

**سوال ۸۔** از۔ احمد پارہ درس۔ ضلع ڈیرہ غضینخان۔

کیا زیخا فاسقہ تھیں؟ کیا اس کا حضرت یوسف سے نکاح ہوا تھا؟ ڈیرہ بانی فرماک قرآنی آیات کی روشنی اور احادیث رسول مقبولؐ کی روشنی میں جواب تجھی کی قربی اشاعت میں علیقہ فرماؤں۔

### جواب :-

داؤ تھیں تو تعدد اہل علم نے زیخا کے بارے میں بھی خوب خوب دی ہے۔ مفید سمعتہ نوہم بھی اس پر کوئی صحفہ لکھ ڈالتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس طرح کی عتیقی وقت کی بر بادی کے سوا کوئی منفعت نہیں رکھتیں۔

زیخا نے یوسف عليه السلام کے ساتھ کیا و طیرہ اختیار کیا۔ اس کا تفصیل ذکر قرآن ہی نے کر دیا ہے۔ اب پ

فخر قیکارہ جاتا ہے کہ راستے الگ الگ ہیں لیکن ٹھکنا توایکے۔ پھر آپ ہی بتاتی ہے کہ میرتی صاحب نے یہ بات کس بنیاد پر کہی ہے؟

## جواب ہے:-

آپ پر ہزار روپے قرض ہیں مگر جیب خالی ہے ادا کہاں سے کریں۔ قرض خواہ دعویٰ دائرہ نہ تھے اور عدالت آپ کے لئے جیل کا فصلہ دینی ہے۔

اب اس وقت آپ کا بیٹا آتا ہے اور ہزار روپے آپ کو پیش کرتا ہے کہ یہ ادا کر کے سزا سے بچ کر پائیں۔ آپ روپے داخل کر دیتے ہیں اور جیل کی بجائے خرماں خرماں چھڑا جاتے ہیں۔

تباہی یہ معاملہ عدل کے مطابق ہوا یا غلط؟ اگر مطابق ہو تو پھر آخرت ہی کے بارے میں آپ اتنے مقتدر ہیں کہ اگر کسی گناہ کارماں باپ کا بیٹا اپنا مل خرچ کر کے اس کا ثواب اپنے فوت شده ماں باپ کی بخشش ہے تو آپ یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے کہ اللہ اس ثواب کو ان ماں باپ کے حمدہ میں رکھ دے گا اور اس کے بعد انھیں معاف مجش دے گا۔

بڑے بزرگوں سے سُننا کیا معنی۔ یوں کہتے خود قرآن و حدیث میں صراحت سے آیا ہے کہ ہر شخص اپنے ہی اعمال کا جواب دہوگا اور اپنے ہی اچھے عمل اسے جنت میں پہنچا دیتے گے۔ لیکن یہی قرآن و حدیث یہی تصریح کے ساتھ بتاتے ہیں کہ مومن توہبہ کرے تو یوں شرک کے اللہ تعالیٰ ہرگناہ معاف کر دیتا ہے۔ اب اگر آپ یوں کہنے لگیں کہ سالہا سال کے گناہوں کو فقط پل بھر کی توہبہ کے نتیجے یہی معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کا الصاف نہیں ظلم ہے عدل نہیں رُور عایت ہے تو بتائیے اس طرزِ فکر کو کیا کہیں گے؟

میرتی صاحب — خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔ — ان کی بات کا یہ مطلب تو نہیں نکلتا کہ والدین کو بخشوana

بخارے ہاتھ میں ہے لیں ادھر الیصال ثواب کیا اور ادھر بخشش ہے گئی۔ انھوں نے تو فقط دعا کی ہے۔ دعا خود آنچہ بھی اپنے والدین اور دیگر مسلمانوں کے لئے کرتے ہی ہوں گے۔ اگر اندازِ فکر ہی طھر اور سنگین اختیار کیا جائے کہ مرنے والوں کو اپنے اچھے بھرے اعمال کی جزا اور سزا سے دو چار ہونا ہی ہے تو پھر دعا کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔ حالانکہ خود قرآن میں ایسی متعدد دعاؤں کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سزا و جزا کا قانون اپنی جملہ درست، لیکن ہم بندوں کو اپنے، اپنے والدین کے اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے دعا اور الیصال ثواب سے غافل نہیں رہنا چاہتے۔ دعا کو قبول کرنا اور ثواب کو حرمون تک پہنچانا اللہ کے فضیل میں ہے۔ وہ چاہے لاکھ دعا میں رکھ دے چاہے کروڑ دعا میں قبول کرے۔ یہ نہ میرتی صاحب کہہ رہے ہیں مذکوری اور کہہ سکتا ہے کہ ہم دعا یا الیصال ثواب کے ذمیع ضرور ہی اپنے والدین یا کسی اور کو فوراً بخشواليں گے۔ استغفار اللہ۔ بخششا، دعا کو قبول کرنا، الیصال ثواب کی موثر بنا ناسب اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہمارا کام تو شریعت کے دائرے میں رہ کر کوشش کرنا ہے۔ دعا کرنا ہے۔ صدقہ و خیر کرنا ہے۔

یہ کس نے کہدیا کہ خدا کے پاس کسی قسم کی سفارش نہیں چلتی؟ — یہ تو گمراہ نبیوں کا عقیدہ ہے۔ قرآن صراحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ اللہ کے یہاں بھی شفاعت باریا۔ ہر ہوتی ہے لبشر طیکر اللہ کسی کو شفاعت کا اذن عطا فرماتے ہیں اپنا پیسے غرباً میں تقسیم کر کے دعا کرتے ہیں کہ اس کا ثواب ہمارے والدین کو پہنچ جائے۔ اب یہ اللہ کی مرضی پر ہے کہ وہ ہمارے عمل کو قبول فرمائے اس کا ثواب ہمارے والدین کے حصہ میں رکھ دے یا نہ رکھے۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس ثواب کو رد ہی کر دے گا۔

پتہ نہیں تصاویر کی پوجا اور جڑھا ووں سے الیصال ثواب کا جو طریقہ ملا۔ — ان چیزوں کے تیکھے کوئی علم نہیں۔ یہ حضن تھیجن وطن کے برگ و بارہیں۔ توہماں کے آفریدہ ہیں۔

سے منسلک نہیں ہیں اور نہ کسی امیر جماعت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شرف انھیں حاصل ہے اس لئے اپنی اس مکروہی پر پردہ ڈالنے کی کوشش فرار ہے ہیں۔ متندا کہ استفسار میں مزید غریب ہی یہ بھی ہے کہ استفسار کرنے والے صاحب نے خود کو جماعتِ اسلامی کا ممبر پور کیا ہے یا یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے گویا وہ جماعت کے ہمدرد ضرور ہیں۔ ایک حد تک اسی اپنی کوشش میں کامیاب بھی رہا ہے جیسا کہ آپ کے اس جملے سے ظاہر ہے ”آخر یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟“ ایسا معلوم ٹرتا ہے کہ آپ پرے اخلاص کے ساتھ جماعت کے ایک فرد سے مخاطب ہیں۔ لیکن حقیقتِ حال کچھ اور ہی ہے۔

یہاں حیدر آباد میں ایک ادارہ ”ادارہ اہل سنت و جماعت“ کے نام سے پھر دینی کام کر رہا ہے۔ ماہ دسمبر والا استفسار دراصل اسی ادارے کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس میں نہ کسی نہیں مدد ملی خاص صاحب اس ادارے کے رکن ہیں مگر ان حضرت سے ذاتی واقفیت کی بناء پر عرض کر سکتا ہوں کہ یہ صاحب لکھنے پڑھنے کی اتنی صلاحیت نہیں رکھتے کہ بطور خود ملت کرہ استفسار را آپ کی خدمت میں (قلم بند کر کے ارسال کر سکیں اور ظاہر ہے کہ ادارے کے سر برآورده حضرات ہی کی یہ تحریر ہو سکتی ہے۔

ادارہ اہل سنت و جماعت اور اس کے ارکان کا خیال اور عقیدہ ہے کہ دنیا جہاں میں غلی محتاجِ بیوت دین کا کام فقط یہی ایک ادارہ را دارہ اہل سنت و جماعت، انجام دے رہا ہے۔ مانا اعلیٰ و اصحابی کے معیار پر دینی تعلیم کے اجراء کا یہ ایک واحد مرکز ہے۔ اس واحد مرکز میں تعلیم پائے ہوئے انسداد عقائد و اعمال کی کشافت میں سے یعنی شرک و بدعت وغیرہ سے منزہ ہو کر ما اعلیٰ و اصحابی کے معیار پر پورے اُترتے ہیں اور یقیناً ادارے پر ہی ”المجاعة“ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ادارہ کے سربراہ اس موقف میں ہیں کہ نہ صرف عام مسلمانوں کو بلکہ تمام دوسری جماعتوں کو جو دین کی خدمت کا کام اور مسلمانوں کی اصلاح کر رہے ہیں کو دعوتِ اتباع دین، لہذا جو کوئی اس ادارے میں شرک

اس کے برخلاف مرہموں کو زندوں کی دعاوں اور صدقۃ صریح و صحیح سے ثابت ہے۔

اُس یہ بہر حال طے ہے کہ ایصالِ ثوابِ طہیک اسی دائرے کے اندر ہونا چاہیے جو شریعت نے یقین دیا ہے۔ جیسے غرباً کو کھانا کھلانا۔ کپڑا پہنانا۔ علم دین کی درستگاہوں کو مار دینا۔ مسافروں کے لئے سرائے بنانا۔ رفاهِ عام کی خاطر کنوں کھدا وانا۔ نن لگوانا۔ غریب لطفگوں کی شادی کرانا وغیرہ لذک۔

رہے ایصالِ ثواب کے ذہ طریقے جنہیں خود ساختہ رسموں اور سبے بنیاد رواجوں کے سابقوں میں ڈھان لیا گیا ہے تو وہ اپنی ہیئت کے اقبال سے بدعت ہیں۔ جیسے کھانوں پر فاتحہ پڑھنا۔ قبروں پر حافظہ بھانا وغیرہ۔

## حدیث بیعت

**سوال ۱۱۳۔** ماذ-آصف - حیدر آباد  
بجلی اکتوبر ۱۹۷۴ء میں ”حدیث بیعت“ پر آپ نے جو کچھ ایشاد فرمایا ہے اس کے بعد کسی سمجھدار آدمی کے لئے مزید افہام تعمیم کی جیاش باقی نہیں تھی۔ لیکن ماہ دسمبر کے شمارے میں اسی حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔ اس استفسار کے پیچے جو غلط تصورات کا فرمایا ہے ان سے میں بخوبی واقف ہوں اسی لئے حقیقتِ حال کا انہصار ضروری خیال کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں گذراں کرتا ہوں کہ ان غلط اور باطل تصورات کی بھرپور تردید فرمائیں تاکہ دین سے ناواقف لوگوں میں کوئی نیسا فتنہ سرداڑا ٹھاکتے خواہ محدود حلقوں میں کیوں نہ ہو۔

ذکر کردہ استفسار سے یہ غلط تائیری ہے کہ کوشش کی گئی ہے کہ گویا آپ نے ”حدیث بیعت“ کو تجھا ہی نہیں! یا پھر اپنی کسی کو تاہمی کی پردہ پوشی کے لئے یا اس کا جواز فراہم کرنیکی کوشش میں حدیث کا صحیح نتھیم بیان فرمائے تھے گریز فرمایا ہے۔ چنانچہ یہاں لوگوں کو یہی باور کرایا جا رہا ہے کہ عامر صاحب کسی جماعت

ہونے والوں کی گردن کاٹ دینے کا حکم صادر فرماتے۔ ادارے کے چند قدر سے سخیدہ علامہ صاحب اجنب اس بارے میں تھوڑی رعایت کے ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ یہ کافروں شرک تو نہیں تھی اور مگر یہ کہ علیحدہ ہونے والے اپنی عاقبت ضرور خراب کر رہے ہیں اور عذاب جنم کے لئے مقتضی ہوں گے۔

معاف فرمائیں آپ کا وقت بر باد کر رہا ہیں مگر کیا کیا جائے بات کچھ ایسی ہی ہے کہ اب ان واقعات کا اظہار اور ان کا آپ تک پہنچانا ضروری ہو گیا۔ معاملہ کھاؤ تک پہنچا ذرا اُس کی مختصر کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔ خوبی قسمت کیتے یا شرمی قسمت کہ الحقر کو موجود امیر ادارہ کی دادا میں کا مشرف حصل ہے۔ ادارے سے علیحدگی پر کفر و ارتاد کے فتووں کی آوازیں آنے لگیں۔ تو میں نے زوجہ محترمہ سے عرض کیا کہ ایک مومنہ کا فرد مشترک کی زوجیت میں بھلاکس طرح رہ سکتی ہے۔ اور جب مجھے امیر ادارہ کے اس ارشاد کی اطلاع ملی کہ وہ علیحدہ ہونے والوں کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکیں گے اگر اقتدار نہیں مل جائے۔ تو میں نے پوری سخیدگی کے ساتھ محترم امیر تک اپنا پیغام پہنچا دیا کہ وہ اپنی مومنہ دختر نیک اختر کو بلاۓ جاتیں کہ ادارے سے میری علیحدگی کے ساتھ ہی نکاح فتح ہوا۔ پھر کیا تھا، متعلقین اور دوست احباب میں پریشانی کی لہر دوڑ لگی۔ با آگے نہیں بڑھی مگر اس کا اثر اتنا تو ہوا کہ کفر و ارتاد کے فتووں کا غلغله دب گیا۔ ہو سکتا ہے کہ امیر محترم نے حصول اقتدار تک اپنے فیصلے کو معرض التواریں رکھ لیا ہو کیونکہ اب بھی ادارے سے علیحدہ ہونے والوں کے بارے میں بعض ادکان ادارہ وہی نظریہ رکھتے ہیں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور احادیث میں جماعت سے کٹ جانے، امیر کی اطاعت نہ کرنے یا بیعت نہ کرنے کے بارے میں جو وعید ہیں ہیں، یہ حضرات اپنے ادارے میں شرکت نہ کرنے یا اس سے علیحدہ ہو جانے والوں پر منطبق کر رہے ہیں۔

نہیں کہے گا اور اس کے امیر کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے گا حب ارشاد بیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، جاہلیت کی بموت مرے گا۔ معلوم ہو کہ ادارے نے اپنے ماہنامہ الحج میں فقط جاہلیت کی توضیح "کفر و شرک" کی ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری خیال کرنا ہوں کہ اس وقت دنیا میں حقیقی ظمیں یا جماعتیں اشاعت دین یا اصلاح المسلمين کا کام انجام دے رہی ہیں۔ ادارے نے اپنے اہلے میں ان تمام پر تنقید اور ان کی تنقیص کر دی ہے اور بزرگ خود یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ان تمام میں کوئی تنقیص یا جماعت علی مہماج بموت کام نہیں کر رہی ہیں۔ اس طرح یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ جاہلیت کی بموت سے چھٹکارہ پانے کے لئے بس ایک ہی واحد سبیل ہم ربک نہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دینی تعلیم کے اس داحدہ کرنے میں شرکت کریں اور اس میں امیر کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ واضح ہے کہ ادارہ اس تعلق سے کسی رعایت یا تھیس کا ہرگز روا ادارہ نہیں۔ اگر جاہلیت کی بموت مرنے کا خوف ہے تو مولانا مودودی، مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا عامر عثمانی و دیگر اکابر علماء و مصلحاء کو بھی ادارے میں شرکت سے سپس و پیش نہیں کرنا چاہئے۔ جو کچھ عرض کر رہا ہو اسے مولانا مذاق باطنی پر محوال نہ فرمائیں۔ یہ حقائق ہیں جن پر آپ چاہئے تھیں کھاتیں یا ماتحت نہ رہائیں۔ لیکن مجھ چیزیں لوگ جو دینی قہوہ پر کہا جائیں، عبور نہیں رکھتے کچھ تصفیہ نہیں کر پاتے کہ آیا تھے کہ یادہاڑیں مار گر رہیں۔

احقر کو ایک عرصہ تک اس ادارے کی رکنیت کا مشتمل رہ چکا ہے۔ لیکن جبکے ادارے نے اتنی اوپری اڑان کا قصد فرمایا تو ناجائز نے خود میں اتنی ہمت نہ پا کہ ادارے سے علیحدگی اختیار کی۔ دوسرا چند اور مکرور دل حضرات نے بھی یہی کیا۔ مگر ان کی اور امیری عاقبت کیا ہوگی۔ اس کا تصرف مدد کر کہ حقائق کی روشنی میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ ادارے کے ذمہ دار افسر ادا کا ہے کہ جو لوگ ادارے سے علیحدہ ہوئے ہیں وہ کفر و شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ادارے کے موجودہ امیر نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر اقتدار ہوتا تو وہ علیحدہ

موزوں نہیں ہوتا لیکن آئے کے خط کا تعلق و نکلہ ایک ایسے ادارے سے ہے جو مسلمانوں میں اپنے افکار و تصورات کی اشاعت کر رہا ہے اور اس کا ایک آرگن بھی ہے اس سے مناسب معلوم ہو اگر پورا ہی خط شائع کر دیا جائے۔

الحق تخلی کے تبادلے میں ہمارے یہاں آتا ہے۔ اسے وقت فوت قاتا ہم نے پڑھا بھی ہے۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ادارہ اپنے سنت و جماعت کے کاربردازیت کی خلاف تک دین و ملت کے بھی خواہ ہیں۔ مخلص ہیں۔ خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن امارت و امارت کے بارے میں آئے اس ادارے کا جو نقطہ نظر بیان فرمایا اس کا ہم ہم بھی نہیں کر سکتے تھے۔ حصیر صاحب مشرک و بیدعت کے خلاف اس ادارے کی حرج و جدید پر نظر جاتی ہے تو یہ بات انتہائی تحریر خیر معلوم ہوتی ہے کہ یہی ادارہ بعض احادیث کے سلسلے میں مستند علمائے سلف اور معتبر شارحین حدیث کی آراء سے بے نیاز ہو کر کچھ مبتدعاً مفہوم ایسے وضع کر لے گا جو سراسر خود ساختہ و بے بنیاد ہوں گے اور ان مفہوم کے تبھی مراہی اور کچھ فکری کی اس انتہائی جا پہنچ گا جس کا تصور بھی کسی دشمن پر عوت اور حاجی سنت کے لئے نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث من مات ولیس فی عنقہ بیعة ما میتۃ جاہلیۃ کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کے لئے ایک طالب حق کو یہی بات بہت کافی ہے کہ وہ مشکوٰۃ کی "عنقہ الامارة" کو شروع سے آخر تک پڑھے اور دیکھے کہ باب کی تمام ہی روایات میں بیعت کس چیز کو کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ باب مسلمان حاکموں سے متعلق ہے اور حاکموں کے تعلق سے جب بیعت کی اصطلاح استعمال کی جائیگی تو اس کا مطلب واحد ہو گا۔ کون نہیں جانتا کہ حاکم وقت کی اطاعت کے عہد و میثاق کا نام "بیعت" تھا اور اگر کسی اور سیاق و سبق میں بیعت کا مفہوم کسی پر کامیاب ہونا بھی ہو اکرتا ہے لیکن یہ حدیث جس سیاق و سبق میں آئی ہے اس میں ایسی کوئی تجھا کش نہیں کہ بیعت حاکم کے

ادارے کے ماہنامہ الحق سے چندستقل عنوانات کے تراش مسلک کر رہا ہوں تاکہ مندرجہ بالاسطور پہہ ان عنوانات سے مزید روشنی پڑے۔

غرض منہاج نبوة اور ما اناعلیہ و احمدیت کے معیار کے دعووں کے ساتھ یہ تماشہ ہو رہا ہے۔ خال تھا کہ اس تماشہ کا بہت جلد ڈرائیور میں ہو جائے گا مگر جب تخلی ہی میں اس بحث کا آغاز ہوا ہے تو یہ ضروری سمجھا کہ حقائق آپ تک پہنچا دوں اور گذراں کروں کہ احقق حق کے لئے متذکرہ نظریات پر علم حق کی روشنی میں آں محترم ایک جامع تبصرہ پامضمن مسئلہ رجھے ذیل موصوف عات کو خیط کر کے ضرور قسم فرمائیں تاکہ لوگ شیطانی چکر سے محفوظ رہیں اور بالخصوص ادارہ مذکور کے افراد کے ذہنوں کی اصلاح ہو اور تاکہ ادارہ ان شیطانی و سیوسوں اور نفسانی کاوٹوں سے محفوظ رہ کر خود اپنی اور دوسری کی اصلاح کا کام کر سکے۔

؆ امیر امام، خلیفہ ان الفاظ یا اصطلاحات کا شرعاً مذین میں کیا مفہوم متعین ہے اور ان مذین میں کوئی نظر ہے یا کیا؟

؆ ان تمام احادیث کے پیش نظر جن میں امیر کی بیعت کرنے اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہے۔ امیر کی نافرمانی پر و عید ہے وغیرہ۔ تو خداوت فرمائیں کہ ان احادیث میں امیر سے کون امیر مراد ہے اور جماعت (الجماعۃ) سے کوئی جماعت۔ آج دنیا میں ایسی کوئی جماعت یا امیر ہے کہ اس پر الجماعتہ اور اس جماعت کے امیر پر ان احادیث کا اطلاق درست ہو چکا۔

؆ یہاں اللہ علی الجماعتہ یہاں الجماعتہ سے کوئی جماعت مراد ہے؟

امیر کہ آں محترم تخلی کی اولین اشاعت میں ان امیر پر روشنی ڈال کر ہم غریب مسلمانوں کی رہنمائی فرمائیں جو اعلان:-

طوین خطر ط کا اندر اج "تجلی کی ڈاک" میں گردبھی

جو لوگ اس کے مفروضہ امام سے بیوٹ نہ کریں وہ کافر ہو گئے تو اسے فاطر العقول کا ادارہ کہہ لیجئے یا سادہ لوحون کا۔ ہر حال سلیم العقل اور اہل الراست حضرات کا ادارہ تو نہیں کہا گا۔ لستا۔ ویسے یہ اچھی طرح مخاطر رکھئے کہ ہمارا تبصرہ آپ کے بیان کی حدود تک ہے۔ اگر واقعہ ادارہ اہل سنت و جماعت کا یہی موقف ہے جو آپ نے ذکر فرنگیا ایات پیغام انہا را تبصرہ یہی ہے لیکن اگر اس کا کوئی ذمہ داری ہے کہ آپ نے اس کے عقیدوں خیال کی ترجیح نہیں میں بھوکر کھانی ہے اور حقیقتہ وہ ایسی راستے نہیں رکھتا تو ہمارے تبصرے کا رخ آپ سے آپ مطہر ہیں۔

(۱) بہتیرے الفاظ سیاق و سباق کی مناسبت سے اپنا مفہوم بدلتے ہیں۔ مثلاً امیر کا لفظ ہے۔ اگر نہ کہہ حاکوں کا ہوا اور موضوع گھنکو خلافت و حکومت ہو تو امیر کا مفہوم بہت سر برہ حکومت اور اگر یہی لفظ تابغی جماعت والے لئے جائی دوروں کے سلسلے میں یوں رہتے ہیں تو مطلب ہو گا وہ شخص جسے کوئی تبلیغی گروہ عارضی طور پر اپنے سفر تبلیغ کا سر برہ بنائے۔ غریبوں کے بال مقابل یہ لفظ بولا جائے گا تو مطلب ہو گا دولت مند۔

اماں۔ امام صلوات کو بھی کہتے ہیں۔ اماں۔ امام فخر کو بھی کہا جاتا ہے۔ امام حاکم وقت کو بھی کہتے ہیں۔ ہر مفہوم کا اعلان موضوع گفتگو اور سیاق و سباق سے ہے۔

خلیفہ بعض علقوں میں جنم کو بھی کہا جاتا ہے۔ پہلوانوں کی نوبت میں خلیفہ اکھاڑے کا استاد بھی کہلاتا ہے۔ طریقیت کی اصطلاح میں خلیفہ اس مرید کو بھی کہتے ہیں جو کسی مرشد کا جانشین ہوا ہو اور خلیفہ وہ حاکم وقت بھی ہے جس کی ترجیحی "خلافتے راشدین" کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ اپنے سر ہر ہے کہ شماز کی بحث میں کوئی شخص امام کا مطلب امیر المؤمنین لے لے۔ یا پہلوانوں کے خلیفہ کو مسلمانوں کا خلیفہ قرار دے لے تو یا تو وہ الحق ہو گا یا زندگی یا پھر سخرخہ۔

(۲) تمام ہی ایسی احادیث میں جو بیعت امیر کے حکم اور بیعت شکنی کی مخالفت پر مبنی ہیں یہی کے لفظ کا ایک ہی مطلب ہے۔ امیر المؤمنین۔ جو شخص اس کے ملا وہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ

سو کوئی معنی لئے جاسکیں۔ جو شخص اور کوئی معنی لیتا ہے وہ زندقی کی راہ اختیار کرتا ہے۔ زندقہ یہی تو ہے کہ تصویص کے الفاظ پر تو ایمان کا دعویٰ کیا جائے لیکن ان کے معانی میں تحریف کردی جائے۔ ہم ان لوگوں کو سادہ لوح اور کم فہرسم سمجھتے ہیں جو نیک ثقیل کے ساتھ اس حدیث سے بیعت حاکم کے سوا کسی اور بیعت کا مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کی نیت بھی طحیک نہ ہو تو پھر ان کے فتنہ پر دائر اور شرپسند ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے متعلق استفسار کیا تھا اور یہ بھی پوچھا تھا کہ ہم لوگوں کے لئے اس امر میں بخات کی کیا صورت ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں:-

"لیس فی عنقرہ بیعة سے کہا یہ ہے خود ج عن طافہ الامامہ سے اور یہ حق ہے وقت تحقیق امام کے۔ اور جب امام نہ ہو تو اس عینی کو لیس فی عنقرہ بیعة صادق نہیں آتا اس نے تو کوئی تردید نہیں۔" (۱) اراد الفتاویٰ جلد ۷۔ ۱۰ جادی الاول ۱۳۷۹ھ  
تتمہ اولیٰ ص ۲۲۶)

کیا اس جواب سے طبعی طور پر یہ بات صاف نہیں ہو جاتی کہ جس امام کی بیعت کا ذکر ہے وہ وہی امام ہے جسے خلیفہ یا امیر المؤمنین کہا جاتا ہے۔ جب حکومت ہی مسلمانوں کی نہیں تو یہیں اس پارے میں تشویش کی ضرورت کیا ہے کہ کس کی بیعت کا قلادہ گیر دن میں ڈالیں جو ہماری موت جاہلیت کی موت نہ ہو۔ مملکوتو کی شرح مرتقات دیکھ لی جائے۔ وہاں بھی یہاں ایک امرِ قطعی کے طور پر ملے گی کہ بیعت سے مراد اس حدیث میں بیعت حاکم ہے۔ امام ابن ہبام کی شرح مسائیرہ دیکھ لی جائے۔ وہاں بھی میتہ جاہلیہ کا مفہوم ہی ملے گا کہ مسلمان حکمران موجود ہوا اور کوئی مسلمان اس کی اطاعت سے خروج کرے یا اطاعت سرے سے قبول ہی نہ کرے تب یہو لستہ کی موت ہوگی۔ اب اگر کوئی ادارہ لفظ امام کا ایک طبع و ادب فہم طریقیت ہے اور ہر پسر فکری زور زبردستی کی اس انتہا تک پہنچ جاتا ہے کہ

افراد میں اجتماعیت کا شعور اور مل جل کر کام کرنے کی اسپرٹ ہے۔ جس کے افراد محض ذاتی اغراض کو اپنے دینی بھائیوں کے اغراض پر وظیفت نہ دیتے ہیں۔ جس کے افراد یہ احساس رکھتے ہیں کہ ہمیں اپنے کاموں میں تنہا اتنی ذاتی اپنے اہل و عیال ہی کی تنفعت پیش نظر نہیں رکھنی چاہیے بلکہ یہ بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ ہمارے افعال و اعمال سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے فائدہ ہی پہنچے۔ چنانچہ اس سے قبل والی عدالت میں ہضوم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان ایک آدمی کو جلدی بہکالیتا ہے اور ایک سے زائد کو بہکانا اس کے لئے دشوار ہوتا ہے لہذا جو شخص چاہے کہ جنت کے محل اس کے حصے میں آئیں وہ جماعتی نزدیکی کو لازم پکڑے۔

اب ظاہر ہے کہ اس سیاق و سبق میں جماعت سے مراد کوئی ”پارٹی“ نہیں ہو سکتی اور مقصود کلام بس یہی ہو سکتا ہے کہ تہواروں سے بوجل جل کر کام کرنے کی عادت ڈالو۔ چند آدمیوں کے اشتراک و اتحاد سے گوناؤں فائدے حاصل ہوتے ہیں اور ایکیلے ایکیلے ہر شخص کا اپنے مفادات کے پیچے دوڑنا معاشرے کو انتشار اور خود غرضیوں سے بھرتا ہے۔ علاوہ ازیں حدیث کے اس مکمل سے کہ — ”اللہ میری امانت کو گمراہی پر جسم نہیں کرتا۔“ یہ بھی تعلیم میں کہ جن عقائد تصورات پر امانت کا سواد اعظم متفق ہو چکا ہے ان سے اخراج نہ رکھت کرو۔ ایسا کرنا گمراہی ہو گا کیونکہ امانت کے سواد اعظم کو گمراہی پر جمع کرنا اللہ کی سنت نہیں ہے۔ چنانچہ ہمارے دور کے جو مغرب زدہ حضرات اسلام کی مرمت کا فلم اٹھاتے چھرتے ہیں اور اپنے نادر اجتہادات سے امانت کے متفق ملیے عقائد کو مشکوک بنانے کی خدمت انجام دیتے ہیں اجھیں بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ وہ الجماعت سے کٹ گئے۔ اب آئیئے مشکوک کی کتاب الہ ماسۃ وکھیں۔ اس میں ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مردی ہے کہ:-

”فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر شخص اپنے امیر میں کوئی ایسی چیز دیکھ کر اس کے لئے باعث کر رکھ ہو تو اسے چل جائے کہ صبر کرے کیونکہ ہر شخص جماعت سے

ظللم دھاتا ہے۔

(۳۴) یہ اللہ علی الجماعت میں جماعت سے کیا مراد ہے اسے دیگر احادیث ہی سے سمجھ لیا جائے۔ یہ حدیث تمدنی کتاب الفتن۔ باب فی لزوم الجماعت میں آئی ہے اس باب کی پہلی حدیث میں یہ بہایت فرمائی گئی ہے کہ تقریباً واقعہ سے بچا اور اتحاد و توافق کی راہ اختیار کرو۔ دوسری حدیث یہی ہے جس کا فقرہ موضوع گفتگو ہے۔ ہضوم نے فرمایا:-

ان اللہ لا یجمع امانتی اللہ تعالیٰ میری امانت کو دیا یعنی ای داؤ قال امۃ محمد علی کو امانت محمدی کو گمراہی پر جماعت نہیں صنادل تدید اللہ علی کرتا۔ اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے الجماعت و من شد اور جو شخص کٹا جماعت سے سمجھ شد ای الناس۔

لورکٹ کرائیں کی طرف گیا۔

جنما بھی غور کریں گے یہ حقیقت واضح ہوتی ہیں جلے گی کہ یہاں الجماعت سے مراد وہ اصطلاحی تقطیع ہیں ہیں جنہیں ہم لوگ خاص مقاصد کے تحت قائم کر کے ان کا ایک نام رکھ لیتے ہیں۔ جمیعت علماء ہند بھی اپنی پیشانی پر یہ اللہ علی الجماعت لکھتی ہے۔ پھر کیا آپ ہمیں گے کہ جو جمیعت علماء سے کٹا وہ جنم رسید ہوا۔ جماعتیں مسلمانوں میں بہتری ہیں۔ ان میں کئی ایسی ہیں جو خالص دینی ہی مقاصد سے قائم ہیں مثلاً جماعت تبلیغی، جماعت اسلامی۔ ان میں سے کسی پر بھی ہم اور آپ تنقید تو کر سکتے ہیں۔ یہ جائزہ تو ہے سکتے ہیں کہ ان میں کون دین کے حق میں زیادہ مفید ہے اور کون کم۔ تینیں یہ سمجھ نہیں کہہ سکتے ان سے الگ رہنا جنمی ہونے کے مراد ف ہے۔ اگر ہر جماعت اپنے آپ کو اسی حدیث والی الجماعتہ قرار دینے لگے تو ہر مسلمان لا حالہ جنم ہی میں پہنچ کر دم لے گا کیونکہ تبلیغی جماعت کا ممبر ہوا تو جماعت اسلامی اور جمیعت علماء والی کہیں گے کہ یہ ہم سے سمجھ گیا ہذا دروزخ میز کیا۔ ان دونوں میں سے سی کی رکنیت اختیاری تو باقی جماعتیں کہیں گی کہ ہمارے ساتھ شامل نہ ہونے کی وجہ سے یہ آگ کا ایسیں ہیں بننا۔

ہمارے نزدیک الجماعت سے مراد ہے وہ گروہ جس کے

غرض الجماعتہ کا مفہوم سیاق و باق سے متعین ہوتا ہے اور روح اس کی وہی ہے جس کا ہم ذکر کر آتے ہیں کہ اجتماعیت کی اسپرٹ اور مل جل کر کام کرنے کی عادت اسلام کو محبوب سے۔ جو اپنے بھائیوں سے بے پرواہ کر اپنی ہی ذات میں کم ہو جاتا ہے اسے نصرت شیطان بہ آسانی شکار کر دیتا ہے بلکہ خود اس کا اپن انس ہی اسے خود غرضی کی اس پتی انکے جاتا ہے جس کا دہانہ حتم کے سوا کہیں نہیں کھلتا۔ وال اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و حکم۔

### جمعیت علماء اور جماعت اسلامی

**سوال ۱:-** از۔ محمد احمد۔ کلکتہ۔

محترمی۔ یہ عجیب انقلاب آپ میں دیکھ رہا ہوں کہ پہلے تو آپ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف ہر لکھنے والے کی خوب خوب خبر لیا کرتے تھے مگر اب کچھ دونوں سے جوش مرد معلوم ہو رہا ہے۔ مثلًاً اجمعیت ہی برابر جماعت اسلامی کے خلاف زیرینے مضامین جھاتا ہے اور یہ آپ کی نظر سے لیکیناً گذرا ہی ہرگز مگر آپ ضمانتاً خبر لیتیں تو یہ لیتیں تقلیل اور برداہ راست تقید نہیں کر رہے ہیں حالانکہ آپ لی دلوڑ، مدل مقصیں اور منصقات نقدیوں سے بے شمار لوگوں کو فائزہ پہنچتا رہا ہے اور ہر حلقوں میں حصہ کر جانفین کے حلقوں میں بھی ان تنقیدوں کو طبی دلچسپی اور توجہ سے پڑھا لیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ آپ پوڑھے ہو گئے ہوں یا ہر کیا بات ہے۔ برداہ کرم تعلیمی میں جواب دیں تاکہ میری ہی طرح اور لوگوں کو کھی خیجھ صورت حال معلوم ہو۔

**جواب ۱:-**

جب تک جمیعت علماء میں حضرت مولانا حسین احمد مدفنی<sup>ؒ</sup> جیسے بلند پایہ حضرات بھے اس وقت تک ہیں جماعت اسلامی کے دفاع سے غیر معنوی دلچسپی کیونکہ

بالشت بھر جادہ ہوتا ہے اور بھر جاتا ہے تو وہ گویا چلتی کی موت مراد<sup>ؒ</sup> (نجاری و مسلم)

امیر سے اس روایت میں مراد ظاہر ہے کہ علیفہ مسلمین ہے اور جماعتہ کا اطلاق ان عامتہ مسلمین پر کیا گیا ہے جو اس امیر کی بیعت کر رکھے ہیں۔ معلم ہوا کہ یہاں جماعت سے رہ نہ تو کوئی اصطلاحی تنظیم یا پارٹی ہے نہ کسی شیخ کے مریدوں کے انہیہ کو جماعت کہا گیا۔ ہے بلکہ وہ امت مسلم مراد ہے جس نے کسی خلیفہ کی خلافت و امارت پر تفاق کر لیا ہے۔

**مشکوہ میں اس سے اگلی ہی روایت ہے کہ:-**

"حضور نے فرمایا۔ جس نے اطاعت سے اخراج کیا اور جماعتہ میں تھریٹ پیدا کی۔ پھر اسی حالت میں مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مراد۔ اور جس شخص نے جنگ کی ایسے جنگ طے کے زیر سایہ جس کا حق پر ہوتا معلوم نہیں اور اس شخص کا حال یہ ہے کہ حضن کسی کے تعصی میں غصبناک ہو رہا ہے یا حضن تعصیب کی بنا پر کسی کو بد کے لئے پکارتا ہے یا کسی کی مدد کرتا ہے۔ پھر اسی حال میں قتل ہو جاتا ہے تو یہ موت جاہلیت کی موت ہو گی۔"۔ (مسلم)

اب دیکھ ہی لیجئے کہ جنگ و قتال جن پر چھوپنے کے زیر سایہ کیا جاتا ہے کیا وہ کسی اصطلاحی پارٹی یا کسی پیر و مرشد کے چیزیں ہر کو کرتے ہیں یا ان کا متعلق حکومتوں اور سرداروں سے ہوتا ہے۔ اطاعت کرنا اور اطاعت سے اخراج بھی اس طرح کی تمام روایتوں میں سہریخ طور پر امیر المؤمنین سے متعلق ہے نہ کہ کسی اور سے اور امیر المؤمنین ہی کی اطاعت سے اخراج کو جب الجماعتہ میں تفرقی پیدا کرنے کے ہم میثے کہا گیا تو آپ سے آمعلوم ہو گیا کہ جماعت سے رادعاً رعایا ہے اور جس قدر مشترک کی نسبت سے اسے الجماعت کہا جا رہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس کا ہر فرد مسلمان حاکم وقت کی اعطیات کا میور ہے۔ ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے کو فضایت یا انصار کی سے بچانے کے لئے با غایزر ووش اور طرز فکر سے بچا رہے۔

سے اس لائق ہیں کہ ان کا نوٹس لیا جائے اور نہ اپنے مواد اور مطالب کے تعلق سے اس قابل ہیں کہ ان کا تعاقب کیا جائے جب تک ہم یہ سمجھتے رہتے کہ اعتراض و مخالفت کی ہم کسی غلط فہمی کی بینا پر چلائی جائی ہے اور معتبرین کی نسبت میں درست ہیں اب و وقت تک ہمارے اندر آمہنگ پسراہی کے غلط ہمیوں کو دور کریں اور نیک نیت معتبرین سے توقع رکھیں کہ دلیل و برائنا کا وہ پچھہ نہ پچھے اثر ضرور لیں گے۔ مگر جو بے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اعتراض و مخالفت کی ہم خالص شیطانی ہم ہے اور اسے چلانی والے جاہل اور کنڈہ ناتراش ہیں اس وقت سے ہماری آمنگ بھی سرد پڑتی ہے۔ یہ توہر ہوئے مند جانتا ہی ہے کہ دعوت حق دینے والے مصلحین کا مخالفت اور اعتراض کے تیروں سے چھلنی ہونا تاریخ کا وہ کلر ہے جس میں استثناء ہی نہیں۔ پیغمبروں سے لے کر آج تک مصلحین تک کون سے جس کی زندگی مخالفتوں کے طوفان سے نہ گزری ہو۔ مولانا مودودی اگر نشانہ بنے بغیر وہ جانتے تو ہمیں شک ہو جاتا کی وہ واقعۃ داعی اور تاریخ ہیں بھی یا نہیں۔ لیکن انھیں جس سلسل سے نشانہ بننا پڑ رہا ہے اس کے بعد کسی شک کی کنجائش اس حقیقت میں نہیں رہ جاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے مصلحوں، داعیوں اور اماموں کا جو سلسلہ الذہب برا بر چلتا آ رہا ہے موصوف بھی اسی کی ایک کڑی ہیں۔

ادارہ الجمیعتہ کے بارے میں تو ویسے بھی اپنے حانتے ہی ہوں گے کہ وہ فرعونی ہے۔ اس کے مددو خ وہ لوگ ہیں جنہوں نے موسیٰ عکو چھوڑ کر فرعون کو اپنا مفتر اتنا یا جنہوں نے اسلام کو دن کی روشنی میں ذبح کیا۔ جنہوں نے داعیوں کو پھانسیاں دیں۔ جیلوں میں ڈالا۔ نسلم و بربریت کی انتہا کر دی۔ اس ادارے سے اس کے سوا توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے کہ وہ دل و جان سے شیطان کی خدمت کرے گا اور اہل حق کو اس کی کفر سامانیوں سے رنج و غم کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

بلند پایہ حضرات کا جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف پچھہ کہنا یا لکھنا اثرات و نتائج کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا تھا اور تفصیلی نقش و نظر کے ذریعہ ان اثرات و نتائج کا ازالہ کیا جاتا تو اپنے خاصے قسم لوگ بھی بلند پایہ حضرات کی شخصیت کے درعب میں غلط ہمیوں کا شکار ہو جاتے۔ لیکن جب سے مولانا مدینی دینی سے رخصت ہوئے ہیں جمیعتہ علماء مہمند بس ایک ہندو بن گرہ گئی ہے۔ ایک بھی شخصیت اس میں ایسی باتی نہیں رہی جس کے زبان و تم کا کوئی گمراہ اثر عام مسلمان قبول کریں اور اس کے سرکاری آرگن "اجمیعتہ" نے مختلف قومی و دینی معاملات میں بوجگردار آخونکے چند سالوں میں ادا کیا ہے اس سے تو ادا باب فکر و بصیرت بالکل ہی ما یوس ہو گئے ہیں اور انھیں یقین کر لینا پڑتا ہے کہ شاہینوں کے ششین پر کرسوں نے قبضہ کر لیا۔

محترم میر الجمیعتہ کو چھوڑ کر اب الجمیعتہ کے اسٹاف میں ایک بھی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جسے علم و تفہیم اور دین و داشت کے معقولی معيار پر بھی لاائق ذکر کہا جا سکے۔ فکر و بصیرت سے عاری اور خدا دا خست سے بے نیاز کچھ لوگ ہیں جو خالص کاروباری ذہن سے پرچھ تر تیرب دے رہے ہیں۔ میر الجمیعتہ کو آپ بھی نہیں دیکھیں گے کہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف لیڈر ہیں کامظاہرہ کر کے اترا رہے ہیں۔ یہ تو باقی ہی اسٹاف کی شان ہے کہ جہاں کہیں بھی جماعت اسلامی یا مولانا مودودی کے خلاف کوئی مخفون بخانے بس فوراً اسے اخبار میں ٹانک دیں اور اطفال مکتب کی طرح اس خوش فہمی میں بنتلا ہوں کہ ہم نے آسمان میں تھکلی لگادی ہے۔

حال کلام یہ ہے کہ اب الجمیعتہ میں جن قسم کے وہ اہمی اور گھٹیا مخفانیوں جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف تکل رہے ہیں وہ نہ تو اپنے لکھنے والوں کی نسبت

یہ بھی کہا گیا کہ من ترک الصلوٰۃ متعتمد افقد کفر د جس نے  
جان پوچھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔

لیکن اس طرح کی حدیثوں کا یہ طلب ہرگز نہیں ہے کہ  
تارک صلوٰۃ یا ساری فرائیں کی زبان ہیں بھی کافر  
ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص سالہا سال بھی نماز نہ پڑھ لیکن اگر  
وہ نماز کی فرضیت کا منکر نہیں ہے تو اسے مسلمان ہی مانا جائیگا۔  
اور جب مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

نماز جنازہ دعویٰ ہے۔ دعا کی نسبتاً زیادہ ضرور لگانا ہمگاون  
ہی کو ہے۔ کفر و شرک کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں جس کے  
بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہو کہ وہ معاف ہی  
نہیں کیا جاسکتا۔ جب خدا اور رسولؐ کو ماننے والے انسان  
کا ہر گناہ معافی کا امکان رکھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ فاست و  
فاجر مسلمانوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

اتھی تفصیل ہم نے اس لئے اختیار کی بعض سادہ طرح  
اور غیر فہیم علماء پہلے بھی ایسے رہے ہیں اور آج بھی ایسے ہیں  
جو خواجہ و معتزلہ کی طرح بعض احادیث کا مفہوم لے کر  
تارک صلوٰۃ کو کفار کے ذمے میں شمار کرتے ہیں اور اسی  
بناء پر ان کی نماز جنازہ کو درست نہیں سمجھتے۔ ایسے علماء  
سخت غلطی پر ہیں۔ علمائے سلف وخلف کااتفاق اسی پر  
ہے اور یعنی فتنہ آن وحدادیت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ  
ایمان عقیدے کا نام ہے کہ معلم کا عمل کیسا بھی پڑھ عقیدہ  
اگر اس حد تک درست ہے کہ ایمان کے بنیادی تفاصیل  
پورے کر رہا ہو تو مومن، مومن ہی رہتا ہے اور اس کے  
جنازے پر نماز ضرور ہوئی چاہیئے۔

### جماعہ و خلہ کی رعایتیں

**سوال ۷:** از۔ عبدالرشید اٹھر۔ اسلام آباد (کشمیر)  
پرسوں جمعہ کو یہاں کی جمیعۃ اہل حدیث جامع مسجد کے  
امام نے خطاب دیتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ و خلہ کی نماز مغل آٹھ  
کوئیں ہیں۔ تفصیل:- فرض سے پہلے دو سنت مولکہ۔ دو  
فرض امام کے نیچے۔ دو سنت مولکہ۔ اس کے بعد دو سنت

بگواس؛ اہم بازی، ہرٹ دھرمی، الزام تراشی مسٹر  
شتم، یا وہ گوئی اور خباثت کے رقص عریاں پر نفت و نظر  
ہمارے بیس کا نہیں۔ ہم ایسے مضاہین میں طڑ بھی نہیں سکتے جن  
کے لفظ لفظ سے طلمت قلب و ذہن اُبلى طبقی ہو۔ جن کا حرف  
حرفت شیطانی خرمیتیوں کا ستر ہے ہو، جن کی سطر طرف  
ہذا سے مکمل ہے پروائی کی آئینہ دار ہو، جن کا انداز تحریر  
شرافت اور جیسا سے عاری ہو۔ پھر بھلان پر تنقیہ کا  
سوال کیا پیدا ہوتا ہے۔ ہاں آپ کسی ایسے مضمون کی تذكرة  
کریں جس میں واقعہ کوئی سخیدہ اور معموق بات لائی توجہ  
ہو تو دیکھئے ہم باپ نقد کھو لتے ہیں یا نہیں۔

### تارک صلوٰۃ کی نماز جنازہ

**سوال ۸:** از۔ شاہ محمد خاں۔ سکھر (پاکستان)  
قہداد اُترک صلوٰۃ کرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ  
پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب قرآن و حدیث سے دیجئے۔

### جواب:

سوائے بعض باطل فرقوں کے تمام علمائے اُمّت اس پر  
متفق رہے ہیں۔ اور آج بھی متفق ہیں کہ کوئی بھی بعملی  
یا بعلمی مسلمان کو کافر نہیں بناتی جب تک کہ وہ اسلام کے  
بنیادی وظہی اُمور میں سے کسی کا انکار نہ کر دے۔ قہداد نماز  
ترک کرنے کو اگرچہ حدیث میں فعل کفر کہا گیا ہے لیکن چوری،  
زناء، ڈیکتی اور یا کاری کو بھی افعال کفر کہا گیا ہے۔ ایسے  
تمام افعال جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے اسی وضع اور  
حقیقت کے اعتبار سے افعال کافر ہیں لیکن کہ اسلام نہ ہے  
خدا اور رسولؐ کی اطاعت کا اور کفر کرنے ہیں خدا اور رسولؐ  
کی نافرمانی اور تعمیل حکم سے انکار ہو۔ اب جو شخص فعل حرام  
کا امر تکب ہوتا ہے وہ اپنے عمل سے نافرمانی اور تسریشی ہی کا  
انہما رکر رہا ہوتا ہے اہذا حدیث میں صریح الفاظ میں  
کہا گیا کہ جب ایک مومن چوری یا زنا کرتا ہوا ہوتا ہے تو  
اس وقت وہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح

رکھتے ہیں اسی مکتب فکر کے مستند علماء سے سئلہ دریافت کریں اور دلیل و برهان کی تفصیل میں جائے بغیر پیشے علماء کے نتادی پر عمل کریں۔

### تصویر کا مسئلہ

**سوال ۱:** - از۔ محمد ضیار الدین اسٹر - بلڈنائز۔

گھروں میں تصویریں لکھنا کیسی ہے۔ اگر وہ تصویریں جاندے اروں کی ہیوں مگر اس میں کوئی خرابی نظر نہ آتی ہو تو ایسی تصویریں لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

### جواب ۱:

جاندار ارشیاء کی تصویریں کا گھر میں لٹکانا یا بنتانا متعدد احادیث کی رو سے ناجائز ہے۔ ایک حدیث یہ ہے کہ جن گھروں (یا ذکاروں یا نشست گاہوں) میں تصاویر اور یہاں ہیوں گی وہاں رحمت مکے فرشتے نہیں آئیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورہ مبارک میں کیمرا نہیں تھا اس لئے حضورؐ کے حکم امتنع کا منطبق و متصور اق بلاشبہ وہی تصویریں تھیں جو لوگ ہاتھ سے بناتے تھے۔ اب کیمرا ایجاد ہوا تو ہر شے کا بعینہ عکس کا غذیر منتقل ہونے لگا جسے وہ تو کہتے ہیں۔ فوٹو میں اور ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں یہ فرق یقیناً ہے کہ ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں قطعیت کے ساتھ ہوں گے اور ان کی حرمت کا انکار نفس کا انکار ہو گا جو بے حد سخت بات ہے لیکن فوٹو کی حرمت دوسرے درجے پر ہے۔ کیونکہ اس کا اثناع برآمد است نہیں ہے بلکہ ہاتھ کی بنائی تصویریں پر مقایس کر کے ہے۔ اس فرق سے ہمارے نزدیک یہ ترجیح نکلتا ہے کہ فوٹو کی حرمت کا انکار برآہ راست نفس کا انکار نہیں کہلاتے گا جو لبستا ہلکی بات ہے۔

مگر یہ صرف ایک قانونی نکتہ ہوا۔ از روئے

اس سے پہلے ہم باڑہ رکعتیں ٹھیک ہتھ تھے۔ اب الجھن میں پڑ گئے ہیں کہ آیا ہم پہلے کی طرح باڑہ پڑھیں یا آٹھ رکعتیں۔ اب جناب کے نام پر خطوار سال کرتا ہیوں تاکہ آپ صحیح فیصلہ دیں۔ اور ہم سب اسلام آباد کے لوگ مطمئن ہو جائیں۔

### جواب ۲:

یہ بات بھی جانتے ہیں کہ اہل حدیث حضرات کا اپنا مستقل مکتب فکر ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں فرق کے مختلف اسکی لوگوں کو ”مزہب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسے حقیقی مذہب۔ شافعی مذہب۔ حنبلی مذہب وغیرہ۔ اسی طرح اہل حدیث کا مذہب بھی۔ اگر کوئی اہل حدیث عالم خطبیہ و عظیم اپنے مذہب کی ترجیحی کرتا ہے تو وہ مسکونہ مذہب و اکوں کو تشویش میں نہیں پڑنا چاہیے۔

اپ مذہب اہل حدیث ہیں یا حقیقی یا شافعی۔ یہ جوھ نہیں معلوم۔ اگر اہل حدیث ہیں تو آئے لئے یہی مناسب ہے کہ اہل حدیث علماء کی پیروی کریں اور اگر اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر اہل حدیث عالم کے بیان کردہ فقہی مسائل سے کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہیے۔ احناف کے نزدیک ہر میں فرض سے قبل چار سنتیں ہیں اور فرض کے بعد دو۔ گویا ۶ سنتیں چار فرض۔ اور جمعہ میں فرض سے پہلے چار اور فرض کے بعد چھ سنتیں۔ گویا ۱۰ سنتیں دو فرض۔ فرض جمع کے بعد کی چھ سنتیوں کی ترتیب میں خود احناف کے یہاں معنوی سا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے دو اور پھر حار۔ مگر زیادہ فقہاء کی رائے پہلے چار اور پھر دو تھے۔ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

رہا دلائل کا معاملہ۔ تو اس کے چکر میں عوام کو نہیں پڑنا چاہیے۔ ائمہ اربعہ کا اختلاف ہو یا اہل حدیث اور احناف کا۔ ہر مکتب فکر کے علماء اور تجہید میں اپنی اپنی رائے یہی حق میں علمی و عقلی دلائل رکھتے ہیں اور ان دلائل کی بحث و تصحیح مارسیں میں خوب ہوتی ہے۔ عالم مسلمانوں کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جس مکتب فکر سے تعصی

لکھنگی برح سے ان کی حقیقت بتائے۔ وہ ان چیزوں سے اخلاقی سبق لینے اور عبرت حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

جب بھوپال آئے تو ایک ہومن کے نزدیک یہ ایک پادھانی ہے قدرت کی طرف سے اس بات کی کہ اے غافل انسان! تو دنیا کے دھندوں میں پڑ کر آخوت کو بھول چکا ہے۔ تجھے زندگی کی دلچسپیوں نے اپنے اندر اس طرح خوب کر لیا ہے کہ خدا اور سوت کی یاد ہی نہیں آتی۔ اگر بھی آتی تھی ہے تو یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ ابھی تو ہبہت دونوں ہدایتوں میں جب مرے کا وقت آئے گا تو یہ کر لیں گے۔ مگر کیا تو نہیں دیکھتا کہ جیسے کا کوئی اغذیہ نہیں۔ ابھی سامنے والی کوہ پیکر عمارت میں سوادھی متھی خوشی زندگی کی دلچسپیوں میں ممکن تھے۔ ان میں جوان بھی تھے۔ تو ان بھی تھے۔ تو عمر بھی تھے۔ مگر بھوپال کے ایک بھٹکنے نے عمارت کو زمین پر کر دیا اور ان میں سے میں آدمی دعتمر کے۔ ٹھیک اسی طرح تو بھی دعتمر سکتا ہے۔ پھر کس نے ممکن ہے کہ آج کے گناہوں کی تلاشی کل کرے گا۔ کسے معلوم کرتلا فی کا وقت بھی ملے یا نہیں۔ میں تو شود الحیۃۃ الدّنیا وَ الدّخیرۃُ خیر وَ الْبُقْی۔

## درس تقویٰ

### سوال ۱۱۔ (ایضاً)

آپ کے رسالہ تجلیٰ کے صفحہ نمبر سریر یہ عنوان "ہر انگریزی کے جہیں کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے" آپ کو بھی اعتراف ہے کہ بعض صور و فیات اور ناگزیر وجوہات کی بناء پر اکثر رسالہ تجلیٰ پہلے ہفتے میں شائع نہیں ہوتا۔ تجلیٰ جیسے معیاری اور اسلامی رسالے کیلئے منتظر ہے عنوان رسالے سے حذف ہی کر دیا جائے تو ہبہت ہو گا۔

**جواب ۱۲۔** مشورہ آپ کا بظاہر نیک ہے۔ مگر

فقہ جانداروں کے فوڈ بھی ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریوں کی طرح حرام ہی ہیں کیونکہ جو مقاصد ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریوں کے تھے وہی۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تجسسی کی تصویریوں کے ہیں۔

جاندار کی تصویر اگر ایسی ہو جس میں بقول آپ کے کوئی خرابی نظر نہ آتی ہو۔ تو وہ بھی ناجائز ہی قتلار پائے گی کیونکہ اس کا تصویر ہونا ہی ازروئے سے حدیث "خرابی" ہے۔ اور اگر اس میں بظاہر بھی خرابی نظر آتی ہو۔ مثلاً شخص ہے، نفسانی جذبات کو انجھارنے والی ہے، ماشرک کی مظہر ہے تو اس کی حرمت دو آتش ہو جائے گی۔

آج کے دور میں تصویر نے ہماری معاشرت میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ بہترے علماء بھی اس کی حرمت پر زور دینے میں شرمانے لے ہیں اور بہترے علماء اسے دھرم طریقے سے جائز بھی تراد دیتے ہیں۔ بلکہ خود اپنے فوڈ پھنخواتے ہیں۔ جو عالم تصویر کو ناجائز کے اسے عالم طور پر دیکھا دیتے ہیں، غبی اور تنگ نظر بھا جاتا ہے۔ ملک ایسے طعنوں سے فقیحی احکام نہیں تبدیل ہو سکتے بلکہ جمیوری کے فوڈ پھنخوا نا آج بھی اسی طرح غیر جائز ہے جس طرح ملک تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہاتھ سے بنانے اور کہر سے اٹانے میں لطیف قانونی فرق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بھوپال کی حقیقت

### سوال ۱۳۔ از۔ عبدالاحمد۔ سری نمبر

(اسلام) میں بھوپال کی حقیقت کیا ہے؟ ازراہ حکم اپنے رسالہ تجلیٰ میں اس سوال پر فضیل روشنی دال کر منکور فرمائیں۔

### جواب ۱۴۔

بھوپال (ذلیل) طوفان، آدمی یہ سب منظہر قدرت ہیں۔ اسلام سائنس نہیں ہے کہ ماہی اور

ت سورہ پے کا تبادلہ ۱۲۰ روپے میں ہو جائے گا۔ مقودہت پر بکر ۱۲۰ روپے ادا کرے گا۔ ایک ماہ کے بعد میں دو کی بہلت بھی تھی جاسکتی ہے۔ سلم کا یہ منافع جو بملغ بینش روپے میں ملتا ہے۔ جو کچھ عرصہ بعد یہ مقرہہ مدت سے پہلے لینے میں بھی مصروف نہیں۔ رقم کی عدم ادا بھی کی صورت میں بھر ہی ۱۲۰ روپیہ اس ز رسیم کر کے یہی طریقہ سلم دھرا یا جائے گا۔ دین کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

### جواب ۱۳:-

سلم پشتہ کا لفظ نہیں بلکہ فقہی اصطلاح ہے۔ بیچ سلم تو کتب نقہ کا شہر برپا ہے۔ جو شکل آپنے بیان کی وہ قطعاً حرام ہے۔ قرض یعنی حلال کرنے کے لئے رسیم گھٹانا سود کی قباحت کو کم نہیں کرتا۔ یہ سود ہی ہے کہ دیتا تو سورہ پیسہ اور وصول کیا ایک سو بینش۔

غلوس کی بیچ درہم و دنایر سے یا پیسوں کی بیچ روپیوں سے بعض خاص صورتوں میں جائز ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے مگر صورت آپنے بیان کی وہ بالاتفاق حرام ہے۔ کیونکہ سوائے سودی لین دین کے اس کی کچھ حقیقت نہیں۔

### رضاعت کا سلم

#### سوال ۱۴:- (الیضا)

جمیدہ ناجی عورت کا دودھ احمد نے پیا۔ جمیدہ کے دو لڑکے ارشد، اظہر ہیں۔ احمد کے دو بھنوں آلو، آر ام ہیں۔ کیا ارشد، اظہر باز، آر اسے شادی کر سکتے ہیں؟

### جواب ۱۵:-

دودھ صرف احمد نے پیا ہے نہ کہ اسکی بھنوں نے۔ لہذا احمد جمیدہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کی بھنوں میں اور جمیدہ کے لڑکوں میں منکوت حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ شوق سے باہم شادی کر سکیں۔

ہم کوئی نہ کوئی تاریخ اشاعت تو قارئین کو تباہی ہی ہے۔ جو بھی تاریخ بتائیں گے صدوری نہیں کہ وہ ناگزیر جموروں کا ہر ف نہ بنے۔ معینہ تاریخ پر چھاپنے سے صدورہ منحری اعتبار سے تصحیت میں داخل نہیں کچھا جا سکتا۔ ہمارے آپ حضرات کے لئے شکایت اور کوافت کا سبب بجا طور پر بن جاتا ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ ہمیں اعلان کی طبق اشائع کرتے رہنے کی توفیق اور وقت عطا فرمائے۔

### تجویدی بحث

**سوال ۱۵:-** از۔ احمد صادق۔ (پاکستان)  
آپکے نزدیک ضالین اور دالین میں صحیح کوشا لفظ ہے؟

### جواب ۱۶:-

یہ بہت پرانی بحث ہے۔ بارہ تجھی میں بھی آچکی ہے۔ ضاد کا صحیح لفظ تو نہ دال ہے نہ نڑا نہ ظا۔ بلکہ ان سے قدر کے الگستنقل بالذات ہے لیکن ان باریکیوں کو زیادہ اہمیت دینا درست نہیں۔ امام الیمار کیتھے جو تجوید جانتا ہے۔ وہ خود صحیح مخرج سے ہر لفظ بکال لے گا۔ ایسا میسر نہ آئے تو پھر اٹنے بھرٹنے کی صورت نہیں۔ وہ ضالین پڑھے یا ضالین یا دالین۔ پڑھنے دیجئے۔ ویسے اولی ہمارے نزدیک سڑا کی طرف رحمان ہے نہ کر دال کی طرف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### ایک حرم معاملہ

#### سوال ۱۶:- (الیضا)

ہمارے علاقوں میں ایک سرم رائج ہے۔ جسے مقامی زبان (پشتہ) میں سلم کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ کاری یہ کہ فرض کیا زید سے بزر سلم پر سورپے چھ ماہ کے لئے لینا چاہتا ہے، اب زید ایک روپے کی قیمت ۱۲۰ پیسے یا کم یا زیادہ مقرر کرے گا۔ بالفرض ۱۲۰ پیسے پر فیصلہ ہوا۔ بزر ایک روپیہ دے گا اور زید اس کے بدلتے ۱۲۰ پیسے دے گا۔ اسی طرح

## زکوٰۃ کی انفرادی طور پر لادائی

پرنسپکٹ پوس برس سے امانت مصلحتہ اعتماد کرنی تبلی آرہی ہے تو ایسے شخص کے بارے میں اس کے سوا کیا کہا جائے گا کہ وہ بغیر ذمہ دار بھی ہے اور غیر محنت اط بھی اور خود سر و منکر بھی۔ پر فیصلہ موصوف اگر ذمہ داری کی وہی روشن اختریاً کرتے جو قانون جیسے اہم موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ہر مشمند کو اختیار کرنی چاہئے تو وہ اُنی سہل انگاری سے کام نہ لیتے کہ شخص ایک سہر سری سی بات کہہ کر اسلامی قانون کے اعیان و اساطین کی راستے اور فیصلہ کو مسترد کرتے چلے جاتیں۔ یہ بات تو انہر و تجھہ دین بھی حلستے ہی تھے کہ قریب و اولی میں زکوٰۃ کے لینے اور دینے کا کیا طریقہ اور ذمہ رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے یہ نہیں ماننا کہ انفرادی طور پر تقسیم کی ہوئی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے سامنے کچھ اور بھی دلائی و شوابا ہر بوجو دلتے۔ ان دلائی و شوابا کی تحقیق اور اور ان پر فکر کر و تحقیق کرنے بغیر بوری خود رائی اور تحکم کے ساتھ فیصلہ کر دالتا کہ زکوٰۃ کسی نہ کسی ادارے ہی کے واسطے سے ادا کی جائے انفرادی طور پر نہ ادا کی جائے ایسا طرز عمل ہے جسے کوئی بھی ذی علم اور ذمہ دار آدمی پسندیدہ قرار نہیں دے سکتا۔ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اسلامی حکومت قائم نہ ہونے کی صورت میں ہر صاحب نعماب اپنے طور پر اپنی زکوٰۃ متعین کو پہنچاتے۔ جتنماز ترین فقہاء کے تزدیک تملیک رکن زکوٰۃ ہے۔ عینی تحقیق زکوٰۃ کو براہ در امرت مال زکوٰۃ کا مالاک بنانا۔ اسی لئے مالی زکوٰۃ سے سچا تعمیر کرنا یا اسی مرتبے والے کے قرض کی ادا بھی یا تکفین و ترمیم درست نہیں بھی کی کیونکہ اس میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ پھر بھلا کوئی نک مکن ہے کہ تمام مسلمان نبی اداروں کے بارے میں یہ اطمینان کر سکیں کہ اگر مال زکوٰۃ ان کے ہوا کے کردیا گیا تو وہ اسے ٹھیک ہی مصروف میں صرف کریں گے۔ بہترے دینی اداروں میں اموال زکوٰۃ ہی سے مدرسین کی تشویح اہم ادا کر دی جاتی ہیں اور مدد گی عمارت کی تعمیر و مرمت میں بھی خرچ کیا جاتا ہے،

**سوال ۱۷:-** از۔ احمد محمد سنجورانی۔ جزوی افسریقہ۔ پاکستان کے مشور پر فیصلہ مولا ناجب القدوں ہائی ہذا چھلہ ہیئے جزوی افریقیہ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مسلمان لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ انفرادی طور پر تقسیم کرتے ہیں وہ شرعاً طور پر ادا نہیں ہوتی ہے۔ ادا کی زکوٰۃ کے لئے یہ بشرط ہے کہ اسے بیت المال میں جمع کرا جائے۔ آج کل بیت المال تو ہے ہی نہیں لہذا کسی دینی ادارے میں دی جائے۔ ادارے کے منتظرین مستحقین ہیں فیصلہ کر دیں گے تو اب یہ ادا کی صحیح ہو جائے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلافت راشدہ میں یہی طریقہ رائج تھا۔ اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دستان اور پاکستان کے دینی اداروں کے عملاء اپنے مسلکین رشتہ داروں اور سبتوں کے حاجت مندوں میں انفرادی طور پر بھی ادا کرتے ہیں تو یہاں انفرادی طور پر فیصلہ کی ہوئی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے؟

## جواب ۱۷:-

پر فیصلہ صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ ایک اسلامی حکومت کے بیت المال کو اور عموم کے قائم کر دیں دینی اداروں کو ایک ہی سطح پر رکھ دے ہے ہیں حالانکہ ان دنہوں کی حیثیت الگ ہے۔ جب تک اسلامی حکومت تامہ رہی اموال زکوٰۃ اس کے بیت المال میں جمع ہوئے رہے۔ پھر حکومت ختم ہو گئی تو زرادی فزادی ادا کرنے کے سوا کوئی چارہ کام نہیں رہ گیا۔

**سوال ۱۸:-** زیادہ اہم یہ ہے کہ جو شخص دن کے کسی معاملے میں یہ ملحوظ رکھنے کی پروانہ کرے کہ ان پر فالذین را نہیں نے اس معاملے میں کیا کہا ہے جن کی چاراں فن، ہم و بصیرت، دیانت و امانت اور مجتہد اور عظمت

اسے اس کی ضرورت نہیں کہ مال زکوٰۃ کے ذریعہ غیر مسلمین کی تالیف قلب کرے۔ تالیف قلب کرنی ہی ہے تو کسی اور مد کے روپے سے بھی کی جاسکتی ہے۔

ہاں اگر کسی اسلامی حکومت کو اس بھی غیر مسلمین کی تالیف قلب کئے روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت پیش آہی جائے اور اس کے پاس مال زکوٰۃ کے علاوہ کوئی رقم دینے کو نہ ہو تب بے شک مال زکوٰۃ سے دینا جائز ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دو میں تالیف قلب کئے مال زکوٰۃ دیا ہے وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے ایسا ہی تھا کہ ان کے پاس فاضل دولت نہیں تھی۔ تالیف قلب کی خاطر غیر مسلمین کو اگر قمیں دی جاسکتی تھیں تو مال زکوٰۃ ہی سے دی جاسکتی تھیں۔

اچھے مسلمان اگر اپنے غیر مسلم غریب پڑو سی کی تالیف قلب روپے کے ذریعہ کرنا چاہیں تو اس کی کوئی احتیاج نہیں کہ مال زکوٰۃ ہی سے کریں۔ بطور صدقہ نافذ بھی کر سکتے ہیں، لہذا یہ طبقہ ہوا کہ مولفۃ القلوب کا حکم قرآنی خاص حالات میں ہے اور حضور نے بھی خاص ہی حالات میں اس پر عمل کیا ہے۔ جب حالات بدلت گئی تو اکابر صحابہؓ نے روش بھی بدل دی۔ اب اگر کوئی آج کا پروفسر پسند علم و تفقہ کو حضرت عمرؓ نے اور دیگر جلیل القدر صحابہؓ سے فائز سمجھتا ہے تو وہ جو چاہلے ہے کہتا ہے ورنہ زبان ٹھوٹنے کی گنجائش ہمارے نزدیک تو ہے نہیں۔

حضرتؐ کی آخری عمر کی ایک حدیث ہے جس میں آپؐ نے معاذ بن جبل کو میں کا قاضی بننا کر دیا ہے۔ اس وقت آپؐ نے جو بدایات معاذؓ کو دی ہیں ان میں بھی شامل ہے کہ دہاں کے مالا مسلمانوں سے صدقہ نیکی غریب مسلمانوں کو دینا اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ بھی حالات تبدیل ہونے کے بعد مولفۃ القلوب کی مدد کو موقوف ہی رکھنا پسند فرماتے تھے ورنہ معاذؓ کو بدایات دیتے ہوئے اس مدد کو نظر انداز نہ کرتے انہم میں تنہا امام اکثر فتحیؓ میں جن کا یہ مسلک ہم تک پہنچا ہے کہ مولفۃ القلوب کی زکوٰۃ دینا اب بھی جائز ہے لشتر طبقہ ضرورت اس کی مقتضی ہو۔ لیکن اسے وہ بھی جائز نہیں کہتے

حالانکہ یہ مطہیک نہیں۔ اس صورت میں کوئی مسلمان اپنا بچھا مال زکوٰۃ فقط اپنے اداروں کو تقدیم کرے سکتا ہے مگر اسے اسے اور تقویٰ پر مطمئن ہو۔ مگر اسے اسے خال خال ہی ہیں اور اسے زمانے میں جب کہ ہر طبقے میں — حسی کے علماء اور اہل دین کے طبقے میں بھی سو و عمل اور خدا فسرا موشی گھس آئی ہے جگہ جگہ تجارتی نوع کے مدارسے اور ادارے قائم ہوئے ہیں، اندھیرا حل رہا ہے عاقیفۃ اور اطمینان کی راہ ہی ہے، کہ زکوٰۃ کاروپیہ برآہ راست افرادی ای طور پر تحقیقیں کو پہنچایا جائے اور جانے پہچانے متعدد اداروں کے علاوہ کسی ادارے کو مال زکوٰۃ نہ سوپا جائے۔

## زکوٰۃ غیر مسلمین کو دینا جائز نہیں

**سوال ۱۴:- (الیضا)**  
میرے ایک تقدیمہ نے مولانا یا شی چنان کا یہ قول بھی نقش فرمایا کہ جب تحقیق کو زکوٰۃ دی جائے اس کا مسلمان ہوتا شرط نہیں۔ یعنی کسی مسٹق غیر مسلم کو دی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ یعنکہ خود رسول اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ غیر مسلموں میں زکوٰۃ کی رقم تقسیم قرآنی ہے کیا مولانا کا یہ قول درست ہے؟

## جواب ۱۴:-

زکوٰۃ صدقۃ فطر، عشر، یہ صدقۃ امت واجبہ۔ ان کے بارے میں اکابر صحابہؓ، امام ابو حنیفؓ اور امام اہل جیسے اکابر کا یہی فیصلہ ہے کہ غیر مسلمین کو دینا جائز نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غیر مسلمین کو بھی مال زکوٰۃ دیا ہے تو اس کی وجہی رہی ہے کہ قرآن نے تحقیق زکوٰۃ میں مولفۃ القلوب کو بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ بعض موقع پر حضورؐ نے تالیف قلب کی خاطر غیر مسلمین کو بھی زکوٰۃ کاروپیہ دیا۔ مگر حضورؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ ہی کے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ نے مولفۃ القلوب کی مدد کو موقوف کر دیا تھا اور ان کا استدلال یہ تھا کہ اب اسلام قوی ہو چکا ہے

بھی دیکھ لیجئے تاکہ کسی کے ذہن میں یہ احتمال پیدا نہ ہو کہ تمکن ہے حضورؐ نے معاذ بن جبل کو خاص حالات کے تحت صرف وقتی طور پر کوئی حکم دیا ہے۔

بخاری باب اخذ الصدقۃ من الاعفیاء و تردد فی الفقر اعیت کا ذکر تھے تحت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ معاذ تمہیں وہاں ایسی قوم سے واسطہ نہیں آئی گا جو اپلی کتاب ہے۔ پس جب اسے تھار اساقہ پر پڑے تو تمہیں دعوت دینا کہ لداللہ الہ اللہ و ان محمدنا اُس رسول اللہ پر ایمان نہیں وہ یہاں جاتیں تو پھر تمہیں بتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر شب دروز میں پانچ نمازوں فرض کی ہیں۔ یہ بھی ہاں جاتیں تو پھر بتا کہ اللہ نے ان پر صد و سو فرض کیا ہے جو ان کے متول لوگوں سے لیا جائے گا اور ان کے غرباء میں باطل دیا جائے گا۔

کیا کوئی بھی صاحبِ عقل کہ سکتا ہے کہ یہ حدیث ایک اصولی حکم بیان کرنے کی بجائے کسی وقتی حکم و پداشت پر مبنی ہے؟ — پانچ وقتوں کی نمازوں کی فرمیت ایک طبعی اور حکم شے ہے ٹھیک اسی طرح یہ بھی قطعی اور حکم ہے کہ مسلمان دولت مذکوری سے لیا ہو اسرا قدروتی مسلمان ہی عنصر باور پر تقسیم ہو۔ اس قانون کا تعین نہ یمن کے حضور ص (حوالہ سے تھا) نہ وقت کی کسی اور مصلحت سے۔ اور یہ کوئی ایسا حکم بھی نہیں تھا کہ حضورؐ نے اپنے طور پر سیاست دے دیا ہو بلکہ حدیث کے الفاظ ان اللہ تعالیٰ افتراض کا صریح منطق یہ ہے کہ جس طرح اللہ نے پانچ وقتوں کی نمازوں فرض کی اور یہ فرمیت قیامت شکے لئے ہے اسی طرح اللہ نے یہ بھی فرض کیا کہ دولت مذکوری سے اموال زکوٰۃ لے کر مسلمان ہی

کہ ایک عالم مسلمان اپنی زکوٰۃ بکسی غیر مسلم غریب کو ادا کر دے۔ موقوفۃ القلوب کی شکن کا تعلق اسلامی حکومت سے ہے نہ کہ عالم مسلمانوں سے۔

قرآن کی آیت **إِنَّمَا الْمَسَاكِينُ وَالْعَامَالِينَ عَلَيْهَا الْآيَةُ مِنْ قَرْأَةِ وَسَكِيرٍ** سے مراد فقط مسلمان فقراء و ساکین ہیں۔ اس پر تمام فقهاء امت متفق ہیں چنانچہ قاضی ابن القاسم بادیۃ المعتقد (حلہ اول کتاب زکوٰۃ الفطر) میں اسی پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

غیر مسلم تو درکار بعض فوئیں احانت کے نزدیک اس مسلمانوں تک کو مال زکوٰۃ نہیں دینا چاہئے جو باوجود دخواں اسلام کے پیغمبر کی راہ چل رہے ہوں۔ بدعت سے مراد یہ کہ اخنوں نے عملی یا فکری طرح پر ایسی باتیں دینیں نکالی ہوں جو نئی ہیں اور اپنی روح کے اعتبار سے سراسر غیر مسلم ہیں۔

ستثنے ہی اوپنج پاٹے کے علماء و فقهاء یہ رکھتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ جس مسلمان کو وہ مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے رہا ہے وہ عقائدی رو سے واقعہ بھی مسلمان ہے بالحاد و دہریت کا زہر اس کے اندر سرایت کر رہا ہے۔ اجھی ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جو نام نہاد روشن فنکری کی رو میں اسلام کے بعض بنیادی عقائد سے مخالف ہو چکے ہیں اور ان کے طرز فنکریں وہی ماڈل ہیں جو بس کی ہے جو اپنی روح اور حقیقت کے اعتبار سے اسلامی طرز فنکر کی بین ضریب ہے۔ لیکن مسلمانوں کو زکوٰۃ دینا ہترے متنبھر علماء کے نزدیک درست نہیں۔ نیز جس مسلمان کے اسلام میں کسی بھی معقول وجہ سے شک کی گئی اشیاء میں بھی ایسے ہی لوگوں کے خانے میں آتا ہے جسے اپنی حدود قرودید یعنی مگر مدارقات واجہہ میں سے کچھ دینا درست نہیں۔

ابھی ہم حضورؐ کی ایک کاذک کر آتے ہیں مقصود تو اشارہ داجمال سے بھی پورا ہو گیا تھا لیکن ذرا اسی تفصیل

اسی طرح ہمارے فقہائے اسلام کو سب سے زیادہ دلچسپی احکام دین سے تھی اور وہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اہم اُمور دین ہی کو سمجھتے تھے۔ امور دین میں نماز کا کیا مقام ہے یہ کسی صاحب ایمان سے حقیقی نہیں۔ اب اگر انہوں نے نماز کی زیادہ سے زیادہ حسن و خوبی کیسا تھا ادا کرنے کے لئے قرآن و حدیث میں عین منکر و تبرکات اور اس کے پر ہر جز اور حقدار کے سجاو بناو کی تکریں اپنی بہترین ذہنی صلاحیتیں صرف کر دیں تو یہ کوئی ایسا جرم نہیں جس کی مزا میں آج کا کوئی پروفسر علم و متانت کی حدیں پھلانگ کر کر ان کی توہین و تقصیص شروع کر دے۔

یہ توہین و تقصیص ہی ہے کہ کسی فروعی مشکلہ میں فقہاء کے استدلال سے واقف حمل کئے بغیر ایک پروفیسر بچوں کی طرح یہ کہنے لگے کہ دھلاؤ یہ قرآن و حدیث میں کہاں لکھا ہے۔ قالوں کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ دستور میں تمام فروعات درج نہیں ہوا اکثریت میں علماء نہیں ہی ہے کہ آئین کی کوئی کتاب تمام مکمل فروعات کو اپنے صفحات میں لکھ رہے۔ کتاب میں اصول و کلیات پر مشتمل ہوا کرتی ہیں۔ پھر ان اصول و کلیات کے تحت وہ کچھ فروعات کچھ امثلہ کچھ نظر اور بیان کرتی ہیں۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے اصول و کلیات سے متفرع ہونے والے تمام جزئی و ضمنی احکام و درایات کا احاطہ کر لیں لہذا جو شخص نماز میں ہی کھلی رہ جانے کے فروعی مشکلے سے مسلسل میں یہ مطالیہ کرتا ہے کہ دھلاؤ اللہ یا رسول نے ایسا کہاں کہا ہے وہ قالوں سازی کی تکنکے اپنی کامل ناداقیت کا ثبوت بھم لے چاہتا ہے۔

اللہ کے بنو — یہ تو ایک بھلی سی بات تھی کہ جو لباس خلاف تہذیب ہو یا جسے پہن کر ہم ہنڈ بھلوں میں جانا پسند نہ کریں اس لباس میں خدا کے حضور جانا بھی کراہت و قباحت ہی پر مشتمل سمجھا جائے۔ چنانچہ فقہاء نے خلاف دستور لباس پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا اور ایسے لباس میں نماز پڑھنے کو بھی مکروہ کہا جسے پہنکر نظر ان از نہیں کیا جاتا۔

عقل اور مسائیں میں باطن دیئے جائیں اور یہ فرضیہ قیامت نکل کے لئے ہے۔ امید ہے کہ ان توضیحات کے بعد کسی اضافہ پسند اور خدا ترس مسلمان کی اس میں شک نہیں رہ جائے گا کذبی معاملات و مسائل میں کسی غیر مسدود اور فیکر اجتہاد پر بھروسہ کرنا اپنے دین کی حضرتے میں ڈالنا ہے اور اعتماد کے قابل وہی فقیہ اور سلف ہیں جن کے بارے میں پہشہ کرنے کی خواش نہیں کہ انہوں نے دین کا علم کسی مغربی درس گاہ میں مغرب زدہ استادوں سے حاصل کیا ہو یا وہ دینی امیر میں بلاحقیقت بات کرنے کے عادی ہیں۔

### کہنی طلبی قمیص میں نماز

#### سوال ۱۵:- (ایضاً)

سئلہ نام صوف نے یہ بھی فرمایا کہ جھوٹی اسٹینوں کی قمیص پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت یا کراہت نہیں۔ بعض مفکران کہ ام کا یہ فتویٰ کہ کوتاہ آسٹین کی قمیص میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، بالکل غلط بات ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے کہاں فرمایا ہے کہ جھوٹی اسٹین کی قمیص میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیا کہیں قرآن میں لکھا ہے؟

#### جواب ۱۵:-

جس شخص کو جس چیز سے غیر معمولی دلچسپی ہوتی ہے یادہ اسے غیر معمولی اہم سمجھتا ہے اس کے ایک ایک جز پر وہ پوری توجہ دیتا ہے۔ مثلاً آج کل ہندب لوگوں کے تزدیک بناؤ سنگار کی بڑی اہمیت ہے لہذا ان کے مرد اور عورتوں میں سے ہر ایک اپنے لباس اور میک اپ پر ایسی نہ صوصی توجہ صرف کرتا ہے کہ بادشاہی کوٹ ٹیکلیوں کی اسٹری تو ایک طرف موزوں کے رنگ اور طامی کی گرد اور جو توں کی پالش اور چہرے کی کم تک پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے اور حسن ظاہری کا ادنی سے ادنی جس طبقی نظر ان از نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ پر یہ تفہیق فرمائی کہ جملہ ایسی حالت میں عورت کو خود اپنا تو ہوش نہ ہو گا وہ نماز کیسے ادا کرے گی اور پھر نہ اس کی حالت میں تو یوں بھی نمازِ معاف شے۔

## جواب :-

آپنے براہ راست پر فیصلہ حنفی سے نہیں سنایا اس نئے نہیں کہا جاسکتا کہ واقعۃ انخوں نے کیا فقرے کہے ہوں۔ قتل در قتل میں چوک پوری بھی جاتی ہے۔ اگر واقعۃ انخوں نے بھی کہا جاؤ پس پسروں قلم فرمایا تو سو اسے اس کے کیا عرض کیا جائے کہ یا تو انخوں نے بہشتی زیر طریقہ انہیں بلکہ سنی سنائی پر انہار اسے فرمادیا۔ یا پھر طریقہ حاتم صحیح کر نہیں پڑھا۔ اس میں نفاس ہی کے باب میں یہ بات کی گئی ہے۔  
تھے جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اس باب میں صداقت طور پر پیش کیا ہے کہ نفاس میں نماز بالکل معاف ہے۔ پھر بھی اگر پر فیصلہ صاحب تعریضیاً یا ارشاد فرماتے ہیں کہ ”اور پھر نفاس کی حالت میں تو یوں بھی نمازِ معاف ہے۔“ تو بتلی میں کیا سچھی انخوں نے پڑھ کر اعتراض کیا ہو گا!  
لطف یہ ہے کہ اسی جگہ ہوش و حواس باقی رہنے کی ستر طبعی، بہشتی زیر طریقہ میں موجود ہے لہذا ا واضح ہو گی کہ نماز کا حکم ایسی حالت کے لئے بیان ہی نہیں کیا گیا جس میں بقول پر فیصلہ صاحب عورت کو اپنا ہوش بھی باقی نہ ہو۔ پھر آخر اعتراض کیسا اور خفیٰ کیوں۔

مزید یہ کہ حکم نماز کے ساتھ یہ قیس بھی بہشتی زیر طریقہ موجود ہے کہ نماز بڑھنے سے بچہ نہ اٹھنے کا درجہ ہو۔ اگر بڑھنے تو نماز نہ پڑھی جائے۔

در صلی معترض صاحب تھے قانون شرعی کی باری کی پر توجہ دیتے بغیر اعتراض جھوڑ دیا۔ بیان ایک ایسی صورت کا ہے کہ جس میں خون تو نکلا مگر از روستے قاعدہ شرعاً یہ خون نفاس نہیں خون استحاضہ تھا۔ خون استحاضہ میں نماز کا وقت آجائے تو عورت کو چالہئے کہ ایسی حالت میں بھی نماز ادا کرے اسے قضاۓ ہونے دے۔ مولانا شرعی نے اس

عام طور پر ملنے چلنے والوں کے پاس نہ جایا جاتا ہو۔ الایہ کہ اس شخص کے پاس اس کے سوا اور کوئی بلاس ہی موجود نہ ہو۔ اب تھے چالے فقہاء کو یہ کیا معلوم تھا کہ ان کے اپنے زمانے کے دستور اور تہذیب کے برخلاف ایک ایسا بھی دور آئے گا جب مغربی تہذیب کی ہی طبقی مغلی آستانیوں والی تیصیں کو فیشن میں داخل کر دے گی اور فیشن مغرب کے دوسرے فیشنوں کی طرح مسلمانوں میں بھی پسندیدہ و مقبول قرار پا جائے گا۔ ان کے زمانوں میں شرفاء اور اہل تہذیب لمبی آستانیوں کے گرتی پہنچتے تھے لہذا انھیں بجا طور پر یہ کہنا ہی چاہیے تھا کہ گھنی طبقی تیصیں میں نماز مکروہ ہے۔ اب بھائے اس کے کہ ان کے موقف وہی کو سمجھنی کی کوشش کی جائے ان کی تخفیف پر اُتر آنا آخر کہاں کی ممتاز ہے۔

محبی فقہی بحث میں جلوے بغیر ہم اس ایک اصولی ہی بات پر ہدایت چاہتے ہیں کہ مغربی تہذیب و تمدن کے جا جزاد بھی خود سی خلاف شرع غصر پر مشتمل نہیں وہ بھی اہل اسلام کے نزدیک اتنے پسندیدہ نہیں ہو سکتے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ دینجے کی کراہت بھی ان میں نہ حسوس کی جائے۔ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں لگاہ سے غیر ملوث ہونے کے باوجود ہیں تو یہ حال اسی تہذیب و تمدن کے اجزاء جس کے ڈھلنے پر میں ایک نایاک اور خدا بیزار منکر کا ہیرو جن کر دوڑ رہا ہے۔ اب اگر نمازی چیز کو مغلی کھنی والی تیصیں میں ادا کرنا کراہت پر مبنی قرار دیا جائے تو یہ ظاہر ہو گا اس احساس کا کہ مادہ پرست تہذیب کی اندری نجاست کا احساس کسی نکسی حد تک ہمارے اندر نہ رہے ہے۔ اس احساس کی قدر و قیمت جو لوگ نہیں سمجھتے وہ جو چاہے کہتے ہو گئے کون ان کی زبان پکڑ سکتا ہے۔

## بہشتی زیر طریقہ کا ایک مسئلہ

### سوال :- (ایضاً)

مولانا شرعی صاحب نے بہشتی زیر کا یہ مسئلہ میان نظر مایا کہ در ذہن والی عورت کے پچھے تولد ہو رہا ہو اور عین اسی حالت میں نماز کا وقت آجائے تو عورت کو چالہئے کہ ایسی حالت میں بھی نماز ادا کرے اسے قضاۓ ہونے دے۔ مولانا شرعی نے اس

استحاضہ ہے نماز سے غفلت گناہ کے سوا کیا ہوگی۔ رہی درد زدہ کی تکلیف۔ تو شریعت خود ہی اس تکلیف کی اس حد تک تو رعايت کرتی ہے کہ اشاروں ہی سے پڑھ لیجئو تو اپنے حکم نہ ہوں تو بغیر سور تو ہی کے قیام اور رکوع و شحوذ کے اشارے کرو۔ مقصود شریعت کا لبس یہ ہے کہ ہوش و حواس کے انتہی میں بھی۔ کرب و اذیت کی کسی مسئلہ میں بھی اپنے مالک اور اصل مشکل کشا کو دست بھولو جو شافعی مطلق بھی ہے اور حبیم و کیم بھی۔

یوں بھی سوچتے ہے کہ قانون کا جذب بات سے بالآخر ہونا ایک آفی مسئلہ ہے۔ ایک مرنے والے کے دو بیٹوں میں اگر ایک بیٹا کردار پتی ہو تو دوسرا ان شیئرنے کو محتاج تو قانون میراث میں یہ تغیر کوئی بھی قاضی نہ کر سکے کالم امیر بیٹے کو ترکم دو اور غرس کو زیادہ۔ اسی طرح الگ فرضیوں کوئی تحریک ہے اور مفروض قلاش یوں کوئی بھی منصوب یہ فیصلہ ہو مدد کر سکے کا کہ اس لکھتی کو اپنے دس روپے کا فرض مفروض سے طلب کرنے کا حق نہیں۔

پھر بھلا نہار کی معافی کا فتویٰ کوئی فقیرہ ایسی حالت میں کیسے دیتا جب کہ جاری ہونے والا خون ازروے قاعدہ خون استحاضہ ہونے کے خون نفاس۔ عورت کی تکلیف پر ترس کھانا اور بات ہے مگر اس ترس کی رو میں خدا کا قانون تو نہیں بدلا جاسکتا۔

### تعویذ گندے

**سوال:- (ایضاً)**  
یہ بات بھی مولانا ہاشمی صاحب نے فرمائی کہ آج کل عملیات اور تعویذ گندوں کا جو رواج چل گکا ہے شرعی نقطہ نظر سے وہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی کو تعویذ لکھ کر دیا کیونکہ آپ اسی تھے، اور نہ تعویذ گندوں کی آپ نے تعلیم فرمائی۔ یہ چیز نہ قرآن میں نہ حدیث میں پس آج کل ماکیٹ میں بکھر والی عملیات کی کتابیں غلط نہیں تو اور کیا۔؟ اگر رسول اللہ

قانون شرعی کے شاخ میں مقتضی اور قانون ساز نہیں اللہ اور رسول ہی نے حالت استحاضہ میں نماز جوں کی توں فرض رکھی تو کس کی مجال ہے جو اس فرضیت کو مسترد کر سکے۔

رہا عورت کا حالت تکلیف میں ہونا۔ تو یہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں کہ فقہار پر بنے رحمی اور سخت گیری کا الزام دھر دی جائے۔ اللہ اور اس کے رسول ہی نے نماز کو ایسی ہی ناگزیر اور اہم ترین چیز قرار دیا ہے کہ تابقت رہا مکان اس سے غفلت روا نہیں۔ آپ دیکھتے ہی ہیں کہ عین حالت جگ میں بھی نماز کی ہدایت موجود ہے۔ پیر شبانی۔ جمل۔ رمل کہیں بھی شریعت نماز معاف نہیں کرتی۔ پانی نہ ملنے تو تمیں سے پڑھو۔ کھڑے نہ ہو سکتے ہو تو بیٹھ کر پڑھو۔ کپڑا نہ ہو تو ننگے ہی پڑھو۔ جیسیں و حرکت دشوار ہو تو اشاروں سے پڑھو۔ پڑھو جب تک ہوش و حواس باقی ہیں کسی طرح بھی پڑھو۔

ہمارا اپنا حال یہ ہے کہ دھکہ درد میں، پر شبانی میں، آفت میں ساری بھاگ دور ظاہری تدا بیری کے لئے کرڈا لئے ہیں۔ ذہن بس علاج ظاہری کی طرف چھک کر رہ جاتا ہے لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر مشکل کو آسان اور ہر آفت کو دفع کرنے والا اصل میں خدا ہی ہے علاج ظاہری اوز تدبیر تضمنی چیزیں ہیں۔ ان ضمانتی چیزوں کو بھی سنت سمجھ کر اختیار تو کرو مگر قبلی تو جہاں اللہ کی رحمت اور مدد ہی کی طرف رکھو۔ نماز خدا کی بارگاہ میں حاضری ہی کا نام ہے اور اس حاضری کے دوران بندرہ جو دعائیں کرتا ہے ان کی قبولیت بھی ہر دوسرے وقت سے زیادہ متوقع ہے۔ تب زیادہ تکلیف اور زیادہ ہصیت میں تو اور بھی توجہ نماز پر دپنی چاہیے۔ اور خدا ای نافرمانی سے پچاچا ہیے۔ خدا ہی نے اختر حالت چیزوں نفاس میں نماز معاف کر دی ہے تو اس کا احسان۔ لیکن استحاضہ کو معاف نہیں کی توجہ تک

اسی طرح مشکوٰۃ کے اس باب میں متعدد احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ہر وہ منترا در جھاڑ پھونک اور تعویز گزدہ جس میں عمل شرک، عقیدہ شرک اور الفاظ شرک کی تمویت نہ ہونہ صرف جائز ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فائدہ اٹھانے سی و واضح تلقین و دعامت کی ہے۔

آج کل میں یہ فیسر تو "نظر" کو بھی توہات میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر قیم ہے وہ یہیں اس طرز نکر کو اختیار کر سکتے ہیں کہ جس بات کی تقدیر مغربی ماہ پرست نہ کریں اسے بالکل نہ نافو۔

بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے ابتوکل ناجی روایت کرتے ہیں کہ پتھر کھا کر جھاڑ پھونک کے ایک قبیلہ پر ہوا۔ اس قبیلے نے ان کی ہجان نوازی نہیں کی۔ اتفاق سے قبیلے کے سردار کو بچھوئے کاٹ لیا۔ اہل قبیلہ ان صحابہؓ کے پاس آئے کہ کیا آپؓ کے علم میں کوئی منتشر ہے؟ یا آپؓ میں سے کوئی جھاڑ پھونک جانتا ہے؟ — صحابہؓ نے چواب دیا کہ ہاں ہے تو ملگم لوگوں نے ہماری ہجان نوازی نہیں کی اس لئے جب تک تم کوئی معاوضہ نہ دو گے ہم جھاڑ پھونک نہیں کریں گے۔ قبیلہ والوں نے کچھ بھیریں لیطور معاوضہ نہیں کیں تب ایک صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کی اور عقرب تزیدہ اچھا ہو تاچلا گیا۔ اب صحابہؓ نے آپؓ میں کہا کہ ان بھیروں کو خوراک بنانے میں جلدی نہ کرو۔ پہلے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آگاہی ہمارے لئے جائز بھی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا تصریح بیان کیا۔ اس حضورؐ نے قدرے استغابت فرایا کہ اسے تھیں کس نے یہ آگاہی دیدی کہ سورہ فاتحہ جھاڑ پھونک کے کام بھی آتی ہے۔ جاؤ ان بھیروں کو کھاؤ اور ان میں سے میرا بھی حصہ رکھو۔

اب پر فیصلہ شرم کے حضرات تو مکن ہے کہ مگر گزدیں کہ اس طرح کی حدیثیں من ھڑت ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ شرمنگ کو دیکھا جس کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ آپؓ فرمایا کہ مفہومہ نہیں بن جاتا۔ حدیث بخاری کی ہے اور تمام اساتذہ فتن کے

صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو تعویز لکھ کر دیا ہو یا کسی پر جھاڑ پھونک کیا ہو جسسا کہ آج کل روایج پائی جائے تو اس کی کوئی مثال پیش نہیں کرو۔

## جواب :-

معلم ہوتا ہے مولانا عبد القروس حسب کی مولانا میت پر پر فیصلہ اس درجہ غالب اگئی ہے کہ وہ مدrese کا پڑھا لکھا بالکل فراموش کر دیجئے ہیں۔

یہ بجا ہے کہ اہوا اغراض کے بندوں نے تعویز گزدے کے کام کی بھی ایک پیشی اور کار و بار بنا لیا ہے اور ان کی پیشی کر داریوں بلکہ بد کر داریوں نے اس کام کو خاصا بذاتی بھی کر دیا ہے۔ لیکن یہ خالی تمہارا ہی کام تک قبضہ نہیں۔ ڈاکٹروں نے کب اپنے پیشے کو پا کیزہ رہنے دیا کون نہیں جانتا کہ جو اسے جذبہ خدمت کے اکثر و بیشتر داکٹر خالص تاجر۔ بلکہ ظالم قسم کے تاجرین پکھے ہیں۔ اسی طرح دینی کام کرنے والوں بھی بے تحاشا دین کو اغراض اہوا کا آئندہ کاربتا یا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے لیکن اس سے نہ تودھا اکٹری کی اہمیت و ضرورت پر حروف آتا ہے مددیں کی۔ اسی طرح تعویز گزدے کی افادیت سے انکار بھی ہر طبقہ دھرمی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

قرآن و حدیث سے ثبوت لائے کے بھاطالے کا جواب یہ ہے کہ مشکوٰۃ کی کتاب الطبت والرُّقیٰ الحوں کر دیکھنے کی جائے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم میں سے کسی کو نظر سے ہو جائے تو اس کا منتظر پڑھوایا جائے۔ (بخاری و سلم)

مشکوٰۃ مراد جھاڑ پھونک ہے اور تعویز گزدے بھی اسی نوع کا عمل انجام ہیں۔

اُم سُنْدَر رضہ کہتی ہیں کہ ان کے گھر میں حضورؐ نے ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ آپؓ فرمایا کہ مفہومہ نہیں کہ اسے ظاہر ہے اس کے لئے جھاڑ پھونک کا ملاح کرو۔ (بخاری)

جن کی نبیاد پر قرآن و حدیث نے بعض اور چیزوں کو حرام قرار دیا ہے لہذا ان کی حرمت مسلم ہوگی اور یہ اعتراض نامقابل تو چکار کر قرآن و حدیث میں تو ان کا انہم لیکر حرمت بیان کی ہیں گئی۔ خواہ خواہ وہم میں پڑنے کو شرعاً یعنی نے پسند نہیں کیا بلکہ یہ بھی اس کا معاد و ضرر ہے اور ایسا جائز کہ حضور نے خود اس محاوا ضرر میں بشریک ہونے کو پسند فرمایا تو یہ گندہ آخر اس کے سوا کیا ہے کہ کچھ الفاظ ای فقرے یا ان کا اشاراتی خلاصہ (کو رد و رذ) کا غذیر لکھ دیا جاتا ہے۔

لکھنے میں زعفران کا استعمال یا بعض اور لوازمات کا اہتمام مجلد علاج اور محلہ تداہیر ہے۔ اگر اس میں کوئی جزو خلاف شرع نہیں تو آخر کس دلیل سے کوئی پروفیسر یا دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ تو یہ گندہ تحریقی نقطہ نظر سے علطہ ہیں۔

## حلال و حرام کا معیار

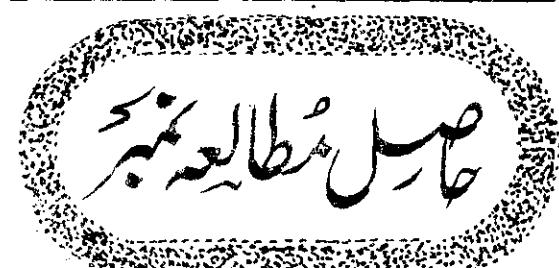
**سوال ۱۱:- (الیہت)**

مولانا عبدالقدوس ہاشمی سراج بنے ایک جلس میں یہ بھی فرمایا کہ قرآن و حدیث نے حلال و حرام کی پوری وضاحت کر دی ہے۔ لہذا قرآن و حدیث نے جن چیزوں کو حرام نہیں ٹھیرا یا ہے ایسی تمام چیزوں ہائے لئے حلال ہیں۔ جو چیز حرام نہیں اس میں نہ شبکرو و نہ اس میں میخ نکالو۔ پس حلال بھجو کر اس سے استعمال کرو۔

**جواب ۱۱:-**

ایک اعتبار سے بات مولانا نے صحیح کی۔ حرام و حلال کا مدار تو یقیناً قرآن و حدیث ہی پر ہے لیکن جو طرز فکر مولانا کے باقی جواہر پاروں سے نہیاں ہو رہا ہے اس کو ظرف میں رکھتے ہوئے یہ تنبیہ ہم صور کر دیں کہ قرآن و حدیث نے کسی شے کے حرام ہونے کی جو علت بیان کر دی ہے وہ جس دوسری شے میں بھی پائی جائے گی وہ حرام ٹھیرے گی خواہ قرآن و حدیث میں برآہ راست اس کا تذکرہ نہ ہو۔ مثلاً بے شمار چیزوں ہیں جنھیں فقہار نے حرام کہا ہے حالانکہ صریح تذکرہ ان کا قرآن و حدیث میں نہیں ہے لیکن یہ چونکہ ان علتوں کی حاصل ہیں

مکتبہ بی۔ (بیومند دیو پی)



تجھی کا یہ مقبول مشہور خاص نتیج بھی مل سکتا ہے  
قامت سارے ہے تین روپے

وہی پی سے طلب کریں جسے تو تقریباً سارے ہے چاہیے  
میں پڑے گا۔ لیکن منی اور طبعیں تو صرف چار روپے کافی  
ہوں گے۔

**درس قرآن** معمولی قابلیت کے لوگوں کے لئے آسان لیکن اب تک اٹھارہ قسطیں جیسی ہیں۔ فی قسط۔ دور و پے بلکہ ایک ساتھ سو لیا اس سے زائد قسطیں طلب کرنے پر فی قسط ڈیڑھ روپے کے حساب سے دام لئے جائیں گے۔

**آسان تفسیر** تیسیوں پارے یعنی پارعہ کی نہایت آسان مکالمہ است. تفسیر کو بچوں اور لوگوں اور سموی لیاقت کے مردوں کے لئے تحفہ نادوہ ہے تہیت مجلد۔ ۵/۵ انتخاب صحاح شیعہ حدیث کی پچھی تین کتابوں۔ بخاری این باجہ کی فضیلہ ترددیوں کا مقابلہ و معروف انتخاب قیمت مجلد۔ ۵..... پانچ روپے - ۵/۵

**محمد بن عطاء اور ان کے علمی کارنامے** اوقت کی ایک بہترین کتاب۔ چاروں اکہد اور ممتاز حجتین کا تحقیقی تذکرہ۔ ان کی کتابوں پر تنصیرہ اور جمع حدیث کے سلسلے میں ان کی عظیم کوششوں کا مفصل بیان بہت نفیس اور مفید کتاب تھی قیمت ساری چارز ۵ روپے۔ **انترار الصنادید** اور ہمی کی عمارتوں، باخون اور تاریخی تھیتیوں دغیرہ پرسریڈ کی مشہور کتاب۔ ضمیری تصحیحوں اور اضافوں کے ساتھ۔ بیشمار نقشے اور خاکہ کے کتاب و طباعت اعلیٰ قیمت مجلد۔ ۵..... اٹھارہ روپے۔

**کشکول حجۃ و ب** حجاجہ عن زر الحسن حجۃ و ب کے کلام کا تازہ آئی، اسرارِ طلاقیت، سوز و درد اور نوز ایمان کے سرماں سے مالا مال ہے قیمت مجلد۔ پانچ روپے - ۵/۵

**طرب بنوی** مختلف امر ارض اور حفاظان صحت کے لئے احادیث میں جن دو او اس طبق ایضاً علاج کا ذکر کیا ہے اسے ماضی میں کتابی شکل دی گئی تھی اب ہمی کتاب زبان دیوان کے تازہ اسلوب کے ساتھ پیش فرمات ہے۔ مجلد دور و پے

**مکتبہ تحلیٰ** دیوبند یونیورسٹی۔

**مولانا مودودی** کی شخصیت ان کے علم و فضل ایضاً میلے۔ فضل ان کی دعوت ان کے شن، ان کی پوری زندگی کے احوال مکمل اتفاق پر احمد گیلانی کی ایک مسیو طکتاب دینا بھر کے علماء اہل فکر اور اہل بات میں کارا۔ قیمت سائیٹ تین روپے اتنی عمار کی نظر میں۔

**مولانا مودودی اور جماعت اسلامی** قیمت - ایک روپہ کیا جماعت اسلامی حق یہ ہے؟ اسے قوتے اور فصیلے۔ ایک اہم کتاب جو مخالف و موافق ہر ایک کے لئے مفید اور لمحپ بہے۔ قیمت - تین روپے - ۳/-

**الزامات کا جائزہ** ان الزامات کا منصفانہ جائزہ جو جماعت اسلامی اور مولانا مودودی پر کبھی فتوؤں کی شکل میں کبھی کتابوں اور اشتہاروں کی صورت میں لکھتے جاتے ہیں۔ قیمت - ڈھانی روپے۔ ۲/۵۔ **اطہارِ حقیقت** جماعت اسلامی پر کچھ لگتے اعترافات کے دلیل و شاذی جوابات۔ ڈیپٹھ روپہ۔ ۵/۵ **لعلی الف علمی** علامہ ابن الجوزی کی محیب کتاب۔ کتاب الہادی کا ارد و ترجمہ۔ سات سو ایسے لاطائف، فضائل و حدیث کا درود ترجمہ۔ مکالمہ ابن الجوزی، تکمیل الفتن و مختصر حجۃ و مزاج اور صفت ملی کے رہنمائی جلوے ملتے ہیں۔ قیمت - پانچ روپے۔

**تفسیر بیان القرآن** مولانا اشرف علی کی مشہور زبانہ تفسیر۔ مکمل تفسیر بیان القرآن و مجلد قیمت - تریپل روپے۔ ۶/۳ **تفسیر حقانی** مولانا عبدالحق حقانی کی لا جواب تفسیر۔ مکمل و مجلد چوتھہ روپے۔ ۶/۴ **البيان فی علوم القرآن** تفسیر حقانی ہمی کا مقدمہ ہے۔ مکمل تفسیر اور دعویٰ کے اعتبار سے مستقل کتاب ہے۔ مجلد سات روپے۔ ہر تفسیر ابن شیراز مکمل (دارد) علامہ ابن شیراز کی حرکتہ الاراء تفسیر جواب ۳۲ قسطیوں میں مکمل ہو گئی ہے۔ فی قسط۔ دور و پے۔ مکمل بلکہ جلد رعایتی قیمت۔ ساتھ روپے۔ تجلد ریگنیں۔ پیشہ ستم روپے۔ ۶/۵



ایک "نسخہ کیمیا" پیش کیا تو خیرت واستعجاب سے ان کی تکھیں پھٹی رہتیں۔ خاندان پاکی کا ایک یہم دوسری چشم دچار غدو جو نہ سائی اور بے سی کے عالم میں شہادت رہا اور ہزاروں آنڈھیوں اور طوفانوں سے بچا کرتا ہوا جب یہک اپنی خیرت کرتا ہے تو بھگتا رہتا ہے۔ چاندرا و ستاروں کی روشنی بھی ایک بھتی ہوئی سی جگہ اسی کی شکل نظر آتے لگی۔ عبد اللہ کا یہم اور آمنہ کا میریخوت جسکی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے نہ بھی درستگاہ کا دروازہ دیکھا تکسی علم سے اس کا سبق ٹپا۔ جسے نفلم کا غز اور روشنائی کی حقیقت بتلانی لگی۔ کمکسی کتاب کی شکل دھکائی گئی۔ اسی اُمیٰ لقب کے لہذا نصیح اور لسان بلیغ نے جب فصاحت و بلا خات کے دریا بہانے تشریف کئے تو ان میں پھیلے ہوئے ہوا ہراتے ہے بہنے ملند بانگ دعیے کرنے والے شعراء اور ادباء کی زبانوں پر اچانک مہر کوت اور غل استعجاب لگادیا۔ اور ————— جب ————— فاؤں سورۃ منصفہ کا پیغام قرآنی اسٹیج سے اسے نبی احمد کی زبانی تحقیق ترجمان سے سنادیا گیا تو پھر ————— ان مدعاوں نے

کائنات عالم کی دسیع پر ایض آبادی میں عرب کی ریگداری اور پھر لی تین اپنی مردم خیزی کے اعتبار سے جو اقیاری حیثیت رکھتی تھی اور ہے اسی اعتبار سے زبانہ ای اور فصاحت و بلا غلط میں بھی یہ قوم سارے عالم میں بے نظیر بھتی جاتی تھی اور اس سے میں اسے ایک عظیم سرمایہ اقتدار حاصل تھا۔

اس میں کوئی شہنشہ نہیں کہ صاحبے عرب کی دھاک دنیا کی اُن تمام اقوام پر کیساں بیٹھی بڑی بھی جھیں اہل زیان ہونے کا دعویٰ عزود کی آخری منزل تک پہنچا رہا تھا۔ فصاحت کے اس احساس بتری میں جس مقام پر اہل عرب بھڑے تھے وہ ایسی ہی بنی ایمی جسے چھولینا بھی دوسروں کو خود اپنی لگاہ میں ایک دشوار ترین محلہ لٹڑا رہا تھا۔ با خصوص شعرے عرب کا توجہ اب ہی نہیں تھا۔ شعروں کے ان تاجداروں اور علم و ادب کے ان سریز اکاروں کی ایک ایک جنید نوک خامدہ ولزش شفت و لسان سے فصاحت بلا غلط کے ایسے چشمے اہل رہے تھے جن میں ایک ایک قطہ بجائے خود تقصیح و تبلیغ کا سند بھجا جاتا تھا۔ لیکن ————— سر کار دد عالم، نبی اُمیٰ فدا کا ابی دا حی نے جس وقت ان کے سامنے

اور پر شکوہ تاجداروں کو اس سلطانِ امی کی ایدی عسلامی کا شرف بخش دیتا ہے۔

## پہلا خط

شاہ جلبش بخاری کے نام جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کیم میں بھیجا۔ جس کے قاصد عمر بن امیۃ الفضری رضی اللہ عنہ بیان کئے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے بخاری کے نام جلبش کی جانب۔ اسلام قبول کر دیں تھا ری طرف اس ائمہ کی حمد کثیر، بھیجا ہوں جس کے سوا کوئی قابل پستش نہیں دہ بادشاہ ہے، ہر عیسیٰ پاک ہے یکسر سلامتی ہے اپنے دامی اندر بندوں کو دیا ملت کے روز، امن دینے والا ہے (اور ان کو) مدارج علیاً عطا کرنے والا ہے۔ اور میں (اس بات پر) شاہد ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہیں، اللہ نے اس (روح) کو مریم بنتل پاک حضرت کی طرف ڈال دیا۔ جس سے وہ حاملہ ہوتیں۔ پھر خدا نے عیسیٰ کو پرداز کیا اپنی روح اور رفع سے جس طرح خدا نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور یہ تم کو اور تھمارے جیش کو اللہ بنگ و بربر کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے (تم تک) ائمہ کا پیغام بھیجا دیا اور صحیت کر دی (اب) تم میری نصیحت قبول کرو۔ اور سلامتی پر اس پر جو راہ ہدایت اختیار کرے۔

یہ ہے وہ تاریخی خط جسے پڑھتے ہی شاہ جلبش کے دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور وحدت اسکے سینے میں بھر گی اور جلبش کا تاجدار مدنی آقا کا غلام ہے دام بھوگیا اور اتنا پڑا خوش قسمت شابت ہوا کہ دو ہی سال بعد یعنی ۲۹ جمادی اس کا انتقال ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الصارد ہمہ جمیں کی کثیر حماقت کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز غائب نہ ادا فرمائی۔

## دوسرा خط

(باشاہ مصروف اسکندر یمقوس کے نام)  
”اللہ حاکم اور حکیم کے نام سے۔ ائمہ کے بندے چمدی کی فر

کو اپنا سروہی پیر طلبیں پڑا۔ اسی لیکھان فرقانی کا یہ ادنیٰ مگر لا مثال کر شرخ کا عرصے تامی گرامی فضحہ بھی اس نبی امی کی گوہر فشنیوں کے آگے صندقہ بیکو کی تکلیف تصویریں جاتے تھے جب حضور دھی الہی کے بحدائقے، بھی اپنی زبان کی حیثیت انگیز روایتوں سے بھی فضاحتیں کے جاہرات بھی نہیں لگ جاتے تھے!!

حضرات انوں اور مسلمین روم و شام و غیرہ یورپ کو سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام اور دعوت دین کے سلسلے میں جو خطوط ارسال فرمائے، کتب سیریں ان کی تعداد بہت ہے جن کا تجیک وقت کسی حضور یا مقامے میں جمع کر دینا ممکن نہیں ہاں گا ہے گاہے یا سلسہ دار توفیق ایزدی کے سہارے یہ سعادت حاصل کی جا سکتی ہے۔

یہ خطوط نبوی چوریا نہیں ہے فرمان عالیٰ کی حیثیت سے جاری ہوا کرتے تھے۔ اگرچہ کسی کتاب صحابی کے قلم سے عرض نہ ہو رہیں آئے تھے، مگر جہاں تک نفس حضور کا تعلق ہے ان کا ایک ایک لفظ زبان رسالت کی گوہر باریوں کا ہی تجھ ہوا کرتا تھا۔ اور اصحاب رسول میں کسی کے اندر اتنی حرارت بھی نہ ہو سکتی کہ وہ کسی ایک حرفت کو کسی نقطے کے سلسلے میں بھی اپنے ایماں اور ارادے سے کوئی ٹھکے سے پہنچانیور و تبدیل بھی کر سکتا۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خطوط طو فرایں کا امطالعہ کرنے سے صحیح طور پر فضاحت و بلاعنت کی را ہیں چلتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔

ذیل میں صفتیں محض مختصر خطوط کے ترجیح سپیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے، جن میں ناظمی تجلی، کوئی صرف ظاہری حسن فضاحت کی جلوہ پاشیاں دعوت استفادۂ ذوق و نظر دے رہی ہیں بلکہ اخلي اور باطنی طور پر ان میں اتنا خلوص ایسی حلاوت، اس قدر دلنشی اتنی جگت اور دعوت ایمان دو احادیث کی ایسی بھرپور لوزانیت کا خوازہ جنمی جگہ تاہم اپنے نظر آئے گا جو ایک طرف اپنی ذائقی فضاحت و بلاعنت پر اتراتے والے انسانوں کا سر غزوہ حملہ کر رکھ دیتا ہے تو دوسری طرف ایک عالم پر گمراہی کرنے والے طاقتوں

اور کتاب کے ذریعہ عربی میں جواب لکھا۔  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمد بن عبد اللہ کی جانب، موقوف  
عقلیم قبط کی طرف سے سلام ہوا آپ پر۔ اما بعد میں نے آپ کے  
خط کو پڑھا، جو کچھ اس میں مذکور ہے اور جس چیز کی آپ نے  
دعوت دی ہے۔ اسے سمجھا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ابھی ایک  
بنی کاظم ہو رہا تھی ہے، مگر مجھے یہ گمان تھا کہ اس نبی آخری کاظمؑ  
شام میں ہو گا۔ میں نے آپ کے اور تاصد کی عزت کی، آپ کے لئے  
دو کنیزیں بھجن ہوں جو قبط میں بلند درجہ رکھتی ہیں۔ چھپڑے اور  
آپ کے لئے ایک بخوبی بھی بدینت بھج رہا ہوں۔ واللٰہ علیک!“  
کیزیں تاقیہ طبیہ اور شیرین تھیں جن میں سے اول

الذکر دہی حضرت مارقیۃ الطیبیہ ہیں جنہیں ام المؤمنین کا درجہ ملا،  
کپڑے اور بلغلہ (دلڈل) کے علاوہ انہی بہت سی چیزیں تھیں  
اور پھر مقتضی نے حضرت حاجط ابن بلبغ کو ایک سو شقال  
سو نا اور سیاس س دیکھ خصوصی کی موقوفت نے اپنا مسلمان  
ہونا طاقتور نہیں کیا۔ دلڈل کے تنقیق مشہور ہے کہ حضرت  
معاذیہؓ کے زمانہ کی زندگی پر اسے ”واللٰہ علیم بالصراحت۔“

### ملکیہ حضرت حاجط

#### (شاہ عمان کے نام)

تیسرا خط وہ ہے جسے آپ نے عمان کے باہم شاہ جیف نہ  
ایں الجبل نہی اور اس کے بھائی عبد کو لکھا۔ اس کے کاتب  
حضرت ابی ایں کعب اور تاصد حضرت عمر بن العاص ہیں خط  
کا ترجیح درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمد ابن عبد اللہ کی طرف سے  
اچھی نہی کے درجن بیٹوں جیف اور عبد کے نام سلامتی پر اس پر  
چوراہ راست اختیار کرے۔ میں تم درجن بھائیوں کو ادیشہ کے  
پسے درجن اسلام کی طرف بلتا ہوں۔ تم درجن مسلمان ہو کر خدا کو  
ایپی سلامتی کا صاف بنالو، میں خدا کا رسول ہوں تمہارا انسانوں  
کی طرف سے تاک رساب کو اللہ کی طرف سے سکھتی اور روکر دیتے  
(باز رکھوں) دراؤں اور خدا کی محبت کفار پر تماں کرو دوں۔ اگر تم  
اسلام لائے تو اپنے ملک کی حکومت پر بھی بکستہ تو قائم رکھ جائے  
اسلام سے انکار کی صورت میں میرے سو ایکھارے ملک میں

سے جو انشہ کا رسول ہے موقوفس کی طرف جو قبط کا عظیم ہے  
سلام اس پر جو راه ہرایت اختیار کرے۔ اما بعدا میں تم کو  
اسلام کے ملک کے کی طرف بلتا ہوں۔ اسلام قبول کرو، سلامت  
رہو گے، اسلام قبول کرو اللہ تھیں دوہر اجربت گا۔ اگر تم نہ  
سرکشی کی تو سارے اپنے قبط کا گناہ تھمارے سو ریوگا۔ اے  
اہل کتاب اس بات کی طرف آجائو جو ہمارے اور تھمارے  
درمیان متفق علیہ ہے، یعنی یہ کہ خدا کے سو اسی کی بھی عبادت  
نہ کریں، خدا کے ساتھ تھکسی کو شریک نہ کریں، ہم میں سے  
کوئی انسان کسی انسان ہی کو اپنا، بالک نہ بنائے“

مشہور صحابی حضرت حاجط ابن بلبغ قاصد تھے جب  
اپنے موقوفس کے سامنے پیش ہوئے تو ایک مختصر سی تلقیہ ریکی  
”بعد حمد و صلوات“ اے شاہ قبط حسیں مالک الملک نے تجھے ملک  
و اقتراہ پیش کیا ہے دہنی کائنات کے ذریعے ذریعے کا اصلی  
مالک اور حقیقی حکمران ہے، بغیر اس کے حکم کے ایک ترکا اپنی وجہ  
سے نہیں ہیں سکتا۔ اس پر ایمان لاو جس نے اپنے پچھے رسول  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کیے بھیجا۔ یاد رکھو  
تم سے قبیل ایک شخص خدا کی کاد عدی کر کے سخت عذاب میں  
بنتا ہو چکا ہے۔ تم کو اس سے عیشہ حاصل کرنی چاہیے میں تم کو  
دین اسلام کی طرف بلتا ہوں۔ بلاشبہ حضرت عیشیؓ کی بشارت  
حضرت محمد کے حق میں دلیل ہی ہے جیسی حضرت موسیؓ کی بشارت  
حضرت عیشیؓ کے حق میں تھی۔ تم نے جس طرح یہود کو بخیل کی طرف  
بلایا اسی طرح میں تم لوستر آن کی طرف بلتا ہوں، جو خدا کے  
برگزیدہ کا آخری اور سچا کلام ہے۔ تم نے نیچا کا زمانہ پالیا ہے  
اس خوش قسمتی پر ناز کرو اور مرتقب کو ہاتھ سے ز جانے دو۔“

موقوفس نے جواب دیا۔“ میں حضرت محمد کے بالے  
میں کافی غور کرنے کے بعد اس فیصلے پر پہنچا ہوں کہ بیشک  
وہ پچھے نہیں، ان میں نبوت کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ وہنے  
تو کسی بیری بات کا حکم دیتے ہیں میں نہ کسی اچھی بات سے روز کتے ہیں  
نہ رہ گمراہ ہیں نہ ساحر اور نہ جھوٹے نہ کاہیں۔“ اس کے  
بعد موقوفس نے حضورؐ کے خط کو ہنایت عزت کے ساتھ  
ایک ہاتھی دانت کے جو اصبوحتا ڈسیے میں محفوظ رکھا

**عمر وہ:** صدر درہ بڑی۔

**عبد:** تھیں کیسے معذوم؟

**عمر وہ:** بخاشنی تھی صور وہ قل کو برآ پڑا خراج ادا کرتا تھا ملک جب سلان ہوا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم اب اگر قل نے ایک درم بھی طلب کیا تو من دون گا قیصر کو جب ختمی اس کے بھائی تباشق نہ کرہا۔ کیا تم اس غلام کو اسی خرج چھوڑ دو گے کہ وہ خراج نہ ادا کرے اور ایک نیا زین ثبوں کر کے تھاری خلافت کرے؟ ہر قل نے جواب دیا۔ اگر کسی دین کی طرف رغبت ہوگئی اور اس نے اسے قبول کر لیا تو ہم روکنے والے کوں ہوتے ہیں، اگر پتے ملک کا خیال نہ ہوتا تو بیشک ہم بھی یہی کرتے جو اس نے کیا۔

**عبد:** (حیرت سے) عمر وہ کیوں؟

**عمر وہ:** میں بالکل پہ کہہ رہا ہوں اس میں نہ برا بھی جھوٹ نہیں ہے۔

**عبد:** اچھا بتاؤ محمد کیا کہتے ہیں؟

**عمر وہ:** اللہ عزوجل کو ایک ماننے، اس کی عبادت کرنے اور کسی کو اس کا شریک نہ ماننے کی دعوت دیتے ہیں ہری یا تلوں سے روکتے اونکیوں حکم دیتے ہیں، بڑوں کا احترام اور جھوٹوں سے شفقت، ظلم و عدوان، جھوٹ اور فریب، بدکاری، زنا اور شراب خوری کو منع کرتے ہیں پھر کی پستش کو عذاب و آخرت کا سبب اور وحشت کو بخات کا ذریعہ بتاتے ہیں۔

**عبد:** (خوش ہو گئے) یہ سب کتنی اچھی تبلیغیں کاش بھائی اخھیں قبول کر لیتے تو ہم بعضی مسلمان ہو جاتے، مگر وہ ملک کی محبت اور قوم کے درست ایسا یہ سکیں گے عمر وہ: اگر قم مسلمان ہو گئے تو تھارا ملک ہم تھیں دیروں تھاری حکومت باقی رہ جائے گی۔ تھارے سرایہ داروں سے صدقات وصول کر کے تھارے مسماکین اور فقراء میں تقسیم کریں گے اور کم تھاری حفاظت کی ذمہ داری ہو گی۔ تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے۔

**عبد:** نے صدقات کے نعلن پوچھا اور حضرت ابن العالی

پاٹل پوں گے (تم ذلیں دخوار ہو گے) تھارا ملک بھی تھارے بقضیے نکل جائے گا۔ اور (بلاشہ) میری بیوت تھارے ملک میں آشکارا پوکر رہے گی۔

حضرت عمر بن العاص جب عمان پہنچے تو پہلے عبد سے ملے اور کہا کہ میں رسول اللہ کا قاصد بن کرم دولاں بھائیوں کے پاس آیا ہوں عبد نے کہا کہ پہلے بیکے بھائی سے میئے کیوں نک وہ بڑے ہیں اور بادشاہ بھی۔ میں تم کو ان کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ پھر بھاڑکا، تم کس بات کی طرف بلاتے ہو؟ عمر بن العاص کہا میں تم کو خدا کے ایک ماننے، اس کے سامنے سر جھکاناے اور کسی کو اس کا شریک نہ مٹھرا نے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور اس پاٹا کی تلقین کرتا ہوں کہ خدا کے سوا جتنی چیزوں کی پستش کرتے ہو ان سے بازاً اور اقرار کر کے حضرت محمد انہل کے بندے اور رسول ہیں۔

**عبد:** اے عمر! تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو بتاؤ ہمارے باپ کیا کیا۔ جھے اس سے رشدی حاصل کرنے میں کافی تسدیقی گی۔

**عمر وہ:** وہ مر گئے مگر حضرت محمد پر ایمان نہ لاتے۔ میری دلی آرزو دھکی کردہ سلان ہو گئے ہوتے، میں بھی اول ان کی راتے میں تھا، لیکن اللہ نے میری ہدایت کی اور میں مسلمان ہو گیا۔

**عبد:** آپ نے ان کی ایجاد کی کی اور کہاں مسلمان ہوتے۔

**عمر وہ:** بخاشنی کے پاس، کچھ عرصہ بن، اور بخاشنی بھی سلان ہو گیا۔

**عبد:** اس کی قومت بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

**عمر وہ:** اس کی عزت و قارکو قرار رکھا اور اس کی اتباع کی۔

**عبد:** اس کے سرداروں اور سپاہیوں نے کیا کیا۔

**عمر وہ:** انہوں نے بادشاہ کا ساتھ دیا۔

**عبد:** (چونک کر) اے عمر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ دیکھ جھوٹ نہ ہو لو۔ جھوٹ سے بری خصلت کوئی نہیں ہے۔

**عمر وہ:** میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ جھوٹ بولنا ہمارے مذہب میں جائز ہے۔

**عبد:** تو شاید بخاشنی کے اسلام کی خبر ہر قل کو نہیں ہوتی۔

ملقات نہیں کی۔ یہ روگئے تو اندر جانے کی اجازت نہیں ملی آخیر برقت عبد کے ذریعہ پھر حیضر سے ملے تو اس نے کہا ہم نے کافی خور کیا مگر نتھی خلاف مکلا، کیا تم چاہتے ہو کہ میں مسلمان ہو کر اپنی بالادستی ختم کروں۔ تھماری ماتحتی گوارا کروں۔ زور کے لفظوں میں تھمارا بسط بیکے کہ میں اپنا سب کچھ تھمارے جو اے کروں۔ اگر میرا فیضید ہو تو سارے عرب میں مجھ سے زیادہ بزدلی ضعیف، کم وحدت اور نامر دکونی نہ ہو گا۔ پھر ان کے سواریہاں نہیں آسکتے ہیں۔ اور اگر آئے تو پھر جنگ و جدل کا وہ میدان کا راز اگر میں ہو گا کہ تھمارے چھکے چھوٹ جاتیں گے اور بیان رکھو یہ جنگ تھماری۔ ننگی کی نہماں کچھی اڑائیوں کو بخلادے گی۔

عمر وہ: بہت خوب! اب میں خصت ہوتا ہوں، تم انجام کا منتظر کرنا۔ اس کے بعد عمر بن العاص یا ہر کسے تو عبد نے اخفیں روک لیا اور اپنے بھائی سے تھہایی میں مل کر اسے سمجھا یا کہ تھیں اسلام قبل کر لینا چاہیے جتنوں کے پاس ان کے قاصد گئے سبھوں نے ان کی دعوت قبول کر لی صرف ایک تم ہی رہ گئے ہو۔ عبد کے دل میں اسلام کا نور داخل ہو چکا تھا۔ وہ اس سعادت کو اپنے بھائی کے ساتھ جلد از جلد حاصل کرنے کے لئے جیں ہو رہا تھا۔ آخر اس کے بھانے بھانے کا اثر حیضر نے قبول کر ہی لیا۔ حضرت عمر بن العاص پھر بلاسے گئے۔ دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ صدقۃ کی وصوی کا اختیار سونیا گیا۔ اور قوم کے نزاعی معاملات میں اخفیں حکم تسلیم کر لیا گی اور رفتہ رفتہ بتدریج عمان کے عوام بھی حلقتہ بگوش اسلام ہوتے گئے۔ !!

**خریدار حضراء۔** خدیں اپنا بزرگ خریداری لکھنا نہ بھولیں وہ دن ان کے حکم کی تعییں دشوار ہو گی۔  
میر تھجیلی

تے تفصیل کے ساتھ اسے بتا۔ یہ عبید نے کہا۔ ”یہ کتنا اچھا اخلاق ہے اور کتنا عمدہ دین ہے اس کے بعد حضرت عمر بن العاص کچھ دوستک وہاں پھرے رہے۔ عبد ابن الجلدی ہر زور اپنے بھائی کو بھر دیتا رہا۔ آخر ایک روز حیضر نے حضرت عمر و کو دربار میں طلب کیا جحضرت عمر نے مجلس میں سچھ پیشہ چالا تو درباریوں نے اس کی اجازت نہیں دی۔ آخر بادشاہ نے پوچھا تم کیا کہنا چاہتے ہو ہے حضرت عمر نے سر کار پر دو عالم کا خط پیش کیا۔ حیضر نے نہر توڑ کر خلط نکالا۔ پڑھا اور اپنے بھائی عبد کو دیکھ کر ہم اسے زور سے پڑھو۔ اس کے بعد اس طرح باتیں ہوتیں ہیں:

حیضر: (حضرت عمر پر) بتاؤ تریش نے کیا کیا۔  
عمر: سب نے دین قبول کیا۔ یا تو رغبت اور خوشی سے یا تکرار سے مجبور و مقہور ہو کر۔

حیضر: ان کے ساتھی اور شریک کا کر کر ان لوگ ہیں۔  
عمر: ذہنام لوگ حظبوں نے رغبت اور خوشی سے دین کر قبول کر لیا اور اللہ کی بخشی ہدیت اور اپنی عقل سے یہ بھاکہ سچے وہ راہ ضلال پر نکھے اور ایسا اخفیں صحیح راستہ ملا ہے۔ پھر حضرت عمر وہی حیضر سے مخاطب ہو کر کہہ کر ہم نہیں جانتے کہ اب اس دربار میں تھمارے سوا کوئی اور سردار مسلمان ہونے سے رہ گیا ہے اگر تم اب بھی اسلام نہ لائے تو ان حضرت محمدؐ کے سوار اور پیدل شیدائی تھمارے ملک میں ائمہ کے تھمارے سبزہ زار کو پا مال کر دیں گے۔ تھماری حکومت کا تختہ الط جائیگا۔ پھر یا تو تم تہبہ تنقیب کر دلے جاؤ گے یا غلام ہو کر زندگی اسبر کر دے گے، اور اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تم ہمارے بھائی بھی جاؤ گے۔ تمہاری حکومت تھیں مل جائے گی اور تمہری عزت کی زندگی اور بجا کی سوت کے حقدار ہو گے۔

حیضر: اچھا ہیں آج بھر کا موقع دو کہ ہم سوچ سمجھ لیں وہ اپسی کے بعد عبید نے کہہ کر اسے عمر وہیں اپنے بھائی کے مسلمان ہونے کی امید ہو گئی ہے۔ مگر دوسرے دن

**حضرت ابو بکر صدیق و فاروق اعظم قیمت** مصنفہ: ڈاکٹر طاہ سعید  
ترجمہ: شاہ حسین عطاوی نزد پے۔ ۹/-

**حضرت عمر بن العاص** مصنفہ: حجۃ محمد فرج مصہدی  
ترجمہ: محمد حمایتی ۱۲/-

**حضرت امام ابن قیم** مصنفہ: عبد العظیم عبد السلام جلد ۱  
ترجمہ: حافظ شیخ احمد ارشد ۱۵/-

**آئینہ حقیقت نما** مصنفہ: اکبر شاہ خاں  
ترجمہ: بخیر آبادی ۱۵/-

**نظام الملک طوسی** قیمت ۱۵/-  
السرامک مصنفہ: عبدالرازاق کانپوری ۱۵/-

**آیات بیانات** مکمل دو حصے ۱۸/-

گلشن لعل خار نزکہ شعراء ارد و نواب صطفی شیفتہ ۹/-  
صنف خانہ ریشمکش مجموعہ کلام امیر بنیانی ۹/۹.

تجدد دین کامل مولانا عبدالباری ندوی ۹/۹.  
تجدد معاشیات مولانا عبدالباری ندوی ۹/۹.

**اثبات النبوة** حضرت مجدد الف ثانی کا ایک نادر سار  
جنوبوں کے موضوع پر ناد ترجمہ ۱/۵۔  
ستون کے ساتھ سلیمان اردو ترجمہ۔

**شاہ جہاں کے ایام اسیری اور عہد اور نگزیں** مصنفہ  
ترجمہ: خلیفہ محمد حسین ۱۲/-

**دعوت اسلام** ترجمہ: حیات اللہ روپی ۱۰/-

**تاریخ فلسفۃ الاسلام** مصنفہ: ڈاکٹر بیردی الدین  
نووی نزد پے۔ ۹/-

**الوار الصفا** صحابہ کرام، اولیائے عظام کے احوال و احوال کا  
مجموعہ ترجمہ ۷/-

**مکتبہ تخلی** دیوبند (لیپی)

## بیش قیمت لڑکچپر

### تاریخ ابن خلدون مکمل

رسول انھر سے لیکچری خاں تک مکمل اسلامی تاریخ مفصل  
اوسرتند۔ نیا ایڈیشن۔ ہر حاظ سے عمرہ۔ مکمل و مجدد درسات  
جلد۔ قیمت ۹۰/-

(اس کو طلب کرنے والے حضرات اپنا ریلوے  
اسٹیشن یعنی صدر ریلوے (کھیں)

**تاریخ اسلام** مکمل تین حصے مصنفہ: بولا ناشاہ اکابر  
نحو اب اس کی قیمت ۵۰ روپے ہو گئی ہے۔  
خلافت بنو امیریہ مصنفہ: ابن اثیر مکمل ہر دو حصہ ۲۲/-

**زاد المعاد** مصنفہ: ابن قیم (اردو ترجمہ) مکمل  
درجہ ہار حصہ ۲۵۰/-

**تاریخ الخلفاء** مصنفہ: جلال الدین سیوطی  
ترجمہ: اقبال الدین احمد ۱۲/-

**فتوریہ البلدان** مصنفہ: البلاذری  
ترجمہ: ابو الحسن نورودی ۱۸/-

**ملکیہ دور حکومت** — نظام الملک خافی  
حتاں کی شاذ اور تاریخ کا ترجمہ۔ حصہ اول۔ باہر سے جہانگیر  
تک۔ حصہ دوم۔ دور شاہ جہانی۔ حصہ سوم۔ دور عالمگیری۔ حصہ  
چہارم۔ شاہ عالم سے ناصر الدین محمد شاہ تک۔ قیمت مکمل درجہ ہار  
حصہ ۲۵۰/-

**تاریخ عنصر ناطہ** مصنفہ: لسان الدین ابن الجیط  
ترجمہ: سید احمد الشنودی۔ قیمت مکمل ہر دو حصہ ۲۲۰/-

**حصہ از سال پہلے** مولانا ناظر احسان گیلانی ۱۲۵/-  
تاریخ فاطمیین مصر مصنفہ: ڈاکٹر زارہیلی  
مکمل ہر دو حصہ ۱۹۰/-

**حضرت عثمان و حضرت علی** مصنفہ: ڈاکٹر اطہر حسین  
ترجمہ: عبدالحیمد نعمانی ۱۵/-

# بچا اسلام کا موقف اور ائمہ سلف روح

## کیا صحابہ کرمؐ بجاۓ خود معیارِ حق ہیں؟

علیؐ

ملک غلامؐ

مولانا مودودی کی تازہ کتاب "خلافت اور حکومت" کی آڑ میں پھر کچھ لوگ مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی کے خلاف اپنے دل کا بخا رنکاں رہے ہیں۔ شیطانِ اہل حق اور معاویون اخبار کا تعاقب تو بھی ترک نہیں کرتا اس لئے یہ توقع فضول ہے کہ کسی بھی جوابی مضمون سے ان حضرات کی غر نا اور اپنی ختم ہو جائے گی۔ تاہم ادایے فرض کے طور پر ہم ایک اہل علم کا مضمون نقل کر کے صحابہؐ کرام کے مسئلے میں اہل حق کے موقف کی یاد کرنا ممکن نہ ہے۔ عوام غیر ذمہ دار معتبر ضمیں کے چکر میں پڑ کر اپنے بھیجا خراب نہ کریں۔ (تجھی)

بتایا جائے کہ جماعتِ اسلامی کا موقف اس مشتبہ میں کیا ہے اور آیا وہ کتاب و منہج اور ائمہ سلف نے مسلمانوں کے مطابق ہے یا ان کے خلاف۔ اس وضاحت سے امید ہے کہ جماعت کے افراد کو بھی اپنی انقلاب حاصل ہو گا لیکن معتبر ضمیں کا بھی اگر منہ بند نہ ہو گا تو کم از کم ہم مسلمانوں کے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کامکان باقی نہ رہے گا۔ اسی فرض کو سامنے رکھ کر یہاں چند صورتی تصریحات پیش کی جائیں ہیں۔

### دستور جماعت کی صلح عبارت

جماعتِ اسلامی کے خلاف مندرجہ بالا الزام کی بنیاد جماعت کے دستور کی ایک عبارت پر وکھی جاتی ہے جس کے پورے الفاظ بھی معتبر ضمیں نقل نہیں کرتے بلکہ ایک دو فقروں کو سیاق عبارت سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مزید بحث سے قبل دستور جماعتِ اسلامی کی وہ پوری عبارت یہاں نقل

جماعتِ اسلامی کے خلاف جو بے سرو پا اور خلاف واقعہ الزامات عائد کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "یہ جماعت صحابہ کرمؐ کو معیارِ حق نہیں مانتی اور ان پر تقدیم کو جائز رکھتی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کو صحابہ کرمؐ کی عیوب چینی سے منع فرمایا گیا ہے اور قرآن و حدیث صحابہؐ کے فہمائی و مناقب سے برتری ہیں اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی تم پیری کھو گے راہ پاؤ گے۔"

جماعتِ اسلامی سے دستگی رکھنے والا شخص اگر حصہ اللہ کے فضل و کرم سے ایک سچے مسلمان کی طرح اللہ اور اتنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس انسانی گروہ کے لئے سب سے زیادہ محبت و تعظیم کے جذبات اپنے دل میں رکھتا ہے وہ صحابہ کرمؐ رحموان اللہ علیہم اجمعین ہی کی جماعت ہے اور وہ اپنی حادثہ کا اس غلط الزام سے اپنے آپ کو بری الزام سے بچتا ہے، تاہم مامنہ مسلمین کو بدگمانی سے بچانے کیلئے ضروری ہیکم ہوتا ہے کہ صلح حقیقت کو واضح کیا جاتے اور

شال کے طور پر دیکھئے، و متواری اسی حق اور بالخصوص اس کے الفاظ "معیار حق" اور "تفقید" کی تشریع جماعت اسلامی پاکستان کے موجودہ امیرمولانا ابوالاٹھی مودودی نے بعض

شوالات کا جواب دیتے ہوئے یوں کی ہے:-

"ہمارے نزدیک معیار حق سے مراد وہ چیز ہے جس سے مطابقت رکھنا حق ہوا اور جس کے خلاف ہوتا باطل ہو۔ اس لحاظ سے معیار حق صرف خدا کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ صحابہ کرام معیار حق ہیں ہیں بلکہ کتاب و سنت کے معیار ہی پورے اصرت ہیں۔ کتاب و سنت کے معیار پر جائز کہ ہم اس تجھے پر لمحے ہیں کہ یہ گروہ برحق ہے۔ ان کے اجماع کو ہم اسی بناء پر حجت مانتے ہیں کہ ان کا کتاب و سنت کی ادنیٰ سی خلاف درزی پر بھی متفق ہو جائے ہمارے نزدیک نہیں ہے۔" د ترجمان القرآن، رسائل و مسائل جلد ۵۶، عدد ۵۷

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

"تفقید کے معنی عیوب چینی ایک جاہل آدمی تو سمجھ سکتا ہے مگر کسی صاحب علم آدمی سے یہ موقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس لفظ کا یہ مفہوم سمجھے گا۔ تفقید کے معنی جا پہنچنے اور پر رکھنے کے ہیں اور خود مسٹور کی نہ کوہہ بالا جمارات ہیں اس معنی کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد عیوب چینی مراد یعنی کی گنجائش صرف ایک فتنہ پر دعا از آدمی ہی اس لفظ سے نکال سکتے ہیں مزید برآں اس فقرے میں یہ تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ رسول خدا کو معیار قرار دینے کے بعد جس کا جو مرتبہ بھی اس لحاظ سے قرار پایا گیا اس سے اخنوں نے ہمیشہ آنکھیں بند رکھی ہیں اور اپنے ہم اعتراف ہی کو بار بار دہراتے اور پھیلاتے چلے گئے ہیں۔

کہ دی جائے جس کو بنیاد پر اکابر یہ اعتراف بار بار اٹھایا جاتا ہے۔ دستور جماعت کی دفعہ کی مشتعلہ شق علا درج ذیل ہے:-

"رسول خدا کے سو اکسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو ترقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی فلاحی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے شانے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پر رکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہوا سکے اسی درجے میں رکھے۔"

بس یہی وہ عبارت ہے جس سے وہ ساری الزام برآمد کیا گیا ہے اس کے اندر سے معنی آفرینی اور حاشیہ آزادی تحریر کے یہ بات معتبر ہیں نے خونکاٹی ہے کہ بنی کے سو اسی کو ترقید سے بالاتر نہ سمجھنے سے صحابہ پر ترقید کا جواز لازم آتا ہے لہذا جماعت اسلامی اس کی قائل ہے۔ پھر ترقید کو تعریض اور عیوب چینی کا ہم معنی بھی خود معتبر ہیں ہی نے بنایا ہے تاکہ تم پر یہ الزام چیزیں کیا جا سکے کہ ہم صحابہ کی عیوب چینی کو جائز سمجھتے ہیں اور اس کا ارتکاب بھی کر سکتے ہیں، اس کے بعد معتبر ہیں کا ہر زید کرتے ہیں کہ وہ اس جمارات کا یہ فقرہ صاف نظر انداز کر جاتے ہیں کہ "جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجے میں ہوا اس کو اسی درجے میں رکھے۔" چونکہ یہ فخرہ ان کے اعتراضات کی پوری بنیاد ہی کو نہیں کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ سرے سے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کرتے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات پر الزام تراشی کا شوق کس قدر غالب ہے اور ان کے لئے دوسروں کے دین د ایمان میں کیطرے ڈالنا اس طرح ایک محبوب مشغله ہن گیا ہے

### امیر جماں کی تشریح

اس پر زیریstim یہ ہے کہ ان لوگوں کی اس الزام تراشی کے جواب میں مذکورہ بالا عبارت کی جو تشریح بارہائی گئی ہے اس سے اخنوں نے ہمیشہ آنکھیں بند رکھی ہیں اور اپنے ہم اعتراف ہی کو بار بار دہراتے اور پھیلاتے چلے گئے ہیں۔

صحابہ کرمؐ نبھی ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ایک ایک صحابی بجاتے خود معيار حق نہیں ہے بلکہ اختلاف کی صورت میں صحابہؐ کے لئے بھی مردح کتاب و سنت ہی ہے۔

### حدیث کا فیصلہ

قرآن مجید کے بعد جب ہم حدیث رسولؐ سے رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں صحابہؐ کرمؐ کے انفرادی اقوال و افعال کے واجب الاتبع مہمنے پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔ بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔ لیکن اس سے سرادران کی ذاتی حیثیت میں طلاقاً پیر وی نہیں ہے بلکہ اس سے سرادر خلیفہ راشد ہونے تک حیثیت سے ان کی اس سنت کی پیر وی ہے جسے اجماع صحابہؐ کی تائید و توثیق حاصل ہوئی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ دونوں بزرگ دوسرے صحابہؐ کو اپنی آراء پر بحث و کلام کی دعوت اور اپنے خیالات سے اختلاف کی اجازت نہ دیتے اور خود صحابہؐ بھی ان سے اختلاف کی جرأت نہ کرتے۔

### حدیث اصحابی کا لیجوم کی تحقیق

اقداء شیخین سے متعلق ان احادیث کے ملادہ صرف ایک روایت ایسا پائی جاتی ہے جس سے بظاہر صحابہؐ کرمؐ کے مفرد اقوال کی حیثیت کے حق میں استدلال ہو سکتا ہے۔ یہ روایت بالعلوم اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ اصحابی کا لیجوم یا یقیناً اقتداء تم المتدیتم دیرے اصحاب ستاروں کے ماندہ ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتداء کردے راستے پاؤ گے، اگرچہ اصول و فقه کی کتابوں میں اس روایت کا جایجادہ کر کیا جاتا ہے لیکن میرے علم میں کوئی ایک اصولی یا فقیہہ بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس روایت سے صحابی کے قول و عمل کو مطلقاً حجت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ علماء اصول اس روایت کی کچھ دوسری تاویلات کرتے ہیں جن کے ذکر کا یہاں موقع اور محل نہیں ہے۔

اس روایت اور اس سے ملتے جملے الفاظ پر مشتمل بعض بیوگر

قامہ نہیں کتاب اللہ اور احادیث بوجی ہیں  
ذکور ہیں وہ واجب تسلیم نہیں ہیں۔

(رسالہؐ کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟)

جماعت اسلامی کے دستور کی مندرجہ بالا عبارت اور اس کی پیش کردہ وضاحت میں اور عالم ہم ہے اور پڑھا کھا آدمی اس کو پڑھ کر اساتی نہ ادازہ کر سکتا ہے کہ آیا اس سے صحابہؐ کرمؐ کی تفیص و توہین کا پہلو نکلتا ہے یا اس سے ان کی تعلیم و تقریث ثابت ہوتی ہے۔ پھر اس عبارت میں فقط تفید کا فنوی اور اصطلاحی مفہوم فقط یہ ہے کہ کسی شے کی حقیقت و ماہریت کو جانچا جاتے اس طرح اگر وہ شے فی الاصل زی خالص اور کامل العیار ہے تو معيار پر کئے جانے کے بعد اس کا جو پڑھن و مکال اور زیادہ تکھر جائے گا۔

### قرآن کا فیصلہ

کتاب و سنت کے بھو جب صحابہؐ کرمؐ کے من حيث الجماعت واجب الاحترام ہونے اور اجماع صحابہ کے حقیقت مشرعي تسلیم کئے جانے کے بعد اس فہم میں ایک مشتمل بحث طلب رہ جاتا ہے۔ وہ مشتمل یہ ہے کہ ایک ایک صحابی کے منفرد قول و فعل یا چند صحابہ کے مختلف اقوال کا شمار اولہ شریعہ میں ہو سکتا ہے یا نہیں اور کتاب و سنت کی کسوٹی پر جلد بخی بغیر بلا تفید اور بے چون و چرا شخص قول و فعل صحابی ہونے کی بناء پر اخین واجب التقلید سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔ اس معاملے میں جب ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی جانب درج کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمان کسی مقام پر بھی صحابہؐ کرمؐ کے انفرادی افعال و اعمال کو ہمارے مستعمل اسوہ اور مردح قرار نہیں دیا گی بلکہ اس مسلمانوں کے ساتھ خود صحابہؐ کرمؐ کو بھی یہ تعلیم فرمائی گئی ہے کہ جب کسی معاملے میں تھاڑے درمیان تھنڈا فرع اور اختلاف پیدا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب لٹایا۔ یا ان شناسنامہ فی شیعی قرآن دوہم ایضاً اللہ وَ الرَّسُولُ۔ اس ارشادربانی کے اوپرین خاطب خود

## قول صحابی سے متعلق ائمہ سلف کا مسلک

بہر کیف قول صحابی کے حجت ہونے پر کتاب و مدت  
میں کوئی نفس موجود نہیں ہے اور یعنی وجہ ہے کہ امدت کا اس  
مسئلے میں تقریباً اتفاق ہے کہ الگ تو سی معاملے میں صرف  
ایک یا چند صحابہ کا عمل یا قول ہی مانور ہو تو اس کا شمار  
اولہ شرعیہ میں نہیں ہو سکتا۔ جaise اس کے خلاف کوئی  
دوسرا قول صحابی موجود نہ ہو۔ اسے کتاب و مدت کی کسوٹی  
پر جا پہنا ناگزیر ہو گا۔ اسی طرح جن مسائل میں صحابہ کرام  
کے مابین اختلاف رونما ہوا ہے۔ وہاں بھی لامحال چھان میں  
اور تحقیقی تصریح کی ضرورت لا خی ہو گی اور جو قول کتاب و مدت  
کے اصل معیار کے بمقابلہ زیادہ مطابق ہو گا اتنا ہی زیادہ وہ  
قابل اخذ و ترجیح ہو گا اور اس کے بالمقابل دوسرا قول قابل  
نفر ہو گا۔ اسی تحقیق و تفتیش اور جانشی طریقہ کا دوسرا  
نام تنقید ہے۔ اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو واحد کرنے  
کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن مستند ائمہ و فقهاء  
کے قول داراء کو یہاں نقل کر دیا جائے۔

## خفیہ کا مسلک

امام ابوحنیفؒ کے دو قول اگرست ۲۳ؒ کے ترجمان  
میں مستند حوالوں سے نقل ہو چکے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ  
”جب بھی کتاب و مدت میں کوئی حکم نہیں ملتا تو میں  
اجماع صحابہؓ کی پیروی کرتا ہوں اور اختلاف کی ضرورت  
میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا  
چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔“ دوسرا قول یہ ہے کہ ”جب  
صحابہؓ میں اختلاف ہو تو قیامیں کرتا ہوں۔“

ذہب خفیہ کے ناموز قیمتی شمس الاممہ امام سرشنی اپنی  
کتاب الاصول جلد اول میں اجماع صحابہؓ پر بحث کرتے  
ہوئے فرماتے ہیں:-

”اور اجماع کا حجت ہونا اس وجہ سے ہے  
کہ ایک بات پر اتفاق ہو جانے کے باعث

روایات جو صحابہؓ اور اہل بیتؐ کے حق میں مردی ہیں۔  
ان سے متعلق جو اہلین اور ضروری بات قابل ذکر ہے  
وہ یہ ہے کہ محدثین اور نبی رجال کے ماہرین کے نزدیک  
ان سب کی سند نہایت گزر ہے اس لئے عقائد و احکام  
کی بحث میں ان سے استدال جائز نہیں ہے بلکہ فضائل و  
مناقب کے سلسلے میں بھی ان کے ضعف کی صراحت کئے  
بغیر ان کا بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ صحابہؓ سترے یا حدیث  
کی کسی دوسری مستند کتاب میں ان کی تخریج نہیں ملتی کیونکہ  
حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں روایت ناگورہ  
بالا کی سند کو نقل کر کے لکھا ہے ہذا اسناد لا تقوی م  
بہ جستہ (یہ ایسی سند ہے جس کے میں پر کوئی محنت قائم  
نہیں ہوتی) ابن حزم نے الاحکام میں اس کے راویوں  
پر حرج کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ہذا اس روایۃ ساقطہ  
خبر مکذوب مخصوصاً باطل لمصریہ قط (یہ  
یا یہ اعتبار سے گریہ ہوئی روایت ہے۔ ایک جھوٹی اور  
مخصوص اور باطل خبر ہے جو صحیح ثابت نہیں ہوتی)۔

حافظ ابن حجر نے تخریج کشاف میں اس روایت  
اور دیگر تقدیر الافتاظ روایات کی ساری سندوں کا  
ڈکر کر کے انھیں ضعیف اور واہی قرار دیا ہے۔ امام  
شوكانیؒ نے ارشاد القویں ۲۳ؒ میں اجماع پر بحث کرتے  
ہوئے یہ حدیث نقل کی ہے اور پھر لکھا ہے۔ قیہ مقام  
معمر وفات اور تصریح کی ہے کہ اس کا ایک راوی نہایت  
ضعیف اور دوسرا ابن معین کے نزدیک اگر اب بیٹے اور  
امام بخاریؒ کے نزدیک متروک ہے ایک دوسرے طریقے  
کے راوی کو الہام نے ضعیف جدائاً اور بخاریؒ نے  
منکر الحدیث کہا ہے (امام بخاریؒ کے یہاں جرح کے لیے  
الافتاظ انتہائی سخت ہیں) متعین نے اس سے متعلق تہما  
لو یساوی فلسفہ دیے راوی ایک کوڑی کا بھی نہیں) این  
عدی نے اس راوی کی روایات کو مخصوص قرار دیا ہے  
حافظ ابن قیسم نے اعلام المتعین جلد ثانی۔ القویں فی  
التقلید میں اس روایت کو غیر صحیح ثابت کیا ہے۔

بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قول صحابی کسی معاشرے سے متعلق ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روا یت کا امکان ہو۔ وہاں صحابی کے فتوے کو اپنی رائے پر ترجیح دی جائے گی۔ مثال کے طور پر جس مسئلے میں قیاس کو دخل نہ ہو یا صحابی کا قول جس مسئلے میں خلاف قیاس ہو۔ یعنی عام قیاس جس بات ماقبل ہو، صحابی کا قول اس کے مخالف ہو۔ اس طرح کے مسئلے میں قول صحابی ہی کو مقدم سمجھا جائے گا اور قیاس کو ترک کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابی کے غیر قیاس یا خلاف قیاس قول کے معاشرے میں زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ قول صاحبِ بحی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذات کیا گیا ہو گا اور صحابی نے اپنے ہی نام سے یہ بات لہیں ہی ہو گئی۔ اس قول کا قبول کیا جانا مجرد قول صحابی ہونے کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس بناء پر ہے کہ اس کے قول رسول نے ہونے کا قریبہ اور احتمال موجود ہے۔

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ حنفیہ نے قول صحابی کے بارے میں مدرک باقیہ اور غیر مدرک بالقیاس، مطابق اور مخالف قیاس کی یہ جو تفریق قائم کی ہے اور جس کی بناء پر ایک قسم کے قول صحابی کو اپنے اجتہاد پر ترجیح دی ہے اور دوسری قسم میں جہاد کو قول صحابی پر مقدم رکھا ہے۔ یہ تفسیری و ترجیح بھی در حقیقت تقدیم بھی کی ایک شکل ہے۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہتی چاہیئے کہ اُویر کی یہ سڑکی بحث صحابی کے اس قول و فعل سے متعلق ہے جس کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا قول فعل موجود نہ ہو۔ جہاں صحابہ کے قول عمل میں اختلاف موجود ہو گاہاں تو بہر حال ترک و اختیار کے بغیر چارہ نہ ہو گا۔ یہاں بھی آخر ترجیح بلا منزع کا اصول تو نہیں چلے گا بلکہ کتاب و حدیث اقرب و اوفی قول ہی کو قول مختار فرار دینا پڑے گا۔ دوسرے لفظوں میں صاحب اجتہاد کو اس صورت میں بھی تقدیم کے بجائے تنقیہ و ترجیح سے مسلط ہی پر کار بند ہوتا ہو گا۔ اس کے بعد اب مسلمانوں نے مسلمانوں کی تفصیل

حق و صواب کا پہلو واضح ہو جاتا ہے یہ بات قول واحد کے معاشرے میں نہیں بلکہ قول جماعت ہی میں ظاہر ہوتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ قول واحد اس صورت میں بھی موجب علم نہیں ہوتا جب کہ کسی جماعت نے اس کی مخالفت نہ کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قول منفرد جماعت نہیں ہے۔ خواہ اس سے مختلف یا اس کی مخالفت میں کوئی دوسرा قول موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی چلے کے آخری دو صفحوں میں امام مذکور نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ صحابی الگ یوں کہے کہ اورنا بکذا ادا و فہمنا من لکذا او اسنستہ هلکذا ادا ہیں اس کا حکم دیا گیا یا اس سے منع کیا گیا ہے یا سنت یہی ہے) تب بھی صحابی کے ایسا فرمانے سے اس فعل کا امر رسول یا سنت رسول ہینما لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کسی امیر کے حکم یا کسی خاص شہر یا علاقے کے عمل یا طریقے کا ذکر ہے۔

پھر امام شریعی اسی کتاب کی جلد و مدد پر ایک فصل کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ فصل فی تقید الصحابی اذا قال قوله ولا يصروف به مخالف۔ اس باب میں بھی وہ صحابی کے ایسے قول کی تقید و عدم تقید پر بحث فرماتے ہیں جس کے مخالفت کوئی دوسرा قول صحابی معلوم و معروف نہیں ہے۔ اس عنوان کے تحت وہ تکھتے ہیں:-

«قد اظہر من الصحاۃ الفتوی بالرأی ظهوراً لا يمكن انکاره والرأی قد يخلي فكان فتوی الواحد منهم محتملاً متعددأً بین الصواب والخطاء وكذا توک الرأی بمثلهم كمالاً يتترك بقول التابعی»  
”صحابہ سے رائے کی بناء پر بعض فتوے صادر ہوتے ہیں۔ یہ ایسی سلسلی ہوئی بات ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور رائے بھی غلط بھی ہوتی ہے۔ پس صحابہ کے الفرادی فتوے میں صواب و خطاء دون کا اختلال ہے۔ اس طرح کے فتوے کے مقابل رائے کو ترک کرنا جائز نہیں جس طرح قیاس د رائے کو تابعی کے قول کے مقابلے میں ترک کرنا جائز نہیں۔ آگے چل کر امام شریعی نے مسلمان احباب کی تفصیل

یہ ہے کہ:-

"وَقِيلَ لِعَالَمِ صَحَابِيًّا كَمَا لَا يَقُولُ عَالَمًا  
آخَرَ (عَالَمِيْسِيْ صحابی کی تقلید نہ کرے جس طرح وہ کیا دوسرا  
عَالَمَ کی تقلید نہ کرے) پھر امام غزالی فرماتے ہیں :-

وَهُوَ الصَّاحِبُ الْمُخْتَارُ عَنْ دَنَانِدَلْ كُلَّ مَادِلْ عَلَى تَحْرِيمِ  
الْتَّقْلِيدِ الْعَالَمِ الْعَالَمِ لِلْفَرَاقِ فِيهِ بَيْنَ الصَّاحِبِيِّ وَغَيْرِهِ  
وَبَيْنَ بَنِيَّ بَنِيَّ نَزَدِيْكَ تَحْرِيمٌ أَوْ قَالِ الْأَخْتِيَارِ وَتَرْحِيمٌ  
ہے کیونکہ ایک عالم کے لئے دوسرے عالم کی تقلید فی الجمل  
جن دلائل کی بنا پر حرام ہے ان کے لحاظ سے صحابی اور  
غیر صحابی میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے بعد امام غزالی ان صحابے دلائل کا ذکر کرتے  
ہیں جو فضائل صحابہ پر مشتمل آیات و احادیث سے تقلید  
صحابہ کو جائز یا لازم سمجھتے ہیں اور اس کے جواب میں  
فرماتے ہیں :-

قَلَّا هَذَا أَكْلَمَ شَنَاعٍ لِيُوجِبَ حُسْنَ الْعِقَادِ فِي  
عَمَلِهِمْ وَدِينِهِمْ وَمَلَمِّهِمْ عَنْ دِلْلَةِ الْمُعَالَى وَلَا يُوجِبُ  
تَقْلِيدَهُمْ لِأَجْوَازَةِ الْوِلَا وَلَا جُوْبًا۔

درہم کہتے ہیں کہ یہ تمام شانے ہے جس سے صحابہ کرمانہ کے  
عمل دین اور اللہ کے ہمراں ان کے مرتبہ کے باتیں میں خشن  
اعقاد لازم آتائے۔ لیکن اس سے ان کی تقلید کا جواز لازم  
آتا ہے وہ جو ب۔

پھر یہ جواب ان الفاظ پر فتح ہوتا ہے:-  
كُلُّ ذَلِكَ شَنَاعٍ لِيُوجِبَ الْأَقْتَدَاعَ مَحْلُّـ۔  
دیسپ تعریف و متفہت ہے۔ اس سے اقتداء بالکل  
لازم نہیں ہوتی۔

**عَلَمَهُ سِيفُ الدِّينُ آمَدًا** کی راستے  
جسے انہوں نے "الاحکام فی اصول الاحکام" جزو ثالث نہیں  
الصحابی کے آغاز بحث میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ غیر صحابی  
کے لئے قول صحابی کے جلت ہونے میں اختلاف ہے۔ اشاؤ  
معترزلہ امام شافعی اور امام ابن حبیل کے ایک قول کی مطابق  
اور امام ابو الحسن حنفی کے نزدیک قول صحابی جلت نہیں ہے۔

استصافی جزاول صدھر ۱۳۵ میں باب الاصول الشانی من المجموع  
الموہومہ قول الصحابی کے تحت بحث کرتے ہوئے پہلے  
فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک نہیں ہے صحابی علی الاطلاق  
جلت ہے۔ بعض کے نزدیک غیر قیاسی مسائل میں جلت  
ہے اور بعض کے نزدیک صرف حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ  
 عنہما کا قول جلت ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں ہے:-

"ہمارے نزدیک (نہیں ہے) صحابی کی تجسس  
کے حق میں، یہ سارے اتوال باطل ہیں۔ جس  
انسان کو غلطی اور سہولاحت ہونا ممکن ہو اور جسکے  
لئے عصمت ثابت نہ ہو اس کے قول میں کوئی  
جلت نہیں۔ پس صحابہؓ کے قول سے کیسے سند  
پڑھی جاسکتی ہے جب کہ ان سے خطاب کا صدور  
جاائز ہے۔ کسی جلت متواترہ کے بغیر ایک عصمت  
کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے اور اس کو دعویٰ  
کیسے معموم متصور کیا جا سکتا ہے جس میں اختلاف  
واقع ہو؟ آخر دو مخصوصوں کے ما میں کیسے  
اختلاف ممکن ہے؟ یہ سب پچھلے کیسے ممکن ہے جو کہ  
صحابہؓ خود صحابہ سے اختلاف کے جواز پراتفاق  
کیا ہے اور حضرت ابو بکر و عمرؓ اپنے خلاف فقہاء  
کرنے والوں پر نکیر نہیں کی بلکہ مسائل اجتہاد میں  
ہر صحابہؓ اس کے اپنے اجتہاد کا پیر وی لازم  
کی ہے۔ صحابہؓ کے مخصوص ہونے پر کوئی دلیل نہ  
ہوتا اور ان کے درمیان اختلاف کا پایا جانا  
اور ان کا خود اس امر کی تصریح کرنا اور ان سے  
اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ یہ تین باتیں ایسی ہیں جو  
ہمارے سلسلے کے حق میں دلیل قاطع ہیں۔"

اس کے بعد امام غزالی نے امام شافعی کے دو قول نقل  
کئے ہیں۔ پہلے ان کا قول یہ تھا کہ اگر صحابی کا قول شہروہ ہو جائے  
اوہ اس کے خلاف کوئی قول منقول نہ ہو تو صحابی کی تقلید  
جاائز ہے دو جب نہیں بعد میں اس قول سے رو جو عکس  
ہوئے آخری اور جدید سلسلہ جس کے امام شافعی فائل ہوئے

بعض کے نزدیک فالف قیاس قول جوت ہے اور بعض کے نزدیک قول ابی بکر وغیرہ جوت ہے۔ پھر فرماتے ہیں:-  
وَالْمُخْتَارُ إِذَا أَتَهُ الْمُحْكَمَةَ مُطْلَقاً (قول غفار

یہ چہ کہ قول صحابی ہرگز جوت نہیں)

آخر چل کر المسئلہ الشانیہ کے نزیر عنوان علامہ مسعود حبیب  
یہ سوال اٹھلتے ہیں کہ ”جب یہ ثابت ہو گیا کہ نہ ہر صحابی  
جوت واجب الاتباع نہیں تو کیا غیر صحابی کے لئے اسکی  
تفصیل بجا نہیں ہے؟“ پھر اس کا جواب یہ دیتے ہیں:-  
وَالْمُخْتَارُ إِذَا أَتَهُ الْمُحْكَمَةَ مُطْلَقاً (قول غفار  
سلک ہے کہ تابعین و جهادیین کے لئے صحابی کی تفاصیل  
مطلاقاً مفتوح ہے)

(امم شوکائی ارشاد الفحوں، الفضل المتابع فی  
الاستدلال بالجوث الخامس فی قول الصحابی میں اپنی تحقیق  
ان الفاظ میں دو جو کہرتے ہیں :-

” حق یہ ہے کہ قول صحابی جوت نہیں ہے۔  
اللہ سبحانہ نے اس امت کی طرف صرف ہمارے  
نجی گھر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبوث فرمایا ہے۔  
ہمارے لئے بن ایک ہی رسول اور ایک ہی  
کتاب ہے۔ تمام امت اللہ کی کتاب اور اسکے  
بھی کی سنت کے اتباع پر مأمور ہے اور اس  
معاملے میں صحابیہ اور غیر صحابیہ میں کوئی فرق  
نہیں ہے۔ یہ سبکے سب تکالیف شریعہ اور  
اتباع کتاب و سنت کے مکلف ہیں جس شخص  
نہ یہ کہا ہے کہ اللہ کے دین میں کتاب و سنت  
یا کوچھ ان دونوں کی طرف راجح ہوتا ہے اس کے  
سو اکسی اور چیز سے بھی جوت تمام ہو سکتی ہے  
اس نے دین کے معاملے میں ایک بے ثبوت  
بات ہی۔“

حضرت شاہ ولی اللہ جمیعۃ الرحمۃ البالغۃ قسم اول  
کے اداخیل التنبیہ علی مسائل کے عنوان سے ایک فصل کے  
تحت فرماتے ہیں:-

قد مصر اجماع الصحابة کلهم و لصم  
عن آخرهم و اجماع التابعين او لصم عن آخرهم  
و اجماع تابعی التابعين او لصم عن آخرهم علی  
الـ متناع و المتنع من ان یقصد من هم احدها  
الى قول انسان منهم او ممن قبلهم فیأخذ بکله  
صحابیہ کا از اول تا آخر اور تابعین کا از اول تا آخر  
اور تبع تابعین کا بھی از اول تا آخر اس بات پر کاملاتفاق  
ثابت ہے کہ یہ بات مجموع اور متشعہ ہے کہ ان سب میں سے  
کوئی ایک فرد بھی خود ان میں سے یا ان سے پہلے لوگوں میں  
یہ کسی انسان کے قول کا قصداً کرے اور اس سے کلی طور پر  
قبول کرے۔ -

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے الیوقیت والجواہر سے  
الحمد و الذہب کے اقوال ذیل نقل کئے ہیں:-

امام مالکؓ:- ما من احد الا وهو ما اخذ  
من حکامہ و مردو دعیلہ الرسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم۔

دکنی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے کلام کا کچھ حصہ  
قابل قبول اور کچھ حصہ قابل رد نہ ہو۔ سواتے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے

امام شافعیؓ:- لا حجۃ فی قول احد دون  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماؤں کی شخص کے  
قول میں کوئی جوت نہیں ہے۔

امام ابن عثیمینؓ:- نیں لا حجۃ فی قول اللہ در رسول  
کلامہ دکسی کی بات اللہ اور اس کے رسولؐ کی باعکے  
برابر اور ہم پلے نہیں ہے۔

یہ تصریح کوت اور چند خواہ جات اس حقیقت کو  
 واضح کر دینے کیلئے کافی ہیں کہ دین میں واجب القسم جوت  
و سند کتاب و سنت ہے یا پھر اجماع صحابیہ۔ ایک صحابی  
یا چند صحابیہ کو اس کے اقوال و افعال کو کتاب و سنت اور  
اجماع صحابیہ کی طرح جوت قطعیہ اور تفہید سے بالا تر

اسلامی کے کسی فرد کا مسلک یا نقطہ نظر ہے۔ جماعتِ اسلامی کا لٹریچر جس شخص کی نظر میں ہو وہ خود اپنا ساتھ اندازہ کر سکتا ہے کہ اس میں مختلف مسائل حیات کے متعلق اسلام کا نظریہ پیش کرنے کے لئے کتاب و سنت کے ساتھ آشنا ہے اور یہی سے نہیں بلکہ احوال تابعین و محدثین و ائمہ محدثین سے بھی استشہد کیا گیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ سارا ذیورہ ہمارا سب سے زیاد قسمیتی سرمایہ اور ورثہ ہے جس سے ہم بھی بھی سے نماز ہمیں ہو سکتے۔ بحث جو کچھ ہے وہ فقط اس امر میں ہے کہ اس صاحبی کا ہر قول یا کتاب خود کتاب و سنت کی طرح واجب الاتباع ہے یا اسے اخذ کرنے سے پہلے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کتاب و سنت سے کہاں کم مطابقت رکھتا ہے۔

**تجھی** اس موقع پر ہوا نا ازداد کار ارشاد بھی دیکھ لیا جائے۔  
**رشید الدین فراہی** ناظم مرستہ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ نے اخیں لکھا تھا:-

”کیا معیارِ حق رسول خدا کے سو اصحابِ کرام وغیرہ  
 نہیں ہیں جبکی معیاریت پر کتاب و سنت میں متعدد  
 تصویص بتائے جاتے ہیں اور کیا دوسروں جملہ سے  
 صحابہ کرام کا شریف سے بالاتر ہونا تباہ در نہیں ہوتا  
 جو صراحتہً نصوص صریح سے خلاف جاتا ہے۔ دو کو  
 جملہ تھا کہ ”رسول اللہؐ کے سو اسکی کو معیارِ حق دیتا  
 جائے اور کسی کو تنقید سے بالاتر تجھجا جائے۔“

مولانا نے جواب دیا۔ ”شر ما معیارِ حق مجب  
 وحی ہے۔ صحابہ کرام کو جو مقام حاصل ہے وہ بعثت  
 حاصل ہے یعنی آخرت کے قول و فعل کا انکھوں نے حقی  
 الامکان اتباع کیا اس لئے ان کی شخصیت بھی ہمارے  
 لئے قابل احترام ہوئی لیکن ہر حال میں اصل شخصیت  
 صاحبِ وحی کی ہے کسی اور کی نہیں۔ آخرت کے صواب  
 ہمارے عقیدے میں کوئی معمور عن الخطا، نہیں۔“  
 (جو الروزنامہ الجمیعہ دہلی ۲۳ ماہی تھی)

نهیں تجھا جا سکتا اور ان سے غیر مشروط تسلیک نہیں کیا جاسکتا جماعتِ اسلامی کے دستور میں جواہری بات بیان کی گئی ہے اس کے اندر سے نتیجۃ بھی اگر کوئی مزید بات نکالی جاسکتی ہے تو وہ بس اتنی ہی ہے اور بجائے خود یہ بات بالکل صحیح و صائب ہے۔ اس سے تدقیق مسحیہ فرقہ لازم آتی ہے نہ اس سے مسلک سلف کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ دستور جماعتِ مسحی عقیدہ و نظریہ کی حد تک اکان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ نہیں اور غیر نبی کے مابین امتیاز مگر میں اور عیسیٰ نبی کو تنقید سے بالاتر نہ بھیجن۔ اس سے ذہب دستی یہ طلب نکالنا ضریح زیادتی تر کم جماعت کے ہر کس دنکس کے لئے یہ ضروری یا جائز ہو گیا ہے کہ وہ صحابہ کے انفرادی یا مختلف فیصلہ مسائل میں طبع آزمائی کر دستور میں اس عبارت کے اندر ارج او جماعت کے قیام پہلو روپے پچھیں سال گذر پہنچیں لیکن کوئی ایک شال بھی ایسی موجود نہیں ہے کہ کسی کو اس عبارت سے تجاوز فائدہ اٹھا کر کسی صاحبی کے قول و فعل سے معاملے میں توہن آمیز طریقے پر لب کشانی کی ہو۔ یا کسی محاسبہ کر کر کام کی جانب میں کوئی دوسرا ادنیٰ اسی منافی احترام حاکم ہی کی ہو۔ البته ہمارے حلقوں متعارضین میں اسی مشالیں یا کوئی تھی ہیں کہ پوذر ثانی جیسے القاب لوگوں کو عطا کئے گئے ہیں۔ اور ایسا القب دینے اور لینے والوں کو اس میں صحابہ کرامؐ کی توہن واستخفاف کا کوئی پہلو دھانی نہیں دیا۔

## حروف آخر

سطور بالا میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے یہ مدعیہ ہر گز نہیں ہے کہ صحابہ کرامؐ کے آثار واقعی احوال کی درجے میں بھی قابل اعتذار نہیں ہیں اور ان سے ہمیں برسے سے کوئی رہنمائی ہی نہیں مل سکتی۔ اور ہم بزرگوں کے احوال نقل کئے گئے ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو آثار صحابہ کو بالکل اٹھا کر پہنچ دیتے کا قائل ہو اور نہ یہ جماعت

# ہر سچ سے مسح از تک

## دو کشیوں کے سوار

اندر سے بند تو نہیں تھا مگر میں نے ایک بار دستک اور دو بار آوازیں دی تھیں۔ آوازِ میری الگ چیز شدید نزدیکی وجہ سے بھی ہوتی تھی۔ بلکہ تقریباً میں ہوتی تھی۔ مگر پیارے ماں و ماموں اپنے ہی میں کم نہ ہوتے تو سنگار میزو والا کمرہ دروانے سے اتنی دور تو نہیں تھا کہ آوازِ پنج ہی کرنے دیتی۔ محیت نے اخین بقول شاعر دنیا و ما فہرہ سے بے خبر کر دیا تھا جب اندر سے جواب ہی نہ ملا تو میں نے احتضان کری انداز میں ایک پڑ کو آئے سر کایا اور اسی لمحے میں میں کی ایک سہاڑی میں ماں و ماموں بھائی خی کی آنکھ لاطکی۔

"آؤ آؤ۔ عزیز جاہ سلطہ" — ان کے بعد میں جھینپک بھی تھی اور جھنگلا سہنپ بھی۔ مگر دونوں ہی کو وہ خندہ جھینپکی اُڑیں چھپتے کی کوشش کر رہے تھے۔

"سوری ماں و ماموں جان" — ویری ویری سوری میں اس کے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹا۔ تقدیر یہ تھا کہ آپ کو ایک لفڑتی حالت میں دیکھ کر مجھے بھی مشتم آ رہی ہے جو "ارے آؤ نا۔ کیا غوریت ہے" وہ جھڑک کر بولے۔ "آپ اپنی خواجہ ضروریہ سے فارغ ہوئیں" میں پچھلے دیر بعد آ جاؤں گا۔

"دھب و دیکھ کر دوں گا۔ نالائیں" — میں ٹھوڑی پر نکلے ہوئے ایک ہلہ سے کو دیکھ رہا تھا۔ بخت میں سوزش ہو رہی ہے۔

"معاذ اللہ" — آپ ہلہ سے کو کو سنا دیتے ہیں۔

ماں و ماموں چہارتہ میں چونکہ کمرخ بدل۔ چونکنہ اسلے برحق تھا کہ وہ بڑے انہاں اور میکسیوں سے سنگار میزو کا آئینہ دیکھ رہے تھے۔ آئینے میں اپنی سفید ہوتی ہوئی دار طرح کو مکمل سیاہ دیکھ کر ان کا خوشی سے پھولانہ سماں بھلا قاتلہ اعتراف کیسے ہو سکتا تھا۔ پہلے کمی بار قسم قسم کے خذاب لگاتے مگر وہ تا قص شافت ہوتے۔ اب کی لکھڑوں کوں بار کہ خذاب نے ایسا کمال دکھایا کہ دار طرح شب دیکھ کر طرح لہلہا اٹھی۔ اکتم سیاہ جیسے زلفِ جنان۔

مانی مع بچوں سے کہیں بھی ہوتی تھیں۔ اس سے بہتر موقع دار طرح کے گھر سے بھال العرش کا اور کب میں سکتا تھا۔ وہ سے تھا مانی کی پرواقوں دکرستے لیکن زیرہ کی موجودگی میں سکتا تھا کہ آئینے کا استعمال ان کے لئے ذرا ملکی تھا۔ وہ کوئی نہ کوئی فقرہ ضرورتی اور انہلہ ایسا ہی ہوتا کہ سوائے صبرِ حمل کے قبلہ حضور کو چارہ کا نہ رہ جاتا۔ فقرہ نہ بھی کرتی تب بھی سکراتی ضروراً وہ اسٹائل ایسا ہوتا کہ تو کرنے سکتے مگر خون کے ٹھوٹ ضرور پتے۔ وہ دراصل اپنی جوانی پر کوئی بالواسطہ طنز بھی بردادشت کرنے کو ہرگز آمادہ نہ تھے جو جائے کہ ڈائریکٹ۔

جس وقت میں داخل ہوا وہ دار طرح پر بڑی بامتداور خڑخ سے با تھ پھر رہے تھے۔ میتظر مجھے آئینے ہی میں نظر آیا اور آئینے ہی میں وہ میرا عکس دیکھ کر ٹھاکر کے مٹے۔ بیبات نہیں تھی کہ میں آواز دیئے بغیر کھڑیں ھنس گیا ہوں۔ دروازہ

مجھے گھورا۔

”کالے چورتے کھی ہو گئے۔ کم سے کم فدوی تو اتنا  
اجتن نہیں ہو سکتا۔“

”بس بیوہت۔ کانگریس کے خلاف تم ہمیشہ  
ہی ازہر ملکتے رہے ہو۔“

”یہ بھی الرزم ہے۔ مگر چائے اٹکا ہو گا۔ مگر  
سوال گاندھی جی کے اصولوں کا ہے۔ میں گاندھی جی  
کے اصولوں سے واقف ہی نہیں ہوں پھر بھلاکسے کہہ  
سکتا ہوں کہ کانگریس اپنی چھوڑا یا تکلیف سے لکھا یا۔“

”اے واد۔ تم ایسے ہی دودھ پیتے کچھ ہو گے گاندھی

جی سے مشہور اصولوں سے واقف ہی نہیں ہو۔“

”اموں۔ صبر پلیز۔ میرے ہاتھ جل جائیں گے۔“

”جاہلوں کے سردار۔ یہ صبر پلیز کیا ہوتا ہے۔“

”شانتی۔ اموں شانتی پلیز۔ صافی تک تو  
نظر نہیں آتی۔ اب مجھے کہتے سے لکھتی اُتاری پڑے گی۔“

”شرم کرو۔ تھماری مانی تو نسلی انگلیوں سے بڑی بڑی

دیکھیاں اُتار لیتی ہے۔“

”اکھوں نے اموں ڈیر۔ آپ کے نئے زہرہ اور ارشد

کو بھی جنم دیا ہے۔ کیا آپ ان کے نئے فقط ایک مرغی کا

بچہ سیدا کر سکتے ہیں۔ نہیں میں ایک بات کہتا ہوں۔“

”تم شیطان بعض اوقات حدود سے تجاوز کر جاتے ہو۔

— اگر تھماری بھولی صورت پر ترس نہ آ جاتا تو یقین کرو مار

مار کر کھا۔ اُدھیر دیتا۔“

”فلت ہی کر دو اموں کسی دن۔ اس بھولی صورت

سے تو میں بیزار ہو چکا ہوں۔ مرن گئے۔۔۔۔۔ مرن گئے۔“

”دفعت امیری انگلیاں جبکہ میں تھیں۔ کرتے میں بھی

سوراخ ہو گیا۔ لکھتی اُٹھتی ہو تو اگر یہ کاسہہ رانہ میں

جاتا۔“

”ستینا ناس۔ تم تو میاں۔۔۔۔ لا جوں ولا قوتہ۔۔۔۔“

”جنہوں والا۔ میں کہہ چور ہاتھا کہ گاندھی جی کے

اصولوں کی بحث نہ چھیر لیتے۔“

— ارے اموں جان ہہا سے تو جاناں کی دلیل ہیں۔“

”اب سچ سچ پٹ جاؤ گے۔ چلو انگلیوں جلا لو۔  
پشن کی گرین بیبل چلے گی۔“

”مانی کہاں گئیں۔“

”سیر پاسٹے میں۔ ٹھاکر ہمین سنگ کے یہاں ایک  
تقریبے، وہیں تشریفے گئی ہیں۔“

”اور زہرہ۔ ارشد بھی؟“

”جی ہاں۔ دونوں نے اپنے اسکوں سے چھپی  
منگوں کی تھی۔ آپ انگلیوں روشن تر لیجئے۔“

اموں ہدایت علی پر اسے گانگری سی تھے۔ اصلًا تو وہ

جمعیۃ علمائی تھے مگر ان کے نزدیک جمعیۃ علماء اور کانگریس

کا تعلق عاشقِ مشعوق کا تعلق تھا جسے شاعر لوگ یاک جان دفعہ

قالب کہتے ہیں۔ ایک ٹھاکر ہمین سنگ کیا۔ کتنے ہی ٹھاکریں

پرشادوں اور شرماوں سے ان کی یاد الد تھی۔ اسی کے نتیجے

میں زہرہ کی بھولیوں میں بھی اوسا، چیا اور جنما حیسی بہتری

لڑکیاں میں نے خود گئی ہیں۔

اموں کا ذریعہ معاش مجھے آج تک معلوم نہ ہوا کہا۔

یہ ضرور مسلم ہے کہ ان کے گھر کا ماہر خرچ تین سو سے کم

ہے۔ سال میں ایک دن یورپی بنوالیتے ہیں۔ بازار میں

دو تین دکانیں بھی خریدیں ہیں۔ بالائی منزل کی تعمیر پر بھی کم و

بیش سات ہزار خرچ کیا ہے۔ بھی پوچھیے تو جواب ملے گا

کہ وَاللَّهُ بِرَبْرَقٍ هَنَ يَسْأَعُ بَغْيَ حِسَابٍ۔

انگلیوں جلاکر میں نے پانی پیش طرحا ہی دیا۔ پھر وہ

حمدلئے والا ٹھاکر اموں بولے۔

”برخوردار۔ فورچسی۔ تم اعتراض کر تے تھے کانگریز

نے گاندھی جی کے اصولوں کو ترک کر دیا۔ لو دیکھو۔“

اکھوں نے میز سے اخبار اٹھا کر اس میں سے کچھ

سنانے کا ارادہ کیا۔

”ٹھیریے اموں ڈیر۔ مجھ نا فرمام نے بھلاکب یہ

بات کہی تھی؟“

”ہمیں۔ پھر بھلاکس نے کہی تھی؟ اکھوں نے

ہی ہرگی۔ ”سچیدہ لفظوں میں تحریر شامل کیا کرو۔ گاندھی جی کی عظمت بحث سے بالاتر ہے۔“  
”بالکل ہے۔ میں انھیں ہندوستان کا ضمیمہ رکھتا ہوں۔ ان کے بعد یہاں ضمیر نام کی کوئی چیز نہیں۔“  
”نہیں رہنی۔“

”پھر اعتراض کیسا؟“

”اعتراض نہیں ماموں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انصاف اور سچائی مجبسی قدر میں تو حضرت آدم کے زمانے سے جلی آرہی ہیں۔ انھیں خواہ خواہ فلسفیانہ زنگ دے کر گاندھی جی کے اصولوں کی دمینا رضا ذہنی عیاشی ہے۔ سو اونگتے، خیراپ دھلتے تو کیا دھلنے جا رہے تھے۔“  
”لخود ہی دیکھ لو۔“ انھوں نے اخبار ہیری طرف بڑھایا۔ یہ ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کا ”دھوت“ تھا۔  
”نہیں آپ ہی سنائیے۔“

”اچھا۔ پہلے بھی لو کہ گاندھی جی کے اصولوں کا نام میں نے کیوں لیا تھا۔ گاندھی جی فناشی کے خلاف تھے انھوں نے ہمیشہ ایک صاف تھہبے سماج کے مقدس خدوخال عوم کے آگے رکھے۔ انھوں نے ہمیشہ۔۔۔“  
”دھیرج۔ ماموں حضور۔ آپ استعف پر نہیں ہیں۔“

”آدمیوں کی طرح سنو۔ گاندھی جی کے اصول انسانی ضمیر اور اخلاقی شعور کا وہ عطر بنی گلداشتہ تھے کہ مشرق و مغرب نے یہاں طور پر ان کی خوشبویے اپنے کا وہ دہن کو آسودہ کیا۔“

”شمال و جنوب بھی کہیے ماموں جان۔ آپ دوستیں چھوڑ کر گاندھی جی کی توہین نہیں کر سکتے۔“  
”آپ چاندھار سید کر دوں گا۔ ٹوکرہت۔ گاندھی جی کے اصول۔۔۔“  
”باقے۔۔۔ سینا آپ سچ جی تقریر کر سینگے۔“

”بس باتیں نہ بناو۔ اب ہاتھ کیا جھٹک۔ رہے ہو۔ ڈھنگ سے دودھ گرم کرو۔“  
چائے کی نکسی طرح بن ہی گئی۔ پھر ماموں اماری سے ایسی شاندار مٹھائیوں کی پلیٹ برآمد کی کہ جھلسی پڑھی انگلیوں کی تمام سوزش معدے کی وسعتوں میں گم ہوتی چلی گئی۔

”واہ واہ۔“ میں نے بالوشہ می کو ہپنٹوں سے کھلتے ہوئے کہا۔ بازار میں تو ایسی بالوشہ میں ملتی نہیں۔“  
”اجی کس کا بازار۔“ دھری ہیں بازار میں۔۔۔  
”یہ تو موتے لال کھنکے گھر کا تھفہ ہے۔ اصلی گھنی کی۔۔۔ پیر ٹلوہ لو۔ خالص بادام کا ہے۔“

”گیا کہنے ہیں۔ موتے لال اور ہمیں سنگھ سب زندہ باد۔“ ماموں حضور۔ اب فدوی گاندھی جی سے لے کر سراط بقراط تکے اصولوں پر ڈٹ کر لفتوں کر سکتا ہے۔ اب تو آپ کیا کہہ رہے تھے؟“  
”پہلے یہ بتاؤ تم نے یہ تکا اس کیوں کی کہ یہ گاندھی جی کے اصولوں سے واقعہ نہیں ہوں۔“

”پھر کیا کہتا جب کریم جع واقعہ ہی نہیں ہوں۔ آپ ہی بتائیے۔۔۔ مثلاً کوئی اصول؟“  
انھوں نے شک آؤ دنگا ہوں سے مجھے گھورا پھر ذرا جھنجڑا کر بولے۔۔۔

”ارے ہی سچائی انصاف، پرہیز کاری خدمت پیار محبت۔“

”خداد کی بنیا۔۔۔ یہ اصول ہیں؟“  
”نہیں تو کیا کیوں ہیں۔“  
”ارے ماموں یہ تو قدر میں ہیں۔۔۔ بہت پُرانی قدر میں۔۔۔ از لی ابدی۔“  
”پھر کیا اصولوں کے سینگھ ہوتے ہیں۔۔۔“ وہ غرائی۔۔۔

”اب میں کیا عرض کروں۔۔۔ دم توہر حال ہوتی۔۔۔“

پر لعنت۔ آئیے اب آدمیوں کے انداز میں بات  
خوبیں گے۔ ”  
”تم سے بات فضول ہے۔ تم تو بے نک شوشتہ  
نکالتے ہو۔“

”اب تک دار شکالوں کا۔ آپ کہتے تو۔“  
”کہشی کیا۔ گاندھی جی اصولاً ایک پاکیزہ  
معاشرے کو پسند کرتے تھے۔“  
”ضرور کرتے تھے۔ مگر ااموں اسیں گاندھی  
جی کی کیا خصوصی صفت ہوئی۔ تمام پیغمبر و قصہ ملکیں  
اسی پسندیدگی کا انظہار کرتے آئے ہیں۔“

”آئے دو وہ بھجنگا تھے۔“ ”تم دوسروں کی  
عقلمندی کو گاندھی جی کی تحقیق کئے لئے کیوں استعمال  
کرتے ہو۔“

”تو یہ میری۔ ہم اتنا گاندھی زندہ ہاد۔  
آپ آگے کہتے۔“

”گاندھی جی بہت بڑے معلم اخلاق تھے۔  
میں تھیں دھانا ناچاہ رہا ہوں کہ ہماری کانگریس گورنمنٹ  
نے بھی من عظیم الشان انسان کی پیر وی میں ایک شاذ  
بلکہ ہورس اخلاقی قدم اٹھایا ہے۔“

”لحدہ لشہر کو نہ قدم؟“  
”بڑھوا خبار۔ پہلے ہی صفحہ پر پچ کی صفحی۔“  
”پہنادیں تو۔“

”بلو ہم ہی شستہ ہیں۔ سیدھے بیٹھو۔“  
انھوں نے اخبار اٹھایا۔ ”مرکری وزارت اطلاعات  
نشر پاٹنے کی انگریزی فلموں کی اس ملکیں ناشیش  
پر پا بندی کی کھدائی ہے۔ یہ فلمیں زیادہ تر وہی ہیں جن  
کے آخر میں بائی نائب کے الفاظ ہیں۔ مثلًاً وہ من  
بائی نائب۔ وہ لڑ بائی نائب وغیرہ۔“

”انتا پڑھ کر وہ میری طرف داد طلب نظر وہی سے  
دیکھنے لگے۔ میں سوچ رہا تھا ابھی آجے ٹھیں گے، مگر  
ان کے نزدیک شاید اتنی ہی خبر کافی شافی تھی۔ مجھے

”نہیں تو کیا۔“ دو ہمین سے کوئی جلسہ ہی نہیں ہوا۔  
”میں ذرا املاٹ کو وصیت کر آؤ۔“ پھر آپ تقریر  
کر کر کے مجھے مار دلے گا۔“

”جاہنیں سکتے۔ گاندھی جی کے اصول فلسفہ کی  
روح، عمرانیات کا بغزر، اخلاقیات کا مکھن۔“  
”مکھن۔“ میں نے چکھا رہ لے کر زبان ہونٹوں پر  
پھیری۔ ”آپ کی قسم ااموں ہمیں ہو گئے مکھن کھاتے  
ہوئے۔ آپ ہی کے ساتھ آخری بار پانا مانہوٹل میں  
کھایا تھا۔“

”یوری بات سن لو۔ پھر پلازا کے کینٹین میں کافی  
کے ساتھ مکھن اٹھیے گا۔“

”پہلے مکھن۔“ پھر تقریر۔ سوچنے کی ضرورت ہے  
نہیں۔ گھوڑی کی ساری رگیں خشک ہوئی پڑی ہیں۔ بات  
ذرا اوزنی ہو تو کان کے کروڑ سے آگے ہی نہیں پڑھتی۔  
مکھن بھی کچھ اترے تو پھسل کر بیٹھ جائے تک پہنچنے کے قابل ہو۔

”یہ تو طب ہے کہ آپ کی باتیں وزنی ہوتی ہیں۔“  
”میاں تم نے جد بات پاماں کر دیئے۔“ کوئی سعادت  
ہوتا تو سر اپاگوں بن کر سنتا۔ گاندھی جی کے فلسفہ پر  
نمہاد ااموں اخخاری ہے۔ نالائی بھلانجے۔“

”بھائی بدو بخت کب اس کا منکر ہے۔ آپ مجھے  
نہیں رہے ہیں چاۓ کی بھر ماڑ اور بننا پتی کی ماٹش نے  
گھوڑی کو چسل پیڑان بننا کر رکھ دیا ہے۔“ گاندھی جی۔  
— آہ گاندھی جی کے فلسفہ پر تو یہ نامراد بھائی بھی کئی سال  
پہلے ہونٹوں اور پہروں سر دھننا کرتا تھا۔ مگر اب تباہ  
تو ان افسانے ہوتی۔ دل بکھر گیا۔ کلیج بیٹھ گیا۔ نیکھیں  
ویران ہو گئیں۔“

”شطہان۔“ اس تم بھی مکالے پر لوگے۔ بولو  
— میں دل ہوں کر سنوں گا۔ کل تک بولے جاؤ۔ مگر  
پھر میں تقریر پڑھ کر وہ تو چوچ نہیں کھولو گے۔“  
”خدماں میری مفترت کرے۔ یہ کیا آپ خالص بھی  
کی مٹھائی کا بدله چکھا رہے ہیں۔ مکالے اور تقریر دلوں

تھے مگر بولی سیٹھ چھوٹے لالہ ہی کے نام پر چھوٹی۔ جانتے ہو  
کتنے میں چھوٹی۔ چھڑا۔

”العقلة لذرا۔“ سچ بتاتیے ماہوں۔ کیا اتنے بہت  
سارے روپے واقعی لوگوں کے پاس ہوتے ہیں یا فقط کافی  
پر لکھ کر دین دین کر لیا جاتا ہے۔

ماہوں زور سے ہنسنے۔

”میرے بھولے بھلنے۔“ اسے میں ہزار تو مجھ  
جیسے فیر کے پاس بھی کبھی بار جمع ہو گئے ہیں۔  
”نہیں۔“ میری آنکھیں حیرت سے چھیل گئیں۔

”او۔ انھوں میں تھیں دھھاؤں۔“

وہ میرا بات پر کپڑا کر اندر والی کو ٹھری میں لے گئے۔ وہاں  
ایک بڑا لکڑی کا بس تھا۔ اس کا تالہ کھول کر انھوں نے ایک  
چھوٹا آہنی کلش بکس اس میں سے نکلا۔ پھر لکش بکس کھول کر اس میں  
ایک مقلع صندوقی نکالی۔ اس صندوقی کا گھننا خفا کر  
آنکھوں کی روشنی دو بالا ہوتی چلی گئی۔ سوسو کے نئے نوٹوں  
کی پسند رہ گئیں اور دس دس کے نوٹوں کی چار۔

”یہ اُنیس ہزار ہیں۔“ ماہوں بولے ”عین جنک ہے  
اگلے چینی پھیس ہو جائیں۔ اب تو تھیں حسرت نہ ہے گی  
کہ اتنی بڑی رقم بھی دیکھنے کو نہیں ملی۔“

”ہزار برس جیو ماہوں۔ لاکھ برس جیو۔“ میں  
گدھا اب تک یہی سمجھتا رہا کہ ہزاروں کی باتیں بس ہندسوں  
میں ہوتی ہیں۔ کہاں کسی کے پاس دھرے ہیں اتنے سارے  
روپے۔“

”خواہزادے۔“ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اگر اگلے  
ایکش میں اپنے بھتو نورام پارہینٹ میں آئے تو پھر دیکھنا  
— ماہوں ایک شیور لیٹ گاڑی مزدود خریدے گا۔ ارے  
کیا پوچھتے ہو شیور لیٹ کا نیا ماڈل بڑے غصہ کا آیا ہے۔  
چند منٹ بعد تم پھر پہلے ہی کمرے میں لوٹ آئے۔  
شاید آدھ گھنٹے تک موجود نوٹوں کے ارد گرد گھومندار پھر  
لوٹ پھیر کر دھوت دلی خپر پڑ گیا۔

”انگوئیزی فلیں اکثر فرش ہوتی ہیں۔“ ہم نے بہتری

خاموش پا کر بر امانثے کے انداز میں کہنے لگے۔

”میرا مسٹھ کیا تاک رہے ہو۔“ دزارت اطلاعات  
و نشریات کا یہ مبارک اقدام ظاہر ہے کہ کانگریس  
ہی کی حکومت کا اقدام ہے۔ پھر کسے کہہ سکتے ہیں  
کہ کانگریس گاندھی جی کی تعلیمات تو بالکل ہی بھول گئی۔

”جو کچے اسے تو سے اڑادیجئے۔“ پہرٹ  
لائسنس مل گئے تو کانگریس زندہ باد۔ نہیں ملے تو کانگریس  
مردہ باد۔ میں کہتا ہوں کانگریس ہر سان ہے۔

”سرور شک ہے ماہوں!“

”پتہ نہیں۔“ پرسوں شپا اور منڈل کی بیٹھیک  
میں لالہ چھوٹے لال تے اپنی تقریر میں اپاہی ایک  
لطف کہا تھا۔

”کون چھوٹے لال؟“

”دہی پرانے گاندھی بھگت۔“ لالہ چھوٹے لال  
کے بھائی۔“

”تو یوں کہو یہ چھوٹے لال پتیل والے۔“ ہناراد  
تم تو جانتے بھی نہ ہو گے کہ انھوں نے آزادی کی جنگ  
میں کیا کچھ کھانا تیسان چھلی ہیں۔“

”خدا کی آنکھوں سے اہمی دیکھا مگر عقل سے تو پہچانتا،  
ماہوں کھانا تیسان نہ چھلی ہوتیں تو اچ اک دو شرگر مل  
اور پچھہ آرٹیشین اور تین بھٹکیسے ہوتے۔ ابھی انھوں  
ذواب کلن خان کی ریچیلی مع باغات سات لاکھ میں

خریدی تے۔“

”تو سچی معاملات ہیں۔“ تو سچ پر دیکھو۔ ان  
کی اپنی کوٹھی کا کوئی کمرہ گاندھی جی کی بڑی طریقہ تھیویریو  
سے خالی نہیں تھا۔ شاید ہی کوئی بوڑھو جو انھوں  
نے لاکھ تین تک کے ہر قدر پر حاصل نہ کر لیا ہو۔

تین سال میوے جتنا گارڈن میں ایک نیلام پرواقھا۔  
گاندھی جی کی ایک قد آدم قصویر بھی نیلام بر جڑھی۔  
یہ ان کے افرلقیہ کے دور کی تھی۔ بڑے بڑے کاشمی گیج

دیکھی ہیں۔ لعنت ہے بگھتوں پر۔

ماموں کا بہج ایسا ہی تھا جیسے کچھ خاص مٹاطیاں  
اگرستار ہے ہیوں۔

”محنت کی تعریف ماموں خدا جانے کیا ہوتی ہے  
— مولوی نصیر تو ایک دن کہہ رہے تھے کہ ہندوستانی  
فلیمیں بھی فحاشی پھیلا رہی ہیں۔“

”کون مولوی نصیر۔“ ماموں دانت کھٹکائے  
— اسے دہ مودودیہ — خدا غارت کرے وہ تو  
سیکولر ازم اور جمیوریت سب کا دشمن ہے۔ اس کے  
چکر میں نہ آ جاتا۔“

”پھر بھی ماموں — مرا اب درد بھی اور مولوی  
ارشاد بھی اس کی تائید کرنے لگے تھے۔“

”میاں یہ فضول لوگتیں۔ آزادی سے پہلے  
مسلم لیکی تھے۔ میرے ہرے فرقہ مرست۔ اب اور مجھے  
میں نہیں چلتا تو کانکریں گورمنٹ کو بذیماں کرنے کیلئے  
اخلاقیات کا ڈھونگ رکھتا ہیں۔“ بھیں بتاؤ یہاں  
کی فلموں میں کوئی فحاشی ہوتی ہے۔ میرے حبوب بیناں  
شسرال، سی آئی ڈی، بھائی، یہ سب تو ہم نے تم نے  
سامنہ کی دیکھی ہیں۔ بتاؤ انہیں کہاں فحاشی تھی۔“

”میں الحق کیا بتاؤں گا۔ میری تو سمجھی ہیں نہیں  
آتا کہ فحش کہتے کہیں۔“ آپ بتاتے یہ کس زبان کا  
لفظ ہے۔“

”کسی بھی زبان کا ہو۔ مطلب تو یہی ہے تاکہ عربی  
نہ پڑے۔ گندہ ہن نہ ہو۔ اب دیکھو انگریزی فلموں  
میں تو ٹھناٹھٹ پوسے چلتے ہیں۔ مگر اپنے یہاں کی فلموں  
میں — کیا مجال ایسا منتظر سفر والے یا تی رہنے دیں۔  
ہمیں وہیروں اخلاقی حدود سے ایک اچھے نہیں تھے  
سکتے۔“

”ہے تو یہی بات۔ میں نے مولوی نصیر کو ٹوکا  
بھی تھا کہ چلو دکھا د کوئی ہندوستانی فلم میں اخلاقی  
حدود سے تجاوز کیا گیا ہے۔ مگر وہ کتنی کاٹ گئے۔“

”کاٹ گئے نا۔“

”جی نہاں۔ کہنے لگے ملا جھائی آپ سے ہم نہ جیت  
سکیں گے۔ آپ کا تو علم کلام ہی دنیا سے نرالا ہے۔“  
”دیکھا تم نے طنز کیا خدیث نے۔ اسے یہ  
مودودیتے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان سے دودو کو سی  
دور ہا کرو۔“

”رہتا ہوں جناب۔ صوفی ہدیہ کا لڑکا  
تریں بھی شاید جما عوت اسلامی میں ہو گیا ہے۔ اب  
دن کہہ رہا تھا کہ فلم ناگن کا وہ گانا غش ہے۔ ہو گئی  
آدمی رات اب گھر جانے دو۔“

”اجی سور کا بچتے تو  
سارے زمانے میں منہ کالا گرتا ہمہے۔“

ماموں کے مزاج کی ساری شکلی دفعتاً ایک شکنی  
قسم کے غم و غصے میں تبدیل ہو گئی تھی۔ مگر یہ کوئی تھی بات  
نہیں تھی۔ میں نے کتنی بار پہلے بھی ایسا ہی تغیر ایں کیا  
تھا۔ اچھے خاصے ہیں بول رہے ہیں۔ نکل آیا جماعت  
اسلامی کا ذریں ہو گئی کا یا پلٹ۔ اب ایسی حالت میں  
بدخخت بھا نجا سرک ہی جانے میں عافیت تھیو رکتا تھا۔  
چنانچہ اس وقت بھی رخصتی سلام کیا۔

”ارے بیٹھوں۔ ساڑھتیں والے میں چلیں کے  
مغل اعظم محل رہا ہے۔“

”کہاں تک ماموں۔ وہ تو چار بار دیکھ چکے ہیں۔“

”ایک بار اور سہی۔“ ہے دیکھنے کی پیزا سے  
بار بار دیکھ۔“

”آج نہیں۔ چار بجے جھنے لاں ملکیں ل کے در  
دولت پر حاضری دیتی ہے۔“

”کیوں؟“

”دو کوئے سمنٹ چاہیتے۔ چھت گئے والی ہے۔“

— انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ میں دلوادوں گا۔“

”استغفار اللہ۔ بازار میں سمنٹ ہی سمنٹ۔“

”چھٹے لال سے پوچھا تو تھا۔ میں روپے فی کٹھ۔“

تھے۔ پچھوٹ سی بھی جل رہی تھی۔ مجھے لگتے ہی زہر و دوفی۔  
”اچھا اب ایساں۔ فیصلہ لا بھائی کے ہاتھ رہا۔“  
”یہ تو تمہاری ہی ہاں ہیں ہاں ملاسے گا۔ خواہر زاد۔“  
یہ مت بھولنا کہ دوستے سمنٹ کھین کنٹروں روپیٹ سے ملتا ہے۔  
ساموں نے میری طفت ذمہنی نظر وہ سے دیکھا۔  
”لطفت کیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”زہر و کھنچا ہے۔ مغل عظم نہیں کوئی افلام دیکھو۔ تمہاری  
مانانی بھی بھی کھنچا ہے۔“  
”کیوں مانانی؟“ میں ان کے قریب ہی پڑھی پر  
بیٹھ گیا۔ وہ پان بنار ہی تھیں۔

”کیسے نہ کھوں گی۔“ وہ مری پڑھی اس میں چلک چلک  
کھٹکاتی ہے۔ پیار کیا کوئی چوری نہیں کی۔“  
”آخر کب تمہاری دیقاںو سیت حتم ہوگی۔“ ساموں  
جھلاتے۔ ”گانا گاہی ہے۔ تم سے تو کوئی نہیں کہتا کہ پیار  
کرتی بھروسے۔“

”اے نوج میں۔ ارب تھیں شرم نہیں آتی۔“  
مانانی نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ کر خنکی کے انداز میں ہاتھ اور آنکھوں  
سے کچھ اشارے سے کئے۔ وہ زہرہ کی پشت پر تھیں۔ ان کا  
مطلب بسید یہ تھا کہ جو ان بھی کا تو حاظر کرو۔

”غیر خیر۔ پوچھیا کیا ہے؟“ ساموں نے وقت۔ آرزو۔  
کالی اچکن لال شلوار۔ بہادر طیرا۔“

”وقت ٹھیک ہے گا۔“ زہرہ فری پان میں پرانٹھا  
پٹتہ ہوئے بولی۔ ”سنا ہے بہت اچھا ہے۔“  
”ہے واقعی اچھا۔“ ساموں بولے۔ ”مگر ہم نے تو دوبار  
دیکھ رکھا ہے۔“

”مغل عظم تو اپنے چار بار دیکھ رکھا تھا۔“ مانانی تیار فت  
کی۔ ”ٹھیک ہے وقت ہی دیکھیں گے۔ اوشا بڈیا بھی اس کی  
بڑی تعریف کر رہی تھی۔“

”گیا ہرچ ہے الگ کالی اچکن لال رو مال دیکھیں۔“ یہ  
ہم میں سے شاید کسی نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔“ میں نے راتے  
پیش کی۔

بنا تا ہے۔ ”کو یاد گئے سے بھی زیادہ۔“  
”ستی کوئی چیز ہمیشہ ہی ہے۔“ چالیس میں دو  
آجاتیں ہے۔“

”اموں ڈیر۔“ میرے پاس ایک پے والی گڈی  
بھی نہیں۔ آٹا دو چین سے ادھار آ رہے ہے۔“  
”نا مشکری کیوں کرتے ہو۔“ ٹھٹھاٹ کر رہے ہو۔

سلے کے طفیل۔ ”اچھا سمنٹ دلو اناہارے ذمے۔“  
وہی کنٹروں روپیٹ۔ اب تو آؤ گے تین بچے۔“

”شکریہ۔“ مگر شام ہی کو جو رکھتے۔ ساڑھے  
چھوالا دیکھیں گے۔“

”تم نہیں سمجھتے۔“ چار پانچ بچے تک بچے آجائیں گے۔  
پھر وہ بھی کہیں گے کہ تم بھی چلیں۔“

”تو گیا ہرچ ہے۔“ یہ کوئی سی بات تھیں ہو گئی۔  
”یہاں طو ما سا منہ جاتا ہے۔ جیسے لے پہنچے۔“

سفر میں جا رہے ہیں۔“ ”یہ بھی برائیں۔ آپنے دیکھا ہی ہو گا بعض فلموں کے  
اشتہاروں میں لکھا ہوتا ہے۔“ ساموں پر یاد کے لئے  
یعنی وہ فیلم دیکھتے۔ مغل عظم بھی ایسی ہی فلموں  
میں ہے۔“

”چلو خیر دیکھی جائے گی۔“ ساڑھے پانچ تک  
یہاں پہنچ جانا۔“

وہ پنج چھ میرے اموم ہیں تھے۔ لیں اتنا معلوم ہے  
کہ میری والدہ کی ایک بھوپی زاد پین تھیں ان کے پیچے  
بھائی ہیں۔ غور کر لیجئے اموم ہیں ہوئے تو کیا ہوئے۔  
دیسے بھی ہر آدمی ہم میں سے ہر شخص کا اموم ہو سکتا ہے۔  
زید، عمرو، بکر، ہر شخص کی ماں حضرت آدم ہی کی تو بڑی ہے  
اور ہر مرد اس بھی کا بھائی۔ پھر اموم اور کس چھڑیا کو  
کہتے ہیں۔

ٹھیک ساڑھے پانچ پر میں پڑا میت منزل ہنچ گیا۔  
بچے گھر آچکے تھے۔ بام و در پر انٹھوں کی چہکے سے گوچ رہے۔

مود تباہ ہو گیا۔ خصوصاً مخصوص تو بہت ہی بھلاکے۔ ارشاد ہوا کہ کچھ بھی ہو قدر تج تو ضرور ہی کرنی ہے۔ قریب ہی دوسرا سینما ہال تھا۔ وہاں پہنچے تو بصرے کی حوصلہ رہا تھا۔ جس کے اللہ کا نام لے کر۔

بھیر تو اس وقت یہاں بھی ملی مگر اتنی نہیں کہ اور پر کے لکھتے نہ ملتے۔ یہاں کام مطلب بصرے کی حوصلہ بھی لیجئے گا۔ وہ تو گئی گذری بات ہوتی۔ ذکر وقت "کار رہا ہوں۔ یہ خاہوں مدت سے یہاں چل رہا تھا اس لئے ہال فل سے واسطہ نہیں آیا۔ بلکہ گرسیاں ملیں اور بیجا ملیں۔ شاید اسی کو کہتے ہیں کہ قدرت جب دیتی ہے تو چھپ رکھاڑ کر دیتی ہے۔

حیل و اقتی دچپ تھا۔ دچپ اور زنگیں۔ ہم سمجھی جذب پوکر رہ گئے۔ ناموں حالانکہ بقول خود پہلی بھی تین چار بار دیکھ چکے تھے مگر دیکھنے کا انداز اس وقت بھی ایسا ہی تھا جیسے ہم رب کی موجودگی کے احساس سبب نیاز پوکر سراپا نظریں لگتے ہوں۔

اچانک میں چونکا۔ وہ منظر ایسا ہی تھا۔ ہیر و ہیر و ٹن غسل کے بساں میں دادِ محبت دیتے پھر رہے تھے۔ پھر انھیں دو ایسے غسل خالوں میں دھکایا گیا جن کے درمیان بس پستی سی لکڑی کا پارٹیشن تھا۔ وہ اپنی اپنی طرف اسی چوپی دیوار سے چکے ہوئے زندگی افسروز مرکانے بول رہے تھے۔ "ناموں۔ کیا اسی کا نام فرش ہے؟" میں نے ماہول کے زانوپر پا تھر کر سرگوشی کی۔

"آئیں۔ میاں اداکاری دیکھو۔ وہ دیکھنا شاید ہیر و کس طرح خون کے گھوٹنے دی رہا ہے۔"

"وہ تو پر رہا ہے۔" ٹرجمہ بھی اپنے بھیجیں پچھے کو گدھی سے محسوس ہو رہی ہے۔ سچ بتائیے ناموں آپ بھی کچھ محسوس کر رہے ہیں۔"

"کیا بکار اس ہے۔ خاموشی سے دیکھو۔"

محور آجھے چپ ہونا پڑا۔ لیکن کھوڑی کی وسعتوں میں ایک آندھی سی شائیں شائیں کر رہی تھی۔ کتنا جذبات خیز منتظر۔ زبرہ میری بیٹھی ہوتی تو میں کیا سوچتا تھا ارشاد

"مگر لگے ایسے ناموں کو۔" نہایت تر تھیں "بالل کافی معلوم ہوتے ہیں۔ نوح میں نے دیکھا۔" "مسخر اپنے نہیں ملا بھائی۔" زبرہ بولی "فیصلہ کرو کو شادی کر رہے ہو۔"

"چتر امیں بقدر دیکھنے کی بدل چل رہا ہے۔ پیرم چوڑی پر دیکھنے کا ہے وہی دیکھ لیں گے۔"

"جیسا مذاق کے نئے بہت وقت پڑا ہے۔" تھماری رائے بھی وقت ہی دیکھنے کی ہو گئی۔"

"پتا نہیں کیسا ہو۔ سنا تو ہے سبق آموز ہے۔" میں نے تضییر از نظرون سے ناموں کی طرف دیکھا۔

"وہ میری طرف جھک کر دبی آواز میں بولے۔" میاں وقت بھی تین چار مرتبہ دیکھ چکے ہیں۔ چل خیر و ہی سہی۔"

رات کا ہانا مغرب سے قبل ہی کھالیا گا۔ پرانے، کتاب اور مٹھائی۔ ہر نفع پر مددے کی تھیں اسی سے یہ آواز اور ہی تھی کہ اے عقل کے شمن ملا۔ تم نے اتنی عمر بیوی ہی مگزوانی۔ جمعیۃ علماء میں آگئے ہوتے تو مٹی ٹھکانے لگ گئی ہوتی۔ نہ سبی جمیعۃ علماء۔ برادر ارسلت کا گرسی ہی میں گھس گئے ہوتے۔

دفعتاً مددے ہی کی دوسرا تھا۔ سکسی نئے کھا۔ بس منہ دھور کھو۔ تم جیسے ہزاروں پڑھ قاتیتے جمیعۃ علماء اور کاشتگریں ہیں جو تیان چٹکار تے پھرتے ہیں۔ نہ ہر کسہ تر اشد قلندری داند۔

ٹھیک چھبیس گاڑی آگئی۔ شیوریٹ کی چوڑی چلی یلٹھ بادل۔ ناموں جب بھی ضرورت سمجھتے ایک چھوڑ دو۔ گھاڑیاں منکروا یتھے۔ سیطھ چوچی لاال اور لاال شہبوز ناٹھے سے ان کی گاڑھی پتھی تھی۔ ہم سمجھی زبرہ اور آرشد سکیت گاڑی میں سلے گئے۔

وقت سچھج میں نے نہیں دیکھا تھا۔ دیکھتا کہاں سے۔ ایک دیلم دیکھا میں گناہ بھتتا ہوں ورو دیکھ کا موقع ہر وقت جیسا نہیں ہوتا۔ وہی میں مولوی ترجمان الحق کے ساتھ پرگرام بنائجی تھا مگر سینما ہال پہنچے تو "ہال فل" کی تھی لشکی ہوئی تھی۔

بیٹھا بھی دوسروی ہی کری پرستے۔

”اف سے اس بھیں دیکھنے دے گئیا اخلاقیت پر بود کرو گے۔“

”مجھے بتاتے تھے کس کے کہتے ہیں۔؟“

”تمارے سر کو ارسے کیا پردے پر پوس و کنار بھی نہیں آیا۔؟“

”کنار تو آیا۔ پوس بھی آجاتا تو کیا فرق پڑتا۔“

”صاحب ذرا باتیں نہیں۔“ مجھے سے کسی شرفی

آدمی نے استدھا کی۔ میں نے گردن گھا کر دیکھا۔ مستدھی

دو خواتین کے درمیان گھرے بیٹھتے۔ جی میں تو آتیں

کر لاؤ اپنی سے فرش کی تعریف پوچھوں۔ گرمائوں نے

بازوں میں جھکی لی۔

”کیا بد تہذیبی ہے پچھے خواتین بھی ہیں۔“

”میں کتنے ان کے موقع توڑ رہا ہوں۔“ مجھ کا

آگیا تھا۔ مگر طرارہ ایسے موقع پر حماقت ہی کو تو کہتے

ہیں۔ غنیمت ہے مجھے اپنی حماقت کا حسام اکثر میں

وقت پر ہو جاتے۔ سنا لیا ہے جو لوگ اپنی حماقتوں میں

کہتے ہیں وہ عقائد کہلاتے ہیں۔ الحمد للہ میں بھی عقل مند ہی

نکلا۔

خیال تھا کہ بعض مناظر پر کم سے کم جانی ضرور طبریا بخشی

مگر وہ شروع سے آخر تک بست بھی پردے کو تکری رہیں۔ اور اسند

بچ پنج میں کوئی سوال کر دیتھا مگر زہرہ اسے ہر ملک کو چہب

خوردتی۔

کھل دس کے بعد ختم ہوا۔ راستہ میں سوائے میرے

بھی چہکتے رہے۔ میں ذرا تصور کے بر ابریٹھا بابا ہر

مزک کا نظارہ کر رہا تھا مگر فی الواقع میرے ذہن پر الگیں

دیہیں تھیں سوال ہتھوڑہ بن کر پرس رہا تھا۔ تھن کے کہتے ہیں؟“

”میرے پیغمبر تھے۔“ چاہے بڑھی۔

”استخراج کھل کم ہی بنتے ہیں۔“ جانی نے پاندانے

سبھالا۔

”یعنی جانی۔ آپ تو مغل عظیم ایشی پیشی پر بھجو۔“

خدا جانتے کیا سچج رہا ہو گا۔

ہاتھ مامیں چائے پلی۔ مگر زہرہ نے کو کا کو کو

پیا۔ پتہ نہیں یہ اتفاق ہی تھا یا وہ سچج مٹھنڈے

مشروب کی ضرورت حسوس کر رہی تھی۔

”غیب طرح کے آدمی ہو“ ماموں میری طرف

جھک کر نزدیر لب بوئے ”کیا بکواس کر رہے تھے اسوقت؟“

”چھ نہیں۔“ میں تھن کی تعریف پوچھ رہا تھا۔

”تیباہ ہو دی ہے۔“ بلا فحاشی کہاں سکھنے تی

ہہا۔ اتنا تو سوچل کھیل ہے۔“

”مجھے ہی غلط بھی نہیں ہوں۔“ آپ کو خبر ہی

ہے میں زیادہ پڑھا کھا نہیں ہوں۔“

”بس اڑنے لگے۔“ میاں کھیل کے مجموعی تاثر کو

دیکھو۔ کتنا قسمی سبق۔ آدمی کو چاہتے بُرے وقت

سے ڈرتا رہے۔“

”بے شک بے شک۔“

تبیان مجھ گئیں۔ کھیل لمبا تھا۔ مجھ پر بھی

تعینا تھا۔ لیکن یہ تایید میرے ہی دام کی کوئی خاصیتی کے

کھیل سے لطف یعنی کی بجائے ایک بھی سوال سے الجا رہے۔

”تھن کیا ہے؟“ فحاشی کے سکتے ہیں؟

ہیر و ہیر وئن ہی کو نہیں اور بھی کسی پر تو ان اور جہاڑوں

کو غسل کے لاس میں کلیلیں کرتے دکھایا گیا تھا۔ کہاںی

سے اس کا کوئی بھی پیسار بٹھنہیں تھا کہ بغیر اس کے آئے

چل ہی نہ سکتی۔ پھر آخر ان کا مصروف کیا تھا؟!

ایک ستھرا اور آیا۔ ایک باغ میں ہیر وئن ہیر وے سے

بنطیگر ہو کر کاٹا گئی تھی۔ اب کیا بتاؤں کیسا کا تاحد

۔ بالکل اور وہ۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔

”ماموں۔“ یہاں بھی تک میاں بیوی تو نہیں بنے۔

”پھر کڑیا کلبلا یا۔“ میاں آرٹ اور زندگی کے

فرنق کو تو بھجو۔ شادی بھی ان کی آگے کو ہوتی ہی ہے۔

۔ دیکھ جاؤ۔“

”آپ یہ کیوں نہیں سوچتے ماموں کر۔ آپ کی

”بچہ درست کرو پہلے اپنا۔“ نزہرہ بولی ”آخر گیا  
آفت آئی۔ چلتے ہوئے تو اچھے خاصے تھے۔“  
”بچہ بھی تو نہیں۔ بس ذرا سر میں درد ہے۔“  
یہ مجلس آخوندک بھجنی بھی ہی سیار ہی۔ چائے پی کر میں  
رخصت ہو گیا۔

اٹکے روز ماہوں راستے میں مل گئے۔ چھر صفت گھنٹے بعد  
ہم ہو ڈل مرینا کے ایک کیمین میں بیٹھے ہوئے بھٹکالی رسم فلمے  
خستہ سمنوں سے اور کافی اڑا رہے تھے۔

”ہاں بخوردار۔ اب کہو رات کیسی مرچیں چاہئے  
تھے۔ تم تو میاں بہت ہی ضعیف لامھا ب ثابت ہوئے۔“  
”کیا بتاؤں ماہوں اپنی مکروہی کا بچھے بھی افسوس ہے۔  
کو کو جم کے زمانے میں آخر احصاب کہاں شے ضبوط لے  
جائیں۔“

”ہمیں دیکھو۔ ہم بھی تو کو کو جم ہی کھاتے ہیں۔“  
”آپ انگریزی دور کے کھانے کمائے ہوئے ہیں۔“  
میں نے طوہل سانس لیا۔

”تمارا حباب نہیں ہے۔ لویر کافی اور لو۔“  
”شکریہ۔ اچھا ب تباہی دیجئے۔ غص کے کہتے  
ہیں۔“

”میں بچھہ رہا ہوں تھیں ہیر و ہیر و ٹن کا غسل والا لباس  
کھٹکا تھا۔ غریم ہر دور کا اتنا معیار اخلاق ہوتا ہے۔  
آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی الگ تمہاشی ازیور کو لکھ عورت  
اوڑر دکا استرت بتاؤ گے تو اسے فرسودگی کی اٹھا کہیں گے۔  
پرانی ترین بدل رہی ہیں۔“ پہلے کیا ہی ہیں اپنی عربی  
کو پہنچ کر پست مرگ پر پڑھ کر ہیں۔ یہ قانون قدرت ہے  
ہر چیز ایک عکس کو پہنچ کر د جاتی ہے۔ اس کی بعد دسری  
اس سے پہنچ آجائی، ہے۔“

”ٹھہرئے۔ کیا آپ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔“  
”میں اس وقت پوری طرح سمجھدہ ہوں۔“  
”عجیب بات ہے۔ آپ کے ان روشن خیالات کے

رہی تھیں کہ وچٹک مٹک کر گاتی ہے۔ پیار کیا کوئی چوری  
نہیں کی۔“

”ہاں ہاں۔“ مگر مغل عظم کا اس وقت کیا ذکر۔  
”میرا مطلب ہے کہ وقت میں بھی تو ہیر و ہیر و ٹن نے  
ڈھن کے چوک سار کیا ہے۔“

”محبت تو شیعی ٹھیکیوں میں ہوتی ہے تھے۔ اسکے  
بغیر کھیل کیسے ہے گا۔“ محانی بچھے پیار نے نہما کہتی تھیں۔  
”اب میں کیا کہتا۔ جو کچھ تھے کہنا تھا وہ نزہرہ کی  
موجودگی میں ذرا مشکل تھا۔“

”برخوردار۔ اتنے شک مزاج نہیں بنایا تے۔  
میں بھی چکا ہیں تھارا مطلب۔ بحث ہی کرنی ہے تو  
پھر پر رکھو۔ اب اس وقت موڑ خراب کیوں کرتے ہوئے۔“  
ماہوں نے شفقت سے میرے کانہ میں پر باقھر کھا۔

”بحث کس کی ماہوں۔ آپے اور بحث استغفار اللہ۔“  
”اے پر نوک جھونک کا کیا وقت ہے۔“ محانی  
جھنگلائیں۔ ”رنگ تو اشتر کے۔ اب اتنے اچھے فلموں  
میں نہ گئے ہیں کہ۔ بس ہر چیز اصلی سی لگتی ہے۔“

”سینئریوں میں تو جان پڑتی ہے اقی رنگوں سے۔“  
”نزہرہ بولی۔ اب ایسا ہمیں بھی لے چلے نا۔ ایک دفعہ کشیر۔“  
”ضروری حلیں۔“ گریٹ کھو کر ہر  
اچھا منتظر کشیر ہی کا ہوتا ہے۔ اور بھی بیڑے پہاڑی  
مقامات ہیں۔“

”میرا تو خیال ہے جہاں بھی ہیر و ہیر و ٹن محبت بھرا کانا  
گھائیں مجھے فراؤ ایک باغ مگ آئے گا۔“

”بس آپ اپنے خیال کو اپنے ہی سرمبارک میں حفظ  
رکھئے۔“ ماہوں نے میری مکر پر تھپکی دی۔

”پتہ نہیں ملا جانی۔ آپ اتنے اکھڑے اکھڑے ٹیکوں  
بول رہے ہیں۔“ نزہرہ نے میری آنکھوں میں جھانکا۔

”پچھو تو ہر لحاظ سے معیاری تھی۔“  
”میں کہتا ہوں معیاری نہیں تھی۔ لا اچائے  
دو۔ بہت دیر ہو رہی ہے۔“

”پاگل ہو گئے ہو۔“

”اگر ہم ڈیر مجبت آرٹسٹ ہے غسل کا  
لباس آرٹسٹ ہے تو پھر ایک ایجاد کا مادرزاد شنگ  
بھی بھی تو آرٹ ہی ہیں۔“

”میاں غسل کا لباس آرٹ نہیں ضرورت ہے تھا  
کیا قیمت اور غارہ پہن کر عورت میں غسل کریں گی۔“

”اگر ضرورت اور غسل میں تقاضا ہے ماموں تو آپ ہی  
بتائیں مجبت سے لیکر ایک زندہ وجود کی ولادت شک کوئی  
شے بے ضرورت ہے پوں غسل کا وجود کہیں ہے ایسی ہے۔  
”ذر اصحاب کو۔ جھل باتوں سے کام نہیں بلیکار۔“

”اب کیا صفات ہیں۔ آپ ایک طرف تو اسے  
بھی عین تہذیب ہی شمار کرتے ہیں کہ البت کا بیٹا اور جیم کی  
بیٹی پارکوں اور صحراؤں میں مجبت کے گیت گھلتے پھر سی۔  
باہر ہیں باخنسیں ڈالیں غسل کا بام پہن کر الحکیلیاں کریں۔  
— مگر جب بھاجا جا بلطفیب فقط اتنی سی بات کہتا ہے کہ  
— گستاخی معاف آپ کی صاحب زادی میں ایک صاحب جو اسے  
غیر معمولی بھپی لے رہے ہیں تو اسے آپ ڈاکٹر کٹ حسلا اور  
بد تہذیبی قرار دیتے ہیں۔ آخر سوچتے تھے۔ فلموں میں بھائی  
جسا نے والی مجبت اگر اتنی ہی مقدس ہے کہ باب لا  
بیٹی ایک ساتھ اسی سے بلطف لینے میں حق  
بجا نہ ہیں۔ تو پھر بیٹی اس مقدس شے کو اپنی جعلی زندگی  
میں دہراتے کا خواب کیوں نہیں دیکھے گی۔“

”کتنے بہودہ ہوتم۔ ماموں کو خستہ آگی۔“

”میری بیٹی تھماری ہیں بھی ہوتی ہے۔ اسکے بارے  
میں اس طرح کی باتیں منھ سے نکالتے تھیں شرم آئی جائیں۔“

”محظی مژمر کا غنہوم بھلاکتے سو پر ماموں۔ اچھا  
آپ کی بیٹی کرنے نہیں میں اپنی بیٹی اور بھیں کے لئے کہتا ہوں  
کہ اگر وہ پاکیزہ سے پاکیزہ اور معیاری سے معیاری نہیں  
بھی بھی دیکھے گی کہ ایک جوان لڑکا اور ایک جوان لڑکی خداوی  
سے پہنچنے ضرور کرتے ہیں تو اسے کون ابھی فلسفہ اس  
یقین نک پہنچنے سے باز رکھے جا کہ عشق ایک ہمہ گیر ضرورت ہے۔“

باوجود مہانی اور زہرہ کا بر قعہ ابھی شک بہتر مگ پہنچنے پہنچا۔  
”عزم اصولی گفتگو کرو۔ یہ ذاتی معاملات ہیں۔“  
”اگر میں یہ کہوں کر۔ براہ راست ہے گا۔ آپ تی  
بیٹی میں۔“

”ہاں ہاں کو۔ چپ کیوں ہو گئے۔“

”آپ براہ راست جائیں گے۔“

”اڑے کہو تو۔ بد تہذیبی بے شک مجھ پہنچنے ہیں۔“  
”فرض کیجئے آپ کی بیٹی میں اس کے اسکوں کا ایک  
ذوج ان غیہ معمولی بھپی لے رہا ہو۔ اسے آپ کیا ذاتی  
معاملہ کہیں گے؟“

”اوہ۔۔۔ آپ تم براہ راست حملوں پر اتر آئے۔  
یاد رکھو گفتگو تہذیب کے دائرے میں رہنا چاہئے۔“

”کوئی تہذیب۔۔۔ ماموں ڈیر۔۔۔ آپ دوستیوں  
پہنچ پر کیوں رکھتے ہیں۔“

”خوب۔۔۔ تو اب بھاجا ماموں کو بھی میں پڑھائیں۔“

”نہیں۔۔۔ میری توہہ۔۔۔ آپ بھے صرف اتنا  
بتادیکھے کرو من بائی ناٹھ جیسی فلموں میں کیا ہوتا ہے اور  
ہماری مندوستانی فلموں میں کیا نہیں ہے۔“

”بھی دیکھی ہے کوئی اس قسم کی فلم؟“

”نہیں دیکھی۔۔۔ کرو من بائی ناٹھ کا اشتہار تو  
دیکھا تھا۔ اسی سے کافی تسلی ہو گئی تھی۔“

”خالی اشتہار نہیں۔۔۔ کھل دیکھو۔ جان جا فیکر فرش کسے کہتے ہیں۔“

”آپنے دیکھی؟“

”ہم نے کیا نہیں دیکھا۔ سیاست میں یہ طو لا  
حائل کر لے کر لے ہمہ جتنی مشاہدے کی ضرورت ہوا کرتی  
ہے۔۔۔ تم کیا دیکھو یہ ہو۔“

”اس سے زیادہ کیا دیکھا ہو۔ ماموں آپنے غسل کے  
لباس کے نام سے جو حیثی دھیمان بدن پر رہنے دی جاتی  
ہیں وہ بھی نہ رہنے دی گئی ہو۔“

”پھر کیا اسے غسل نہیں کہیں گے۔“

”کیسے کہہ سکتے ہیں۔۔۔ بالکل نہیں کہہ سکتے۔“

**بزرگیر نفس** مولانا امین اس سن کی بحث کتاب راتایف تذکیر نفس کی حقیقت اور وہ کس طرح حاصل کی جاسکتا ہے۔ اعلیٰ ایڈیشن قیمت ۔ چھ روپے ۶/- **بیعت کیا ہے؟** (نیا اضافہ شدہ ایڈیشن) بیعت کی محیثت کے درمیں ایک علمی کتاب۔ قیمت ۔ مجلد تین روپے۔

**اہل بیعت اور اہل سنت** اس انگریز کتاب میں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان سے اہل بیعت رسول ہم کے باب میں ہوتی ہیں۔ قیمت ۔ ایک روپیہ ۱/- **رسن کی یادیں** مولانا عبد الحکیم کی مشہور تالیف جو اس ان کو تازہ اور ذہن کو منور کرتی ہے۔

قیمت ۔ ایک روپیہ پھر پر پیسے ۔ ۱/۸۵ **نافع الخلاق** تمام ہمی دنیوی اور دینی ضروریات کے لئے محرب اعمال و وظائف اور نعمش د اور ادا۔ یہ کتاب عرصہ دراز سے مقبول عام ہے اور ہزاروں انسانی اس سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔

بیعت ساری چیز پا خر رہے (مجلد سات روپے) **علاج الغربار** کم خپپ بالانشیں علاج کے لئے یہ کتاب اس میں آئے دن پیش آئے والی بیماریوں کے لئے کستہ اور سہیں الحصول طریق علاج اور دوائیں کا بیان ہے۔

قیمت ۔ سائٹھ تین روپے (مجد پانچ روپے)

**کریم اللعات** فارسی کی مشہور رائحت۔ مستقند اور مضید داں کر گائے چھیں تو بد معاشی ہیں اور ملائیں تو کیسے ذرا سا مددہ — فقط ملاقات کا لیا تو یہ معاشر ہو گئی۔ اب نہیں جانتے ماں و مودودیت کا ذریعہ طبقتہ نواں میں بھی سماجیت کرتا جا رہا ہے۔

میں ہمہ کیا ہے کہ لوگوں سے تعلقات پڑھا کر انہیں پہنچوں ہے۔ مودودیت کی خرابیان بھاؤں کا نیکی کرنے میں ملے۔

ماں و معاشر ہے۔ مگر اس سنبھی میں وہ بے ساختگی اور کام

ادر خدا سے بھی اس ضرورت کو پورا کرنے پر بھی فرمادت میں کافی و اُنی توجہ دیجی چاہئے۔ ”**معلوم ہوتا ہے تم بھی کسی مودودیت کی محیثت میں پیغام گئے ہیں۔** پکے ہو رہے ہیں۔ نقاب حکومت اُبھیسہ کا ڈلتھی میں اور نظر اقتدار کی گئی سیوں پر رکھتے ہیں۔ ”**ٹھہرئے۔** میں آپ کے لئے کو کو لا اور کافی آئیز کر کے کاک ٹیل بناؤں۔ ”**کیا بات ہوئی!**

”**ماں و غلط بحث سے بہتر تو بھی ہے کہ شوئے** میں شکر گھوں کر دی لی جائے۔ آخر مودودیت کا ہماری **لختگوں میں کیا موقع تھا۔** ”**تم باشی بھی اس قسم کی کردہ ہے ہو۔** اچھا اپنا فکر فلسفہ خوب کر کے دو۔ میں تمہارے تمام دلائل کا جواب تقریب کی حل میں لکھ کر دوں گا۔ کیا سمجھتے ہو۔ تحریری تقریب میں بڑوں بڑوں کے چکے چڑا دئے ہیں۔ ”

”**وہ تو میں جلدیوں میں۔** لیکن خوش کی تعریف دیکھ جاتی ہے۔ آئیے ہیں اور آپ بھی کسی دن عسل کا بسا پہن کر کسی تالاب میں خوطہ لٹکائیں۔ ”**چکے چکلی۔** اچھا بھوگے بھی یا زبان اور یا بھاگنے چاہئے۔ ”

”**آپ جاتے۔** مجھے ایک تالاہ مالم کا منتظر گئے۔ اس نے عذر کیا تھا ہمیں آئے گی۔ ”**یہ معاش کہیں کے۔** ”

”**گلے ہے۔** ہیر دہر و تھی باہری میں باہیں داں کر گائے چھیں تو بد معاشی ہیں اور ملائیں تو کیسے ذرا سا مددہ — فقط ملاقات کا لیا تو یہ معاشر ہو گئی۔ اب نہیں جانتے ماں و مودودیت کا ذریعہ طبقتہ نواں میں بھی سماجیت کرتا جا رہا ہے۔

میں ہمہ کیا ہے کہ لوگوں سے تعلقات پڑھا کر انہیں پہنچوں ہے۔ مودودیت کی خرابیان بھاؤں کا نیکی کرنے میں ملے۔

ماں و معاشر ہے۔ مگر اس سنبھی میں وہ بے ساختگی اور کام

# نظریاتی جہاد کا

باقیاتہ اسلام کے خواجہ

## رنیا سرو و نیٹ منصوبہ



خواجہ بھی ہے کہ تقریباً نصف صدی سے اقتدار مطلق پر تابع ہونے کے باوجود کیوں نہ اب بھی روئی میں اسے اپنا حرفی سمجھتا ہے جو اس کے اذ عالیٰ نظریے کا لڑکا پیش کرنے کا ہے۔ (گپال تسل)

سو شلزم کی تخلیک کے دور میں جو انتہائی شدید سماجی اقتصادی اور تہذیبی تغیرات رومنا ہوتے ہیں ان کے نتیجے کے طور پر سوداگری مشرق میں انتقالی قسم کی تبدیلیاں ہوئی ہیں اس کا ظہر اور خاص طور پر اس صورت میں ہوا ہے کہ مزدوروں کی الکتریت نے اب مذہب سے فیصلہ کن قطع تعلق کر لیا ہے۔ جدید سلامیوں کے ذہنوں میں بھی تبدیلی ہوئی ہے۔ اسلام کی اذ عالیٰ تقدیمات پر انداز حاکمیتی جس کی راضی میں جھرا تھی، اب بعد میں پوچھلے ہے مذہبی رسمات کی ادائیگی اور مذہبی تعلیمات منانے کے معاشر میں بھی اب پہلا سا چیز اور ثابت قائمی ہاتھی نہیں رہتی ہے۔

شاعتیوں سے اخراج بھی اب پہلے سے زیادہ نایاں ہے۔ گرستہتہ پرسوں میں ہمارے ملک میں سائنسیک مددانہ پروپیگنڈے کی بدولت مسلمانوں میں اسلام کو خیر بار کہنے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ نامہاد مقامات مقدسہ کی اجتماعی زیارتیوں کا سلسہ نہ پڑ گیا ہے۔

بہر حال "باقیات اسلام" کو ختم کرنے کے مولے میں سوداگری مشرق کی روی پہلوں میں تعمیری سو شلزم کے زمانے میں

ذیں میں ایک مضمون کا مکمل ترجیح دیا جا رہا ہے جو شہزادہ نظریاتی حرب بیانے سائنسی فلسفہ آئینہ ۱۹۷۶ء کے شمارے میں تو اس میں اسلامیات کے مطابصر مزید توجہ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ مضمون میں جو اس بات پر اظہار اطمینان کیا گیا ہے کہ سائنسیک مددانہ پروپیگنڈے کی بدولت مسلمانوں میں اسلام کو خیر بار کہنے کا عمل شروع ہو گیا ہے؟ وہاں اس ضرورت پر بھی نہ رہیا گی ہے کہ "اسلام کے باقیات کو مٹا رکھیے" "خواص کو شکش کی جانی پڑا ہے۔ اس سلسلے میں جو تحریک اور پیش کی گئی ہیں ان میں ایک بھروسہ یہ بھی ہے کہ اسلام کے خلاف پرچار کے نئے محدود پر پیگنڈہ سٹیا ر کرنے کے لئے سائنسیک المکاڈ کے خصوصی شعبے قائم کئے جائیں گے۔

اس سرکاری دستاویز سے اسلام کے تین سو قریبیے کی جو تصویر ملے آتی ہے وہ اس تصوریت کافی خلاف ہے جو کیوں نہ اور ان کے مہمن سہن اور پاکستان کے مسلمانوں کے سامنے پیش گئے ہے۔ بالواسطہ طور پر اسلام کے حق میں ایک

سائنسیک محدثان پر پیگٹلے اور سائنسی کام کی تفہیم پر اپنے طریقے جس کا تقدیر سو ویٹ روں میں اسلام کے باقیات کو فنا کرنا ہے۔ اسلام کا مقابلہ کرنے والے سائنسی کارکنوں کی تربیت میں جو خامیاں ہیں خالص سائنسی میں سائنسی ریسرچ اور اشاعت کی کاموں میں جو افراد افریقی موجود ہیں، انکی وجہ پر سو ویٹ یونین کے باشندوں کے مذہبی احساسات کے بارے میں بڑے تحقیقات کی گئی ہے اس سے پہنچا ہے کہ سو ویٹ روں مشرق کی جمہوریوں میں دوسری سو ویٹ جمہوریوں کے مقابلے میں مذہب کو مانتے والوں کا ناساب زیادہ ہے۔ اس کی شریح کیمی متعدد تاریخی اسیاب نظر میں رکھنا ضروری ہے سو ویٹ مشرق کے عوام نے سو شلزم کو جو مخصوص حالات میں قبول کیا ہے جو اسی میں نظر رکھنا ضروری ہے اور خدا اسلام کی آئیڈیا لوچی کی مخصوص قوت کو بھی۔ لیکن یہ تسمیٰ سے نہ نظریاتی ریسرچ کے کام کے سلسلہ میں معاملات کے حقیقی پہلوؤں پر مناسب توجہ کی جاتی ہے اور ن سائنسیک محدثانہ کارروائیوں کو علی چارہ پہنانے کے سلسلے میں اس کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تک جیکم محدث کوششوں سے تعلق نظر کی ایسا سماجی اور نقیباً تی تحقیقی کام نہیں ہوا جس سے یہ اندازہ لکھا یا جا سکے کہ جو خطوں میں اسلام پھیلا ہوا ہے وہاں تک پہنچتی کس حد تک ہے؟ یہ بات باعث نہ اور تکمیل کر اس معاملہ میں ہماری معلومات بہتر ناقص ہیں کہ ایک حد سیلان کے معتقدات کیا ہیں اور اس کی رو حادی اور شخصیاتی دلیل کیا ہے؟

اگر ”باقیات اسلام“ کے مطابق کے لئے ایک مخصوص مرکز قائم کر دیا جائے جو سائنسیک محدثانہ تحقیقی کی راہ منائی جی کوئے تو اس صورت حال کی کافی حد تک تلاشی ہو جائیگی۔ قبل از اقدام کے ردس میں اسلامی مطالعات کے لئے ایک اچھا اسکول پڑھنے تھا جس کے ممبروں نے علم کے شعبے میں قابل قدر اضافے کیے تھے پیغمبرگ، کازان اور تاشقند وغیرہ میں اسلامی مطالعات کے کمی را کرتے چہا عربی اور یورپی زبانوں سے روزی زبان میں متعلقہ لٹریچر کے ترجیح ہوتے رہتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے حکام اس قسم کے کام کی خو صد افزائی زیادہ تر تبلیغی مقاصد کے لئے کرتے تھے۔ اور ان کے پیش نظر لا ایجاد ماتی مقادرات ہوتے تھے لیکن اس باستک کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اسلامی

چک کامیابیاں پڑی ہیں، ان کی بنا پر کہیا جو جو دوڑ کی مشکلات سے اُنکھیں بند نہیں کرنی چاہتیں۔ ان جمہوریوں میں جہاں کی آبادی اسلام کو مانتی ہے سائنسیک محدث پر پیگٹلے کی تظمی میں جو خامیاں اور کوتاہیاں ہیں اسی ضمیم میں ان کی لشاں بڑی بھی کی جائیگی اور یہی بتایا جائے کہ اسلام احوال کے لئے کیا طرف اختار کئے جانے چاہتیں خامیوں اور کوتاہیوں کا تعلق تنظیمی کام سے بھی ہے، سائنسی ریسرچ کے کام سے بھی کارکنوں کی تربیت سے بھی اور لڑکے کی اشاعت سے بھی۔

یہ بات ہر طبقہ سے کہ سو ویٹ روں کے محظوظ اسلام پر اس سے زیادہ توجہ نہیں دیتے جو عمومی معمولی نہیں فرقوں پر دی جاتی ہے حالانکہ آر تھوڑے کس عیسیٰ یسوع کے بعد اسلام سببے کے زیادہ بہرگیر نہیں ہے اور سو ویٹ روں کے خود مختصر طعن اور جمہوریوں میں اسلام کے ماننے والے کافی تعداد میں اور جمہوریوں میں اسلام کے سلسلہ میں کافی بیجیدگیاں پیدا کرتے ہیں۔ اسلام کی آئیڈیا لوچی کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ نہیں دی جاتی حالانکہ یہ ایڈیٹیا لوچی بسا اوقات سلامتوں میں قوم پرستاہ غلیچی کی اور برلنے کے آپ میں تھیں رہنے کے رجحانات پیدا کرتی ہے محدث کی سائنسیک اور اس انتہائی اہمیت کے کو مناسب توجہ کا مستحب نہیں تھے اگرچہ بوجہ دوڑ کی نظر یا قی جنگ میں نیمسددا خلیل در پر بھی نہیں بلکہ میں الاؤ ای سطح پر بھی بہت اہم ہے۔

”باقیات اسلام“ کو ختم کرنے کی نظر یا قی اور عملی اہمیت کو پوری طرح نہ سمجھنے ہی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسا واحد ارتبا طی مرکز نہیں جو اسلامی مطالعات کے ماہرین کی تربیت اور سائنسی ریسرچ کے کام کی تظمی کی راہ منائی گئی کرے سو ویٹ روں کی سائنسی اکادمی کے دارالفنون میں ۱۹۶۲ء تک الحاد کا جو شعبہ مقاودہ اس فریضیہ کو انجام دینے میں ناکام رہا کیونکہ اس کے اضاف میں اسلامیات کے ماہر نہیں تھے۔

سماجی سائنسوں کی اکادمی کی سائنسیک الحاد کی انسٹی ٹیوٹ میں نہ اسلامیات کے میدان میں سماجی ریسرچ کرنے والا کوئی خاص شعبہ بوجوئے اور نہ کوئی ایسا گروپ جو اس میدان میں خاص طور پر کام کرے۔ اسی واحد مرکز کے فقدان کا اسکے

شناخت اسلام کی اخلاقی تعلیمات، خاندانی مراسم، شادی کی رسوم اور مسلمانوں کی علیحدگی اپنے کے مسئلے اور بھارے ملک اور باقی ملکوں میں، اسلام کے موجودہ مسائل پر جو کوئی خاص نظریتی قائم نہیں کئے گئے۔ ان مسائل کا حل سودویٹ اسلامی مطالعات کے لئے فری اہمیت رکھتا ہے۔

اس حقیقت کی طرف خاص توجیہ دینے کی ضرورت مکمل ہے صدی کے اوپر کے بعد بالخصوص موجودہ دور میں بہت سے ترقی عالم اور آدشِ دادی علاوہ اصلی اسلامیت کی درج سرائی میں مصروف ہیں۔ وہ اسے انتہائی انسان دوست تعلیمات کا نام دے دے رہے ہیں اور ان میں سے بعض یہ دعویٰ بھی کہ رہے ہیں کہ تعلیمات کیوں نہ سلط تعلیمات کے مطابق ہیں۔ اسلام کے سودویٹ مالک کوچا ہے کہ اسلام کی تاریخ کی گجری چنان میں کہ اصلی اسلامیت کی درج سرائی کے آدشِ دادی اور ضرور وہ تصور کو پری طبع ہے نقاب کریں اور مختلف سماجی حالات میں اس کے سماجی کردار کا مخصوص تاریخی تجزیہ پیش کریں۔

ملک دوں کے علیکے کی تربیت کا سند بھی بہت اہم ہے اس سلسلے کے اطمینان بخش حل کے لئے اولین ضرورت یہ ہے کہ مختلف نوعی اداروں اور سائنسی تحقیقی اسٹیشنوں میں امیدواروں کے داخلے کی توسیع کی جائے۔ نظام کارک فیصلہ سائنسی فکر الحاد کی انسٹی ٹیوٹ میں قائم کئے جائے وکی اسلامی شعبہ کو کذا جائیے تاکہ شاوزی اہمیت کے مسائل پر تحقیقات کرنے میں سائنسی ورق کا جزو یاں ہونا ہے اس کا سند باب کیا جاسکے۔

(۱) دوسری اہم بات یہ ہے کہ قومی جمہوریتیں کے اعلاء تعلیمی اداروں میں سائنسی فک الحاد کے عضوص شعبے قائم کئے جائیں تاکہ تعداد پر یقین نہ ہے کہ کام سے کم پیسی لینے والے زمینی طلباء کو منتخب کر کے ابھی اسلام کے خلاف بھی اونہ پر یقین نہ ہے کی تربیت دی جائے۔ اس وقت تک عالم یہ ہے کہ سودویٹ مشرق یورپ شیوں میں سائنسی فک احادا کا کوئی شعبہ بر جو نہیں۔

(۲) تیسرا اہم باتی یہ ہے کہ ماہرین اسلام کے علمی کو تربیت میں کے سلسلے میں دینِ محمدی کے عضوص پہلوؤں پر توجہ دی جائی چاہئے اس سلسلے میں نیکتہ قابل غور ہے کہ اسلامی تعلیمات کے تعلق رکھنے

مطالعات کے قبل از انقلاب اسکول نے علمی شہست کے نامور اسکالر پیدا کئے جن کی تصنیف ہم آج بھی استعمال کرتے ہیں۔

یہاں قدرتی طور پر اسلامی مطالعات کے ایک سرویٹ اسکلر کا سوال سائنس آتا ہے۔ کیا سودویٹ عالموں کی ایسی تینادی تصنیف موجود ہیں جو اسلامی مسائل کے عین ماکسیمی طور کا پریشان تجزیہ کی حامل ہوں؟ بقیتی سے اگر بعد از جنگ کے دور کی بات کی جائے تو چند مقبول عالم سائنسی اور پر دینی طور پر کوچھ بڑ کوئی اہم کام نہ نظر عالم پر نہیں آیا۔ اگر اد پچے پائے کے وسائل کا فقدان ہے تو اس کا باعث یہ نہیں کہ سودویٹ عالم اس قسم کی تصنیف کے اہل نہیں بلکہ اس کا باعث صرف یہ ہے کہ ان کی تصنیف کے مناسب حالات موجود نہیں ہیں۔ یہی وجہ کہ اسلام کے بعض مشہور سودویٹ مالکوں نے عالم اسلام کے مسائل میں دھپسی لینا چھوڑ دیا ہے۔

نیادہ اہم اور ذریعی مسائل کا اختیاب اور ان کا سائنسی تجزیہ بہت زیادہ نظریاتی اور عملی اہمیت کا حائل ہے اور اسلام کی آئیڈیا لوچی کے خاندان کے لئے اس کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ مدد و صرف میں بالآخر کی طرف خاص توجیہیت کی ضرورت ہے۔

(۱) مارکسزم اور یمنی ازم کی کلاسیکی تیزی میں عیسائی نہ ہے کہ عمومی اور خصوصی مسائل پر بہت کچھ موجود ہے۔ مارکس اور یمنی کے سائیکیوں اور شاگردوں نے بھی ان مسائل پر بہت کچھ لکھا ہے جس کے عیسیوی مذہب پر تحقیق کرنے والوں کا کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ جہاں تک اسلام کے مسائل کے تجزیے کا علیقہ ہے صورت حال بالآخر مختلف ہے۔ مارکس اور اینجلیز کو اسلامی تجزیک اور قرآن سے بھل دیاقریتی تھی اور انہوں نے اسلام کے افرادی مسائل پر مخصوص بیانات دیتے ہیں۔ لیکن نہ ہے کہ مخصوص پر مشتمل اطباء خیال کی اساس عیسائیت کے تجزیے پر ہے۔ مارکس اور اینجلیز کے سائیکیوں اور شاگردوں کی تحریریں اسلام کے مسائل کی خصوصی تحقیق کی حامل نہیں۔ اس سلسلے میں اسلامیات کے سودویٹ عالموں نے بہت کم کام لیا ہے۔ بقیتی سے ان میں بنیادی سوالات پر کوئی اتفاق رلتے نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اس سوال پر کہ اسلام کے عروج کے سماجی اور اقتصادی اسیاب کیا تھے؟ اسلامی

۱۹۴۳ء میں روسی زبانی میں قرآن کی اشاعت تحقیقی اور ملحدانہ کام کے سامنے میں ایک اچھا اقتداء معاون بحثیتی سے اسے مناسب تاریخی اور فلسفیہ نو شہرت کے بغیر صرف ایک اد بنی یادگار کے طور پر شائع کیا گی۔

یہ مصدر دری ہے کہ زمانہ قبل از انقلاب کے روسی اور غیر ملکی ماہرین، اسلام کی اہم تصانیف کو دوبارہ شائع کی جائے اور شرقی اور غربی علاوہ کی ان تصانیف کا جو سائنسی قدر ویسیت کی حامل ہیں۔ ترجیح کیا جائے۔

جن خاصیوں کی اور ناشانہ ہی کی گئی ہے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت سو ویٹ روپس میں اسلام کے باقیات کے خاتمه کی طوف ناکاہی تو بہ دی جا رہی ہے اور مرکزی سائنسی ادارے اور ارشاد علی گھر اس کو تاہمی کے خاص طور پر ذمہ دار ہیں۔

اگر ان سالاں کو جن کا خاکہ اور پیش کیا گیا ہے مناسب طور پر عمل کریا گیا تو سو ویٹ روپس میں اسلام کے باقیات کو ختم کرنے میں کافی مدد ہے اگر اور سو ویٹ روپس کی تمام قسمیوں میں سائنسی فکر عالمی انداز نظریہ کریے کامل ذریعہ جائے گا۔

والا طبیب پر قرآن کی تفسیر، احادیث کے مجموعے، اسلام کے مختلف مدارس کی تصانیف اور قرون وسطی کا ایسا ادب جو اسلام پر تنقیدی نظر ڈالتا ہے، زیارتہ تعریفی، قاری، ترکی زبانوں میں ہے، لہذا یہ سارا طبیب پر سائنسی اور تنقیدی تجزیے کے لئے دستیاب نہیں۔ ان لوگوں ان سیریز کا کمزور کی دسترس سے قریب پر قرآن اور محی دور ہے جو اقسام کے مسائل کی طرف پہلا نہم پڑھا رہے ہیں۔

مزید برآں ایشیائی عوام کی انسٹی ٹیوٹ کے تحت عربی قلم کا اختصار ہےنا چاہیے، عالمیوں کی پھر اردو اور پریمیئر مسٹروں کے لئے جو اصل کتابیں بہت ضروری ہیں۔ ان کا روایتی ترجیح کیا جانا چاہیے کہ کسی اور حسکے طریقے طریقے میں مرکزی اشاعت گھر اسلام کے متعلق طبیب پر شائع نہیں کر رہے۔ ان اشاعت گھروں کے ذریعہ پر گھروں کو کہہ باد دلانا ضروری ہے کہ سو ویٹ یونیورسٹی میں ایسا میٹن اور روکنڈر مذہبی گروہوں کی طرح اسلام بھی موجود ہے بدھستی سے پہلے اشاعت گھروں نے یہ تجویز کیا کہ اسلام پر ترجیح شائع کرنا مقامی اشاعت گھروں کا کام ہے۔ مذہب دشمن طبیب کی اشاعت کے سلسلے میں اس قسم کا روایت جو مقامی دین پرستی کا آئینہ دار ہے صرف غلط ہی نہیں بلکہ نقصان دہ بھی ہے۔

## پھول کی طرح تروتازہ

اگر جلدی اعراض یا فساد مون کی  
مشکایت ہو تو پھرہ پڑھو نظر آتا ہے

## خون صفا



پھول کے چہنسی خارش اور دادے نجات نے  
کدم اور پھرے کو پھول کی طرح تروتازہ لکھتا ہے

دواخانہ طبیبیں مسلم ایونیورسٹی علی طرح

حسنستقی

۱۹۷۳ء  
لماں العرب مکے

# اتحادِ ملت — ایک عظیم خطرہ

افراد آسانی کے ساتھ سلطہ ہو سکتے ہیں۔ اب آپ غور قریباً ہیں کہ اگر کسی دن خدا خواستہ مسلمانوں کے اندر اتحاد بیدار ہو جائے تو کیا یہ اندیشہ غلط ہو سکتا ہے کہ پھر اس نک سے ہمارا نام و نشان تک مت جائے گا؟ اس کے بالمقابل اگر ہمارے اندر اتفاق داتخادر نہیں ہوگا تو خدا ہستکر ہم منتشر ہوں گے اس کے معنی ہوئے کہ پھر ہمارے افراد نکل کی تماں جماعتیں اور پارٹیوں میں شامی ہوں گے، کوئی کیوں نہ ہوگا، کوئی سوشل سٹ ہوگا، کوئی جنگلی ہوگا۔ کوئی مہاسیحی اُر ہے گا۔ کوئی سوتنتریں ہوگا تو کوئی نیا اسیں بی میں نظر کے گا، الغرض ہندوستان کی کوئی باری ٹھیکی ہمارے وجود سے خالی نہ ہوگی ماس کے نیچے میں پہاڑ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ پارٹیاں ہماری رضی کے لفڑی ہوں ہمارے وجود کو مٹانے کے لئے کوئی منصوبہ تیار نہیں کر سکیں گی اور اگر کثرت آزاد سے تیار بھی کر لیں تو اس وقت ہم "اضطراری حالت" میں ہوں گے۔ اضطراری حالت وہ حالت ہوئی ہے جس میں آپ جو کچھ بھی کر گذریں گے۔ اس کا عادالت الہیہ میں کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ دوسرا ہم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اپنے ہماروں کے لئے چینی میوے دغیرہ اور اپنے کاروبار کے لئے سفارشوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس طرح کے موقع پر نک کی جلد پارٹیاں ہمارے ساتھ تعاون کریں گی۔ کیونکہ ہمارے افراد ہر ایک پارٹی میں موجود ہوں گے۔

اگر اس کے علاوہ بھی بے شمار فائدہ میں ہو انتشار ملت

"اتحادِ ملت اسلامیہ" استغفار اللہ! بغاہر تو یہ بہت زیاد خوش کیں اور جاذب توجہ الفاظ کا ایک دلکش پنکہ رعنیہ جو ہے کہ کہ فہم اور تنگ نظر افراد میں سکریس کے حصول کے لئے بچپن نظر آنے لگتے ہیں۔ مگر جو لوگ دھرانہ دش اور بہش استہپن گے۔ وہ کمی اس فریب کا شکار نہیں ہو سکتے۔ چونکہ با صلاحیت اور در انڈش افراد بہت کم ہوتے ہیں اس لئے مجھے ذائقہ نہیں ہے کہ ناظرین تھیں میں ایسا کوئی خوش قسمت صاحب صلاحیت ہو جو ہو گا۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہونا تو میں عقلمندان را اشارہ کافی اسست کہہ کر اپنے مانی الصیر کی توضیح سے پنج جاتا۔ لیکن اب یہ سے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ میں دلائی دیکھیتے تاول کی اتحادِ ملت کیوں اور کس طرح ہمارے لئے ایک عظیم خطرہ ہے اور ان تماں خوش نہیں کے پرد چاک کر دوں جنکی موجودگی میں لوگ اتحادِ ملت کو ضروری اور مضید خیال کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہی بات اچھی طرح ذہنیں کر لیتی جائیں گے کہ ہندوستان میں جو مسلم قوم پائی جاتی ہے وہ ملنے سے بنتی ہے۔ ملنے کے سوا اس کا کوئی اور محکم نہیں ہے۔ دوسرا حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے نک میں قدرتی یا خوش قسمتی سے کثیر القدر نہیں بلکہ قلیل التعداد ہیں۔ اتنے قلیل کی مکملت وقت جو پہلے ہے ہیں دھمارے دوڑوں کی گرفتار کر کے کسی بھی صورت کے نظریں جیں میں بآسانی بند کر سکتی ہے۔ اور نک کے تمام باشدروں پر اگر ہمین قسم کوئے تو ہمارے ہر شخص پر کم از کم سات غیر مسلمان

بھم کی کہد سکتے ہیں کہ ”ہمارا ملک مکفر و اسلام“ شرک در توحید دین و الحاد اور نہ بہب دو ہر ہست کا ہیو اعلیٰ ہے۔ کس طرح کہہ سکیں گے جبکہ توحید کی بنیاد پر جو اتحاد اور تنظیم مل میں آئے گی وہ شرک اور الحاد کو کبھی لکھنہ نہیں لکھا سکتی۔ آج تو ہم اپنے ملک کو ان متضاد انظاریوں کا گلہ کوارہ اس لیے بنائے ہوئے ہیں کہ دین توحید کی بنیاد پر مسلمانوں کی کوئی مضبوط تنظیم نہیں ہے۔ کیا کل جب اس قسم کی تنظیم رد عمل آجائے گی تو اس کی قفسہ سامانیوں سے ہمارا یہ گلہ ستہ حفظ و نظر جائے گا؟

آج ہمارے مختصر قاضی عدل عباسی صاحب پورے خواز اور بے انتہا شان کے ساتھ کہتے ہیں کہ ”دہ کیا خوشنا منظر ہوگا جب ایک پیٹ فارم کے سجدت ہر سیاسی پیٹ فارم سے مسلمانوں کے خصوصی معاملات کی ایک آواز اٹھتی رہے اس آواز کو کوئی حکومت نظر انداز نہیں کر سکتی“ (وقی آواز جلد ۱۹۹۲) کیا اس وقت بھی ہمارا یہ خواز اور ہماری یہ شان باقی رہ جائے گی حیکہ مسلمان توحید کی بنیاد پر تنظیم اور سخن ہر جائیں گے اور دین کی بنیاد پر ان کا ایک ہی پیٹ فارم بن جائے گا؟ بھی وجہ یہ کہ جب ہمیں اتحاد ملت کی کوئی بات سنتا ہوں تو انہر میرا دل کا پنچ لگتا ہے میرے تمام اعضا رعنایہ پر ہوتے ہیں اور میں سوچنے لگتا ہوں کہ ہمارا ہیا! ان سلمی میدروں کو آخر کی ہو گیا ہے آخ رخ گھوپوں پوری ملت کو تباہ و برباد اور پورے ملک کو شرک اور توحید کو اکھاڑہ بنانی پر تھے ہوئے ہیں۔ فدائے ملت نے بھی گذشتہ دلوں پڑی شان کے ساتھ فرمایا تھا کہ آج جبکہ مسلمان دین کی بنیاد پر تنظیم اور توحید نہیں ہے کتنی پرکشی مالت ہے کہ جب ہم کیوں نہیں کو اواز دیتے ہیں تو وہ بروانہ وار دوڑ سے چلے آتے ہیں کاٹ لو سیوں کو پکارتے ہیں تو وہ ہماری آواز پر لیکر کپتے ہیں جب موشکشوں کی طرف دیجتے ہیں تو وہ لبکش بیویک کپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لکن خوشنا اور کس قدر پر کشش منظر ہے یہ کہ ہماری آواز پر ہم چہار جانب سے لوگ اس طرح کھپتے ہیں جس طرح کشش محفل پر پروانے خود کو شکار کر دیتے ہیں کے لئے امداد آیا کہتے ہیں۔ مگر جب مسلمانوں کی ایک سہمہ ہر ہی تنظیم دین اسلام کے بنیادی اصولوں پر ٹھوپ پر ٹھوپ کی تو پھر ملک میں کون سرچھا پڑا گا جو ہماری

سیں پو شید ہیں۔ اب میں جاہتہا ہوں کہ اس راہ میں کچھ سلطی نظر رکھنے والے جو رکاوٹیں اور غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں ان کا تجزیہ کر دیں اور ثابت کر دیں کہ ان میں کوئی وزن نہیں ہے اور یہ سب بالکل بے جان ہیں۔

کچھ لوگ علامہ اقبال کے چند اشعار پیش کر کے اتحاد ملت کی دعوت دیتے ہیں پہنچ آپ ان اشعار پر غور شرمندیں۔

مشغعت ایک ہے اس قوم کی نقصان یعنی ایک ایک ہی سب کا بانی دین یعنی ایمان یعنی ایک

حرم پاک یعنی اللہ یعنی قرآن یعنی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان یعنی ایک بیوں تو سیبی ہر زاد بھی طلاق ان بھی ہو اس کا ختم ہوگا بالکل اٹا پیٹ کر رہے ہیں۔ درجنہ اس کا سیدھا ساد مطلب یہ ہے کہ اس قوم کی مشغعت انتشار ملت میں ہے اور نقصان اتحاد ملت میں، اور یہ ایک متفق علیہ نظر ہے جس طرح بھی دین، حرم، انش، قرآن وغیرہ پر ملت ہا ہر شرط متفق ہے۔ اسی طرح اس نقطہ نظر پر بھی ملک کے اندھے اتفاق ہونا چاہیتے۔ اور آخری شعریں شاعر نے یہ کاشتے کی بات بتاتی ہے کہ جو لوگ اس نقطہ نظر پر ایمان نہیں رکھتے وہ مسلمان ہیں کب؟

وہندہ اگر ان اشعار کا دھرم اخذ کیا جائے جو عالم طور پر لوگ پیٹھیں کرتے ہیں تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ ہم علامہ اقبال کو پہلا فرقہ پرست تصور کر لیں کہ وہ ایک بھی ’ایک دین‘ ایک ایمان، ایک حرم پاک، ایک اللہ، ایک قرآن کا واسطہ دیکھ لیں کی بنیاد پر مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دے رہے ہیں یہ سو اصر فرقہ پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی تو ذر قریبی ہے جس کے اندھے رافتون اور لام اخلاقیات کے آتش خشان چوڑ پڑنے کے لئے بے چین ہیں جس ملک کے انزوں شکریں تعداد میں زیادہ ہوں۔ تو اس میں توحید کو اتحاد ملت کی بنیاد پر اور دین کی اس بات کا متناقضی نہیں ہے کہ پیشکوں ہمی شرک کی بنیاد پر تنظیم اور توحید ہوں۔ اس کے بعد پھر کسی

جائیں۔ تاکہ نگوی پیدا کرنے والیم قود گردی۔

### ملا ابن العرب مکار

آپ جسے پڑھ لئے لگ ہیں۔ عاجز کی ملاقات تو ابھی ایساں سے کچھ روز قبل ایک ایسی چڑی سے ہوئی تھی جسے عام لوگ گزارے ملت کہتے تھے تو وہ خود اپنے آپ کو خدا نے ملت کہتی تھی۔

کہتی تھی سے یہ طلب نہیں کہ خدا خواستہ وہ بڑی تھی۔ پناہ بخدا۔ وہ جمیعت علماء ہند کے ایک رکن تھے اور جمیعت علماء کی رکنیت ظاہر ہے کسی عورت کے حصے میں نہیں آسلتی۔ دیسے ایک اندر کے بزرگوار نے بتایا ہو ہے کہ ضرورت کے احتضان سے جمیعت علماء نے اب عورتوں کو بھی ممبر بنانے کی تجویز پاس کو دی ہے مگر تجویز انتہا گرا کر دیتھے۔ کسی تہذیب خانے میں بھیس بدلنے کا سیکشن کھو لا گیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جو خواتین بھیں بدلتے کا سلیقہ رکھتی ہیں وہ براہ راست ہی ممبر بن جائیں گے تھیں سلیقہ نہ ہو ایکیں اس خاص سیکشن میں تربیت دی جائے اور مخصوصی دار ہی موجہیں سیکشن خود مہیا کرے۔

اب کون جاتے اندر کے بزرگوار نے بیع بولا یا جھوٹ سچ بھی بولا ہو تو ہر حال یہ قطعاً بھی معاملہ ہے جس پر نقد و نظر کا حق نہیں۔ جمیعتی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ ذکر گردائے ملت یا پھر خدائے ملت کا تھا۔ ان سے ملاقات دلکشا ہوش میں ہوئی تھیں انھوں نے شہر کے بعض ممتاز افراد کو عصر از زیارت کی تھیں کرم فرماؤں میں سے تھے اور انھیں اس دعوت میں خاص طور پر مدعا کیا گیا تھا۔ دعوت ان کی بیوی کی بھی تکمیر بیوی آنکھ میکے گئی ہوئی تھیں بس بھرا انھوں نے۔ خدامیری کی تھیں فرمائے یہ خلامیری ہی ذات بد صفات سے پورا کیا تھا۔

گدائے ملنے نے عصر از زیارت کے بعد کا انگریزیں کے فضائل دعادر بر ایک عظیم الشان تقریر بھی کی تھی۔ بھرا انی گاندھی کی پکشکوں کے انداز میں ہاتھ میں لے کر دلوں کا نذر رانہ علیم کیا تھا۔ سرے تماں بھی میں نے غلبیں بھائیں گدائے ملتیں برا سامنہ بنا کر مجھے مکھورا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے چالانی

آزاد پریلیک کہے گا پھر تو ہذا اتحاد ان کے لئے بھی کام کرے گا جو پڑوں دیکھتے ہوئے انگاروں پر کرتا ہے۔ اسی لئے ہمارے فرزد ملت کا اعلان ہے کہ

”اتحاد ملت کے فتنے کو دیانت وقت کا ایک عظم جہاد ہے“

کچھ ناد ان لوگ ہیں جو بلا سوچ مجھے کہرتے ہیں کہ فرانسیم اور سنت رسول سے ”اتحاد ملت“ تاجیت کا ایسے لوگوں کو فرزد ملت نے بڑا دنداشکن خواب دیا ہے۔ جس کی شرح بیان کرتے ہوئے ایڈیٹر مائہ ناظم ”کانپریزنسی ہیں اور ان کے اس فرمان کو اججیت نے اپنے سنڈے ایڈیٹریشن میں شائع کی ہے کہ ”خداؤند قدوس نے اس دعاء د اتحاد بین اسلامیں (کو) شرف قبولیت نہیں بخشنا شاید اس لئے کہ اس سے قلم کائنات ہما فتح برمیں ہو جاتا“ راقم السطور تو زندگی بھر فرائے ملت اور ان کے حلقو احباب کا احسان منزرا ہے جا کہ اب تک تو یہ نایابیز اتحاد بین اسلامیں کو تیس نے انسانیت ہی کے قلم کو دار برمیں کوئی نہیں والا صور کرتا تھا مگر اسی علوم پر اکہ اس اتحاد ملت کے اندر لیے یہی تباہ کن ایسی ذرات پوشیدہ ہیں جن سے پورا قلم کائنات

ہی تھیں ہو کر رہ جانا بیشتر لیکن خداوند قدوس حضور پر فوکی اتحاد بین اسلامیں والی دعا قبول فرمائیت۔ اللہ اکبر! پس ہے جو لوگ

حقیقی بندی پر ہوتے ہیں ان کی تکمیل ہی اُنہیں بھی اُنہیں ہی وسیع ہو جاتی ہیں۔ بھی دھمکے کہ فرادے ملستے پورے دُوقن کے ساتھ یہ میشین گوئی کی ہے کہ

”اتحاد ملت تو ایک ایسا حسین جو میں خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعمیر نہیں ہو سکتی“

میشک ہم نے ملک کو آزاد کرنے کے لئے بیشمار بیانیں پیش کی ہیں۔ ہمارا ماضی ایک شاندار ماضی ہے ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم آج اس آزادی سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ دین اسلام کو ہم نے اس بات پر اضافی کر لیا ہے کہ وہ عبادات خالی نے سے باہر قدم نہ تکالے۔ تاکہ اجتماعی معاملات میں ہم پورے طور پر کزاد رکھیں۔ اب ہمیں بھی یقین ہے کہ ہم سماں کو اس بات پر راضی کر لیں گے کہ وہ اتحاد بین اسلامیں کے فتنے کو زندگائیں اور تمہارا سماں پارٹیوں میں منقسم ہو کر متعدد قومیت کی عملی تضییں

سے یو لو۔ اپنے پھول کو بیواد— ایک انت — جتنی بھی شکایتیں سلامانوں کو حکومت سے ہیں فرض کر لو کہ برقی ہی ہیں — مگر ہمیں تھیں اپنی بھی مصائب تو دیکھنی ہیں — اتحاد ملت کے چکر بین پڑے تو سوائے پریشانی کے اور کیا ہے گا ”

”لیکن آپ کو کیا پریشانی — آپ جیسا آدمی تو ہر ایشی پریشی درپی تسلیم کیا جائے گا۔“

”لذت ہے ایسی لیڈری پر — میاں یہ کٹھی یہ پریشی پریشی پر اور سچے ہر لیڈری میں نصیب نہیں ہوا کرتے —

زندگی سناتی ہے تو تم ہمیں ایں جانب کے ساتھ لگ جاؤ — ایک ہی دو پرست اور لاٹنس میں دل دد دہ ہجاؤں گے۔“

”آپ لگائیں گے اپنے ساتھ؟“

”ہاں — اس شرط پر کہ جیسا کہوں گا دیسا کرو گے — تھاری بھی ضرورت بھی ہے۔“

”زہ نصیب — کتنی ضرورت؟“

”امنون نے بیکاری رس غلوں کی دوسرا پلیٹ میری طرف پڑھائی — پھر بیز پر دلوں کہنیاں لیک کہ میری طرف

چک — صاحبزادے — مجھے جمعیۃ اور کانگریس دلوں کا قومی کام خواتین میں بھی آگے پڑھا ہے۔“ ان کی سرگوشی

میں ان کے اندر کا جذبہ خدمت مٹھا ٹھیں مار رہا تھا۔“ اپنی

عمر تو ڈھل گئی — تم ناشار اللہ جوان ہو۔ سچی ہو — تھارے چھسک کی احتفاظ مخصوصیت بڑا کام سے سختی ہے۔“

میں چھوٹی کوئی کی طرح شہر میاگی — ذرہ لوزی، آپ کی — اگر آپ سے تعلقات نہ ہو گے ہوتے تو میں

تو گرحا اپنی زندگی ہی برباد کرنے چاہتا تھا۔ سوچ سلی

خدا یا تو مجلس مشاورت میں ہو جاؤں یا تبلیغی جماعت میں کل جاؤ — نتائی ہے مجھے کیا کرنا ہرگاہ؟“

”کھانا بینا اور مزے کرنا — میں — خاص خاص

کام میں وقت فراغ خود جاتا جاؤں گا۔ فی الحال اتنا سماں ہے کہ سیٹھ مخبرالال سے تعلقات پڑھائے جاؤ — خوب

پڑھاؤ — ان کی پیشی سے بھی پڑھاؤ — سمجھتے ہتنا۔“

لکھنؤ ماریں گے مگر اسی وقت سیٹھ مخبرالال نے بلیٹ میں سے ایک کیلہ اٹھا کر مجھے دیا اور کہنے لگے کہ لو میاں اسے بھی کھا لو۔ بیچ کریں جائے۔ لبیں پھر گردئے ملت کے تیور بدلتے چلے گئے — دہ طھوکر میرے قریب آئے اور سیٹھ صاحب سے مصالحت کر کے مجھ سے بھی مصالحت کیا۔

”یہ میری پیشی کی جگہ ہیں۔“ سیٹھ صاحب نے معذرت خواہا نہ انداز میں کہا۔ آس پاس والوں نے قہقہہ اڑایا۔ میری طبیعت صاف ہوئی — لیکن گردئے ملت سے نے تکلف کی آغاز یہیں سے ہوا۔ — پھر تو جو چاہات اٹھتے ہیں گز نہ سیما میں کلب میں، کانگریس کی شنگوں میں ہم ساتھ ساتھ پھرے، کانگریس والوں سے ان کے گھرے مراسم دیکھ کر ایک دن میں نے بڑی لمحاجت سے عرض کیا کہ اسے خدا ملت! آپ کانگریس گورنمنٹ سے کم سے کم غزال ملت کی بندش تراھو ہی دیجئے۔

”یعنی ہم اخنوں نے پڑھا۔“

”بزرگوں سے سنا ہے کہ گاہ کے گورنمنٹ میں بڑی چوکھا ہوتی ہے۔ کہیں ملتا ہی نہیں ورنہ حکھنے کی حسرت تو نہیں ہی جاتی۔“ ان کی جھوپ نہیں — ”پچھے پنا کی باتیں نہیں کیں کرتے — قومی ڈھنگ سے سوچنے کی عادت ڈالو۔“

”میں تیور دیکھ کر چب ہو گیا۔“

آدم یوس مطاب — ایک خاص صحبت میں میں نے پڑھا کہ — اس خضر متریل! اتحاد ملت کی جو کوششیں ملٹھاوار کی طرف سے پڑھی ہیں۔ ان سے اتنا شدید اختلاف آپ کو کیوں ہے؟ موڑ بردا اچا ہتا — آج ہی اخنوں جہوند رکر سے سیتا نو جانے والی سڑک پر لبس چلاتے کا پرست ملا تھا۔ کہنے لگے۔

”یا تم تو یا ملک ہی کا ذریعی نکلے — کس کا اتحاد اور کھاں کے سلم زخماء — بھل جوچے تھیں کیا فائدہ ہو گا اس کھیڑے؟“

”حضرت فساد بند ہی نہیں ہوتے۔ اردو۔“

”مُھیرو — فسادوں سے نیرا تھارا کیا بلگڑا۔“

ہرشیں کو اپنی قبر میں سونا ہے۔ کیا فساد میں مارے جائے والے ہمیں تھیں بھی اپنے ساتھ ٹھینپ لے گئے؟ اب اردو کے بارے میں سنو۔ کون منع کرنا ہے کہ تم اردو رت پر لو۔ شوق

جانین گی۔ چھڑا دست اور نجف سب ہم بھاذیں گے۔  
تم بس گھر بیٹھے مزے کرنا۔

اب اے پیارے ناظرین! میں خداۓ ملت کی خاطر طبقہ و نسوائی میں حیثیت رحمانات پیدا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں بعض عورتیں تو اس قدر غیر قومی مراجع رکھتی ہیں کہ خداۓ ملت کا نام سنتے ہیں بھڑک جاتی ہیں۔ مگر یہی اخوبی کی ترسی طرح ٹھنڈا اکرتا ہوں۔ پھر وعظ پلاتا ہوں۔ پھر چکھے ساتا ہوں۔ اب دیکھیے اس خام کیا ہو۔ خداۓ ملت نے وعدہ کیا ہے کہ اگر میری کارگزاری اچھی رہی تو پورٹ اور لائنس بھی دلوں میں گے۔ راشن ڈپا ہخوں نے دلادیا ہے۔ پس کہا تھا کہ گھر بیٹھے مزے کرنا۔ ملازم رکھ لئے ہیں۔ وہ سارے کام نہ شاہتے ہیں آمدی کتنی اور کیسے ہو رہی ہے یہ بتانا مفاد عامہ کے خلاف ہو گا۔ چند دفعہ ہونے کی مردودتے اور اطلاع پہنچا دی تھی کہ بوریاں بدلیں میں جا رہی ہیں۔ ایک آفسیز صاحب مزاج پکی کو آئے۔ میں نے کہا خوش آمدید۔ وہ کہنے لگے ن اسی تو ہم تھاری نکالیں گے۔ میں نے کہا ضرور نکالیں گا مگر ایک بنت کے لئے اور حترشیف لایتے۔ دو توری پر ڈالے پچھے پچھے آئے۔ کچھ حصیں، کچھ میرے، تھوڑی مشاہی میں نے پہنچے ہی ملکانی تھی۔ گرم چانے ہوش سے آگئی۔ ان کی تین دن کالیکل قیکولات کی جگاتی ہوئی پیٹھیں دیکھ کر ہی گم ہو گیا تھا پھر میں تشوکا کا ایک لوت یہ عرض کرتے ہوئے پیش کیا کہ سننا ہے اسپ کوئی سماج سدھارا کیم چالا رہے ہیں۔ یقیناً چندہ خاکسار کی طرف سے بھی قبول فرمائیے۔ تو باقی ملک میں بھی نکل گئے۔

اب کیا آگے بھی بتاؤں کیا ہوا۔!  
(اب کا ملا بن العرب بھی)

## احکام رتبہ والجال

قرآنی آیات کا انتساب مع ترجیح۔ سواروفیہ /  
مکتبہ تخلی۔ دیوبند (یونی)

”آپ کا سایہ سر پر ہے تو میں سب کچھ سمجھ لوں گا۔ ان کی پتی مجھے خود بھی بہت اچھی لگتی ہے۔“  
انھوں نے پونک کر مجھے گھورا۔ پھر تعجب کے سے انداز میں بو لے۔

”تمھیں بھی اچھی لگتی ہے!“  
”جی ہاں۔ اچھی چیزوں سب کو اچھی لگتی ہے۔ بُٹا ساند نشیلی اٹکھیں۔ جب وہ کہا کہ بات کرنی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ لب، ایسا معلوم ہوتا ہے۔ پتا نہیں کیس معلوم ہوتا ہے۔“  
”یا ر تم تو بڑے کمال کے ادمی نکلے۔ ہیروں میں توں دونگا اکمر سنبھل جا کو سنبھال لے گئے۔“

”مگر جناب۔ کیا واقعی بدلادیوی سیدھے سنجھ اکی تپی ہیں۔ میں تو پہلی بار دیکھ کر انھیں سینہ کی پری یا لزاں سی سمجھا تھا۔“  
”سیدھے کی پہنی بیوی مرگی۔ دولت ہو تو ہر عمر میں ہر عسر کی بیوی ہیں سکتی ہے۔“

”سیدھے کہہ رہے تھے کہ ابھی بدلادیوی ایک ہمیزہ اپنے نیکے رہیں گی۔“

”اس دوران میں کچھ اور خواتین کو ٹھٹلو۔ طبقہ و نسوائیں تو قوی رحمانات پیدا کرنے کی بڑی سخت حضورت ہے۔“  
”مشلا؟“

”اُرے بس انھیں خدمت قوم دو طن پر اچھار د۔ انھیں بتاؤ کہ خداۓ ملت کی رہنمائی میں وہ ہمہان دلیش کے غظیم کا ج گوسنہ نہیں میں جب جائیں۔“

”جب جائیں؟“ میرے منھ سے نکلا۔  
”اُرے نہ اس میں انھیں پھاڑنے کی کیا بات ہے؟“  
”جی کچھ نہیں۔ میں انھیں گھیر گھیر کر آپ کے گرد اکھا کر کر دیں گا۔“

”کر دے گے نا۔ شا باش۔ لویزس ملائی تو تمھیں عنقریب میں سرکاری راشن ڈپو دلادوں گا۔ مزے کرنا۔“  
”مرجادوں کا حضور۔ اس میں تو سنا ہے بہت ذرا سماں لکھیش بنتا ہے۔“  
”دہ ہنسنے۔“ بہت ہمیا حصصوم ہو۔ میاں جڑیں بندہ

# تریاقِ معده

معده اور حجپ کے لئے  
ایک نعمت  
ریاتی تکالیف کے لئے  
خاص مخفیہ  
خوارک صرف ایک دن۔  
مفصل ترکیب ساتھ ٹکھی جاتی

**ٹھ**

ایک دن کا کورس۔ تین روپے

اعطر یا تریاقِ معده، مرہد و بخت  
کے ساتھ طلب کیا جائے تو مخدود  
ڈاک خرچ نہیں لگت

**دارالقیض رحمانی (دیوبند)**



## گلزار سیدھت

سبتاً ہلکی خوشبو۔ فرحت بخش اور روح پرور  
ایک تولہ۔۔۔ دش روپے۔۔۔ چھ ماشرہ۔۔۔ سارے ٹھیکانے پا پنج روپے۔۔۔  
تین ماشرہ۔۔۔ تین روپے۔۔۔ ڈیڑھ ماشرہ۔۔۔ ڈیڑھ روپے۔۔۔

**دارالقیض رحمانی - (دیوبند دیوبندی)**

## عطر و حجمن

دلواز اور پر کیفت خوشبو، دیر تک نہنے والی  
ایک تولہ۔۔۔ بارہ روپے۔۔۔ چھ ماشرہ۔۔۔ سارے ٹھیکانے پا پنج روپے۔۔۔  
تین ماشرہ۔۔۔ سارے ٹھیکانے تین روپے۔۔۔ ڈیڑھ ماشرہ۔۔۔ دو روپے۔۔۔

**دارالقیض رحمانی - (دیوبند دیوبندی)**

مولانا نمودی کی

# نیک فرش کا ایک ورق

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَسْتَرِي لَهُوَ الْحَدِيثُ لِيُضْلِلَ عَنْ سَبِيلِ اهْدِي  
اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو ارشد کے راستے سے

بِغَيرِ عِلْمٍ فَيَتَخَذُ هَاهُنُ فَأَ  
علم کے بغیر بھکادے اور اسی راستے کی دعوت کاملاً اٹھائے (سورہ نفیان آیت ۶)

ایج تک وہ اپنے اخلاقی میں تمہارا مستبکر زیادہ سچا درست بھرپڑ کر لات  
دار تھا۔ اب تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے، ساحر ہے، شاعر ہے، مجھوں پر  
آخر ان بالتوں کو کون باور کرے گا۔ کیا لوگ ساحروں کو نہیں جانتے کہ  
وہ قسم کی جھاڑ بھونک کرتے ہیں؟ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ کاہن کس  
قسم کی پاپن بنایا کرتے ہیں؟ کیا لوگ شعر شاعری سے ناقلت ہیں کیا لوگوں  
کو جوں کی کیفیات کا علم نہیں؟ ان ازمات میں سے آخر کو فنا الزامِ محملی  
الشَّرِعِيَّةِ (علم پر حیضاب) ہوتا ہے کہ اس کا یقین لاکر تم عوام کو اسکی طرف  
توجہ کرنے سے روک سکو گے۔ غیر و اس کا علاج میں کرتا ہوں اس  
کے بعد وہ مکے سے عراقی اور وہاں سے شاہانِ جم کے قصہ اور استم کا فقد  
کی داستائیں لاکر اس نے قصہ کوئی کی مغلیں برپا کرنی مشروع کر دیں تاکہ  
لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹے اور وہ ان کہانیوں میں کھو جائیں۔

(رسیرہ ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۲۰ - ۳۲۱) یہی روایت اسیاں پیشوں  
میں واحدی نے کلبی اور مقائل سے نقل کی ہے۔ اور ابن عباس نے  
اس پر مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ نصرت نے اس مقصد کے لئے کافی دہا  
نوڑیاں بھی خریدی تھیں جس کی کے تعلق وہ سنتا کہ بھی مصلح اللہ  
علیی وسلم کی بالتوں سے منتشر ہو رہا ہے اس پر اپنی ایک نوٹی

لے اصل الفاظا ہیں نہفوا الحدیث یعنی ایسی بات ہو ادھی کو اپنے انہ  
مشقول کر کے ہر دوسرا بچیز سے غافل کر دے۔ لغت کے عبارت سے تو ان  
الفاظ میں کوئی ذم کا پہلو نہیں ہے۔ لیکن استعمال میں ان کا اطلاق بُری  
ارفضیوں اور بُری وہ بالتوں پر ہی ہوتا ہے۔ مثلاً کب خرافات، ہنسی،  
مان، داستائیں، افساسی، افزناول، گانا بجا نا۔ اور اسی طرح کی دوسری  
چیزیں۔

ہوں والحدیث خریدنے کا مطلب یہ بھی یا یا جا سکتا ہے کہ وہ شخص حدیث  
حق کو چھوڑ کر حدیث باطل کو اختیار کرتا ہے اور بدراہیت سے منہ مودو کر  
ان بالتوں کی طرف راحب ہوتا ہے جن میں اسکے لئے نہ دنیا میں کوئی  
بخلافی ہے نہ آخرت میں لیکن یہ بجا زی معنی ہیں۔ حقیقتی معنی اس فتوی کے  
یہی ہیں کہ آدمی اپنا مال ضرف کر کے کوئی بیہودہ چیز خریدنے اور بکاشت رہتا  
بھی اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔ ابن ہشام نے محدث اسحاق کی روایت  
نق کی ہے کہ جب بنی اسرائیل علیہ وسلم کی دعوت کفار مکہ کی ساری  
لوششوں کے باوجود پھیلی جباری حقیقت نظرین حادث تقریباً  
کے لوگوں سے کہا کہ جس طرف تم اس شخص کا مقابلہ کر رہے ہو اس کو

نندہ تھی آزاد عوام اس وقت تک آرٹسٹ، نہ تھی قیمت۔ اسی لئے حضور نے معدنیات کی بیج و شرکا کے فرمایا اور ان کی قیمت کے لفظ سے تغیری کیا اور گانے والی خاتون کے لئے قیمت کا لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں لوڈی کے لئے بولا جاتا ہے۔

## مما مع طبیری

قدیم عربی تاریخوں میں اس سے زیادہ شہرت شاید یہی کہی تائیج کو ہے۔ یعنی اس کا اُرد و ترجمہ مجھی نفیس اکیڈمی گلزاری نے اپنے خصوصی انداز میں چھاپنا منزوع کر دیا ہے۔ حلقہ اول تیار ہے جو دو مبارک کے واقعات پر مبنی ہے۔ حجۃ سولہ روپے

## اس سیرہ پر ہدایت

صحیح الاسلام امام غزالیؒ کی شہرہ آفاق کتاب ”نہیا کے سعادت“ کا اُرد و ترجمہ۔ یہ کتاب عبادات اور اخلاق حسنہ کی حکمتوں کے سات اور دینی معارف کی توضیح میں بہیں بہا بھی تھی ہے۔ قیمت مجلہ۔ چودہ روپے۔

## مسحدرستخانہ مکھ

الا بن العرب تکی کی آپ بیتیوں کا انتخاب آپ کے مطالعہ کی خاص چیز ہے۔ بالمقصد مزاح اور مصلحتانہ طرز کا یہ جھوٹ پر طرف قبولیت مل کر رہا ہے۔ بہترے لوگ اسے بار بار پڑھ کر بھی سیرہ نہیں ہوتے۔

قیمت۔ پانچ روپے  
مکتبہ تجلی۔ دیوبند (دیوبند)

سلطان مردیتا اور اس سے کہتا کہا سے خوب کھلا پلا اور گا ناسنا تاکتیرے سلطان مشغول ہو کر اس کا دل اُدھر سے ہٹ جائے۔ یقینی قریب و میچال تھی جس سے قوموں کے لامبے جگہ میں ہڑ مانے میں کام لیتے رہے ہیں وہ عواؤ کو کھلیں تماشوں اور قص و سر و د (کچھ) میں عرق کر دیتے کی لکشش کرتے ہیں۔ تاکہ انہیں زندگی کے سجدہ مسائل کی طرف تو بھ کرنے کا ہوش ہی نہ رہے اور اس حالم سی میں ان کو سرے سے یہ صحسوس ہی نہ ہوتے پا سے کہ انہیں کس تباہی کی طرف دھکیلہ جا رہا ہے ہبوا الحدیث کی بھی نقشہ بکثرت صحابہ و تابعین سے سقول پر عبید اللہ بن مسعود نے پوچھا گیا کہ اس آیت میں ہبوا الحدیث سے کیا مراد ہے انھوں نے تین مرتبہ زور دے کر فرمایا ہبوا اللہ العظاء خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے (ابن جبیر، ابن ابی شلبیہ، حاکم یہیقی) اس سے سلطنت بھلے تو اول حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جابر بن عبد اللہ، جابر بن سعید بن جبیر، حسن بصری اور حکیم سمردی ہیں۔ ابن جبیر، ابن ابی حمزة المتنبی نے حضرت ابوالله بن بشیر میں کہ ہبوا کبھی صلی اللہ علیہ وسلم فخر یا لا زخم یا جم المغیلات ولا شعراً هن دلا التجاہرة فیهن ولا الشماقون۔ تعمیہ عورتوں کا بھنا اور فرمیدا اور ان کی تجارت کرنا حالانکہ نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت تینا حلال ہے، ایک دوسرا برابری میں آخری فقرے کا غلطیہ ہیں اکل شفugen حرامؓ ان کی قیمت کھا حرام ہے، ایک لوار روایت اسی الہام سے ان الفاظ میں منقول ہو کہ ویمیں تعییر المغینیات ولا بیعهن ولا شراوھن شفugen حرام و لامونی کو کافی نہ جانتے کی تعمیہ دینا اور ان کی خرید و فروخت کرنا حلال نہیں ہے، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور ان تینوں حدیثوں میں یہ صراحت ہی ہے کہ آیت حق شتریٰ تھوڑا الحدیث اسی کے بارے میں نازل ہوتی ہے۔ قاضی ابو بکر ابن العربي، احکام القرآن میں حضرت عبد اللہ بن سبارک اور امام مالکؓ کے موالي سے حضرت اش رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من جلس اسی قینۃ لسمع منہ صبیت فی اذنیه الائچ یوہ القيمة جو شخص گانے والی لوڈی کی مجلس میں بیٹھے کرس کا گانا سنے کا قیامت کے روز اس کے کان میں پھٹلا ہوا سیسرا الا جائے گا (اس سلسلے میں یہ بات بھی جان لیتی چاہیے کہ اس زمانے میں گانے بجانے کی ثقافت نامتریکلہ کلمیتہ لوڈیوں کی بدولت

ابو الحسن امام الدینی رامنگری

## چھڑتھ کا نام اور حمّم کی آنکھ

والی ہوئیں، موئی جیسے فلان اور دوستانہ مہنسی مذاق اور شراب کے پیالوں پر چینا چھٹی اور اسیا کرتے ہوئے بھی گناہ کے جرم سے مبترا۔ ان سے زیادہ لائج کی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟”

### جواب

واضح ہو کہ مصنف نے حضرت رسول الکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرفیب تعریف کرتے ہوئے جنت اور دوزخ کے متعلق قرآن مجید کے بیان کو حسب عادت اہل حضور کی سیاست دانی تاریخی ہے جو مصنف کی فطری بدل باطنی کا ثبوت ہے۔ اس کے بعد جنت اور دوزخ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں بھی اپنی بدل باطنی ہی کا مظاہرہ گیا ہے۔

جنت کی اتنی ہی تعریف نہیں ہیں جن کا سورہ طور کی آیتوں میں ذکر ہے۔ دوسرے مقامات پر اور نعمتوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ دوزخ کی تعریفیں بھی اتنی ہی نہیں ہیں جو سورہ طور کی آیتوں میں ذکر ہیں۔ یا جن کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے۔ عقوباتیں بھی اور بہت ساری ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان کے روشنیوں نیوں کی طرح صرف ملاقاتی نہ تھے کہ حضور کو صرف اپنی عرب کی لئے تشریف و تذیر فتار دیا۔ آپ تمام عالم کو نیک علی کے نتاچ کی خواضی دینے والے اور بدملی کے نتاچ سے درلنے والے اور متفہم کرنے والے تھے۔ قرآن مجید ہی میں ہے:

مہاجِ الاسلام چوبیسوں اوڑھیاں الثالث کی فصل چھ کاغذان ”جنت کا نام اور حمّم کی آنکھ“ ہے۔ فیصل اس طرح مشروع ہوتی ہے:-

”قرآن شریف کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرائض ہیں ایک تو نیک اعمال کیلئے جنت کی بشارت اور دوسرا بے بد اعمال کے لئے دوزخ سے ڈرانا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں اور نذری بھی۔ (یعنی خوف دلانے والے بھی)۔“ ص ۲۹

### جنت اور دوزخ کے متعلق ہرzel گوئی

اس تہیکے بعد سورہ طور کی آیات (۱۰) اور (۱۱) جنت اور حمّم کے متعلق ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں:-

”ہر ملک میں عالم، فلسفہ داں یا حقیقی روحانیت کے دلدادہ تو بہت تم ہوتے ہیں۔ عوام مادی عیش و عشرت کے خواہش مند ہیں۔ عرب کا بھی بھی حال تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معاملہ فہمی اور سیاست دانی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عوام عربوں کو لچالنے اور درانے کے لئے بہشت اور دوزخ کا نقشہ ٹھیک دیا۔ عرب جیسے گرم اور کم نر خیز ملک میں جہاں گرم رہتیے میدان، جھلسادی نہیں والی گرم لوئیں، پانی کی وجہہ تکالیف ہوں وہاں کے لوگوں کے لئے یہ وہی نہیں، پانی کی وجہہ تکالیف ہوے، بڑی بڑی آنکھوں

ہیں یا اس سے پاہر۔ اس دنیا سے کتنی دور؟ کیا بہشت اهد و رُخ  
اس وقت بھی موجود ہیں یا قیامت کے دن یا اس کے عقرب  
بنائے جاویں گے؟ اگر اس وقت ہیں اور جزا اور سزا کا دن  
ہوگا قیامت اور ابتدائی آفرینش سے اب تک ہزاروں سال  
گذر گئے ابھی دور نہیں آیا تو ان بہشت و درزخ میں کیا  
ہو رہا ہے؟ حیریں کیا کہر ہی ہے اور فلان کیوں بنائے ہے  
ہیں؟ اگر یہ کوئی شخصی مقام نہیں ہے اور شخص استعارے  
ہیں تو جب تک استعاروں کو دور کر کے اصلی بات نہ بتائی  
جائے جا ہیوں کی جہالت کو بڑھانا اور ان کو درغلانا ہو گا۔

وہ من مرد بھی ہیں اور مومنہ خود تین بھی، نیک اور عابر  
حور توں کے نیک اور عابر خاوند تو بھی بڑی آنکھوں والی حوروں  
سے رفاقت کریں گے اور یہ نیک اور عابر میویاں خدا جانے  
کے ان دل پر کسی بیتے گی۔ اس کے علاوہ روحانیت کے لئے لازم  
ہے کہ ماذی خواہشات سے نفرت پیدا ہو جاوے، اگر کسی  
مومن نے اس دنیا میں ماذی خواہشات سے شخص اس لئے  
پرہیز کیا کہ اس طرح کی چیزیں بہشت میں ملیں گی تو خواہشات  
تو پستور ہیں علمی نہ سہی خیالی سہی جو حوروں کی خواہش کر کے اس  
زندگی میں زنا سے پرہیز کرتا ہے وہ خیالی زنا کا تو شکار بنا ہی  
رہتا ہے۔ (ص ۱۹۲ و ۱۹۴)

لہ صحفت کا یہ دعویٰ ہی سے لغوار و مذہب کی حقیقت نہ  
سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ روحانیت کے لئے مادی خواہشات سے  
نفرت لازمی ہے۔ یہ راہبوں اور سینا سینوں کا نقطہ  
نظر ہے جسے صحفت اسلام کے سر بھی چیلکنا چاہتے ہیں۔  
— انکھوں نے اگر کھلی آنکھوں اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا تو  
انھیں لا ابھا معلوم ہو جاتا کہ اسلام ماذی خواہشات سے  
نفرت نہیں دلاتا بلکہ انھیں پورا کرنے کے صالح اور محنت  
طریقے بتاتا ہے۔ کوئی جملی خواہش ایسی نہیں جسے اسلام نے  
یکساں قابل نفرت قرار دیا ہے۔ ہاں ہر خواہش پر اخلاقی پامدرا  
ضد رعائد کی ہیں تاکہ سماج ناپاکیوں سے بچا رہے۔  
(لبقہ حاشیہ برصغیر صفحہ ۸۳)

**تَبَرَّكَ اللَّهُ أَكْبَرُ**  
**الْقُرْآنَ هَلْ لَا عَبْدُهُ**  
**لِيَ كُونَ لِلْعَلَمِينَ شَدِّيْرَا**  
**دُسْرَةُ فُرْقَانٍ - آیت ۱۰)**

بڑی بارکت ہے وہ ذات (اکبی)  
جس نے اپنے بندے پر فرقان دیتی  
ہے باطل کافر قیامے والا (قرآن)،  
نازل کیا کہ وہ تمام بہان کو باطل  
پرستی کے تماٹج سے خبردار کر دے۔

**وَمَا أَنْكَرَ سَلْتَانَكَ إِلَّا كَافَّةً**  
**لَكَ تَسْبِيْرًا وَأَسْتِدِيْرًا**  
**وَلَكَنَّ الْكَثْرَةَ إِنَّمَا**  
**سَعَيْدَ بِتَبَرَّكِ الْبَنَى بِهِ**  
**لَا يَعْلَمُونَ -**

(سورہ سبا، آیت ۲۸)

بہت سے اس نہیں سمجھتے۔

شخص صفاتیح الاسلام ہندوستان جنت نشاں کے ہمہ  
والے ہیں۔ یہاں نہریں ہیں، چھٹیں، دریا ہیں، سبزہ زار ہیں، باغ و  
چمن ہیں، میویں ہیں، اور بہت کچھ ہے۔ لیکن صحفت بھی مرنے کے بعد  
وہ سری زندگی کو مانتے ہیں۔ کیا ان کے لئے نیک عملی کی بشارت  
اور بد عملی کے انتیا کی ضرورت نہیں؟ کیا ان کو اس کی ضرورت  
نہیں کہ ان کے مرنے کے بعد کی زندگی راحت و خوشی کی زندگی ہے؟  
کیا ان کے لئے یہ بات در کی نہیں کہ وہ مرنے کے بعد درزخ میں  
حوالہ نکل دینے جائیں جن میں اگر ہی اگر ہے۔ اگر ہی کا ہانا ہے،  
اگر ہی کا پینا ہے، اگر ہی کا بالا ہے۔ اس عناد سے بھاگنا  
چاہیں تو جاگ نہ کیں، مرا چاہیں تو موت مذامے بھیشہ، سی میں  
جلتے رہیں۔ آخر جنت اہل عرب ہی کے لئے باعث گش کپوسے؟  
اور درزخ اہل عرب ہی کے لئے ذر کی چیز کیوں ہے؟ کس طک  
کے انسان راحت اور خوشی نہیں چاہتے اور عذاب دھمکیت  
سے ڈرتے نہیں؟

### جنت و درزخ کی تعلیم شرکتگیری ہفت

آگے صحفت نے لکھا ہے:-

”یہ تو ہوئی عموم کی بات۔ رہے کچھ خود رو سے عالم وہ  
حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔ ان کے دل میں قدرتی طور پر سوال اٹھتا  
ہے کہ یہ لائق اور خوف حقیقی ہیں یا حضرت پرس پر جیسے ہو تو اب کی بہشت  
اور درزخ کوئی حرامیں خاص مقام ہیں، کیا وہ اس دنیا میں

علمیوں کے خاتمہ سے ہیں حالانکہ ان کے سارے ہفوات جہالت ہی کا شامہ کار اور قرآن مجید کے ساتھ خیانت و بذریعاتی کائنات ہیں لیکن نکل اخنوں کتاب تو ممکن کی ہے قرآن مجید کے حقیقت ہمنے کوادعویٰ کر کے قرآن مجید کو سامنے رکھ کر اونہ کیا ہے قرآن مجید کے حقائیت کا اخفاق۔

قرآن مجید نے واضح لفظوں میں بتا دیا ہے کہ اسکو تعلیماً کا ایک حصہ غیر پسکے تعلق رکھتا ہے۔ بعض ان حقائق تین مجموعت اور انسان کی مادی فہم و ادراک کی حدود سے باہر ہیں۔ انسان کی مادی عقل ان کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی۔ یہ باتِ اسلام کے ساتھ خاص نہیں، ہر زبرہب کا ایک حصہ انسان کی مادی عقل سے ماوراء ہوتا ہے۔ خود مصنف اپنے عقائد کو دیکھیں یہ کائنات کیسے پیدا ہوئی؟ جیسا ہاں کی موجودات کیسے پیدا ہوئیں؟ انسان کا وجود ممکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ایک مرد اور ایک عورت کے جوڑ سے پیدا ہوتا ہے۔ ابتدائی ترتیب میں آریہ عقد سے کے مطابق ہزاروں مرد اور عورتیں پیدا کیا گی کیسے پیدا ہوئیں؟ ان میں سے چار رشی کیسے ہو گئے؟ دیکھیں ہیں؟ یہ ان کو کیسے اہم ہو گئے؟ آدم کیا چیز ہے؟ انسان مرنے کے بعد گھاس پات اور کیڑے مکوڑے کیسے ہو جاتا ہے اور پڑک کر انسان کیسے بن جاتا ہے؟ جنت اور دوزخ نہیں ہے تو ممکن کیا چیز ہے جس کے متعلق آریہ عقیدہ ہے کہ روح کھربوں سال تک برمھیں رہ کر جنات کے لطف اٹھانا کیا ہے؟ یہ بره کیا ہے اور اس میں رہ کر لطف اٹھانا کیا ہے؟ اور کھربوں سال تک جنات کا لطف اٹھانے کے بعد روح پھرا آدم کے چکیں پھنس جاتی ہے۔ یہ آدم کی کوئی بلاس ہے جس سے غریب روح کو کبھی چھٹکا رہا نہیں؟ خدا تو آپ سے تھا۔ ہر چیز کو اس نے بنایا۔ روح اور مادہ خدا کے بنا سے بغیر کہاں سے آگئے؟

ص تبعیر کرے گا اور پہنچ کاری کے خلاف بتائے گا۔ پھر اسے بیویوں کی کسو ایکاہیں کر کسی مسلمان کو اگر جنت کی حوروں سے ہم بستری کا تصور آجائے تو فاضل مصنف ہاںک لگانے لگیں کہ یہ تو خیالی زنا ہوا۔ — (تجھلی)

جواب :-

مصنف نے جنت کے بیان کو عوام کی بات ترا رہ دیا ہے اور خود تھوڑے سے علمیوں کی نقاب اوڑھ کر ہفوات کی بھسر مار کر دی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے اکہ مسلمان فسر بن حاشیہ، فقہار و مشائخ جو جنت کے بیان پر ایمان رکھتے ہیں دو ۵۰۰۰ میں اور خود مصنف عالم اور اپنے جیسے تھوڑے سے

(دقیقہ حاشیہ اثر صفحہ گذشتہ)

”خیالی زنا“ کے تعلق سے مصنف نے جو کچھ کہا ہے وہ تو بچھا پن کا شامہ ہکار ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کسی خواہش کا دل میں موجود ہونا اور پھر آدمی کا خدا کے طریقے سے پورا کرنے سے رکارہنا اس سے بیٹھی نیکی ہے کہ آدمی کے دل میں خواہش ہی موجود نہ ہو۔ لہذا یہ دعویٰ ہی اُنٹا ہے کہ خواہش کا دل میں باقی رہتا رہا نہیں۔ پھر مصنف زنا کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے جو حقیقت حالانکہ اسے اسکو کے لئے کے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ زنا اور بیوی سے مباشرت عملًا دو دن بھر کا نفع نہیں ہیں بلکہ ایک ہی عمل کے دو نتاں ہیں اور ناموں کا یہ فرق حضن معنوی اعتبار سے ہے ذکر عملی۔ مردوں کا جنسی تعلق اگر مذہب کی جائزگر دو حدود میں ہو تو کسی کے نزدیک بھی وہ برائی نہیں ہے۔ لیکن یہی تعلق اگر ان حدود کے اندر رہت ہو تو وہ بذریعنی برائی ہے اور اسی برائی کی نشانہ ہی کیلئے اسے ”زنا“ کا خاص نام دیدا گیا۔ اب اگر عقل کھوڑپی سے اور پرند پلی جاتے تو یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جنت میں حوروں سے اگر جنسی تعلق ہو گا تو اسے اسی طرح زنا نہیں کہیں گے جس طرح زن و شوہر کے جنسی تعلق کو زنا نہیں کہتے۔ یہ تعلق خدا کی مرضی اور خوشنودی کے ساتھ ہو گا ایسا ایسا کا جائز جانشی و حلال ہو گا جس طرح ہندو مسلمان اور دوسرے مذاہب میں شادی کی چند ظاہری رسوم ادا کرنے کے بعد عورت اور مرد کا جنسی تعلق جائز و حلال ہو جاتا ہے۔ اب اگر ایک شخص پر دین میں تو کہہ ہو اور جھپٹوں میں ٹھر جانے کے تصور کے ساتھ اسے اپنی بیوی سے ہم بستری کا بھی تصور آ جائے تو کون سیوں دس سے گناہ یا ہوس یا زنا کم

ہی سیری ہو گی جنتی مددوں کے لئے بھی اور توں کے لئے بھی۔

(۶) اسلام میں رہبانیت نہیں اور انسانی فطری خواہشیں سچی روحانیت کے منافی ہیں۔ غیر فطری روحانیت کے خطہ میں ہی مبتلا ہیں جن کا مہب غیر فطری ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔

(۷) اسلام صرف حوروں کے حصول کے لئے زنا سے بچنے کا حکم نہیں دیتا اور نہ مسلمان جنت کی لفڑی خواہش کی تکمیل کے لئے زنا سے پرہیز کرتے ہیں۔ زنا ایک گندہ اور خلاف انسانیت جوانی فعل ہے اس لئے اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے اور مسلمان اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ حوروں کی خواہش کو زنا فسرا دینا پر اسے قسم کی بیہودگی ہے۔

یہ تو ہوا مصنف کے ہفوات کا جواب۔ اب کچھ اور حقائق دیکھئے۔

عالیٰ آخرت کے احوال و کوائف ہمارے عالم محسوسات و مشاہدات کے احوال و کوائف سے ملتے جملے معلوم ہوتے ہیں۔ ہم دوزخ کی آگ کا بیان پڑھتے ہیں تو ہمارے اندر دنیا دی آگ کا اور جنت کا بیان پڑھتے ہیں تو دنیا وی باخ کا تصویر پیدا ہو جاتا ہے ملکین ہم کی آگ دنیا دی آگ کی طرح ہو گی اور زندگت نیا وی باخوں کی طرح۔ قرآن اور حدیث میں جنت اور دوزخ کے لئے جو پیرائیں بیان استعمال کیا گیا ہے وہ اس لئے کہ ہم اپنی دیکھی اور حادی بوجھی پڑیوں کے ذریعہ جنت کی راحت و آسانیش اور دوزخ کی تکلیف و اذیت کا حکم حدا تک اندازہ کر سکیں۔ اس کے سوا خوشخبری اور تحریف کا کوئی پیرایت بیان ممکن ہی نہیں، لیکن قرآن مجید ہی میں اللہ تعالیٰ نے یوں بھی فرمایا ہے قَلَّهُ تَعْلَمُ نَفْسًا مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَغْنِيَ بِعِلْمٍ كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورۃ القلم) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ اس کی تینیک عملیوں کی جزا میں نگاہ کا لیسا سرویرہ غیر میں پوشیدہ ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے لا عین سرائی و لا اذن سمعت و لا خطر بیان احد بشر مسلم، یعنی جنت ایسا مقام ہے اور اس میں جو بھی ہے وہ انسانی محسوسات و تصویرات سے اس قدر اور اسی کے لئے کسی اسے دیکھا نہ کسی کا نہ اس کے حقیقی احوال و کوائف ستر اور

آری سماجی دوستوں کے پاس ویا شاستر وغیرہ مقولات کے سوا ان سوالوں کا عقلی جواب کیا ہے؟ کوئی جواب نہیں جنت اور دوزخ بھی صیحی حقائق میں سے ہیں۔ ان کے متعلق پیغمبر علیم و عقل بن کر ماذی نقطہ نظر سے سوالات کی ناسرا مر جہالت ہے۔ اس اصولی اور مسکت جواب کے بعد کچھ ضرورت نہیں کہ یہ مصنف کے ایک ایک نظر سوالی کے جواب میں دلاغ کھپائیں؟ مختصر جواب یہ ہے کہ۔ ۱۔

(۱) بہشت اور دوزخ کی بشارت تندیر اور ترجیح ترمیب فرضی نہیں حصیقی ہیں؟

(۲) بہشت اور دوزخ آج بھی موجود ہیں۔ وہ اس دنیا میں نہیں ان کا تعلق غیر ماذی عالم سے ہے۔ ان کی دسعت پہنچانی کی اس ماذی دنیا میں گنجائش ہی نہیں ہے۔ وہ دنیا سے مقدر دوہریں کے عقل ان کی دوری کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتی ابھی تو کتنے ستاروں کا صحیح فاصلہ دریافت نہیں کیا جا سکا جو روز و نیڑرات کو ہمارے سروں پر چکتے ہیں تو نظر آتے ہیں اور کشیدہ رہیں کی مدد کے بغیر دیکھ بھی نہیں جاسکتے۔ جنت و دوزخ دوہریں کی عدوں سے بھی اور اسی عالم غیب میں ہیں۔

(۳) بہشت کا عالم چونکہ ہماری دنیا سے بالکل مختلف ہے اس لئے اس کے حورہ غلامان کی زندگی بھی ہماری زندگی سے مختلف اس عالم کے مراجح اور فطرت کے مطابق ہے۔ بہشت کی تعریف پڑھئے کہ اس میں جو بھی رہتا ہے شاد و خرم رہتا ہے اسے وہاں کسی طرح کی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

(۴) جنت و دوزخ استعارہ نہیں حقیقت ہیں۔ جاہلین کو ور غلام اور بہکتا تو رہیں ہیں مصنف، لیکن ایک وقت آئے چاحب مسکن بن سے کہا جائے گا

اَصْلُوْكَهَا الْيَوْمَ بِمَا دِيْكَوْ يَوْمَ بِمَا دِيْكَوْ يَوْمَ تَلَقَّدُونَ۔ (ابن حجر کا کرتے تھے۔ آج جلوس میں

سورہ فیض) جلوس میں

(۵) مومن عورتیں جنت میں جلوسوں کی بیوی کی حیثیت سے ان کی رفاقت و معیت میں رہیں گی۔ جنت میں کسی کے لئے کسی یاں و حضرت کا سوال ہی نہیں۔ وہاں سترت ہی سترت اور سیری

## مریض پر اذی اور دردیدہ نہیں

مصنف نے اپنے یہاں کی ایک کتاب کو جو ہمارے نئے لائیں  
افتدا نہیں ہے لکھا ہے:-

”قرآن کی حروف و غلام کا عام اسلام کو دل پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے اس زمانے کے علماء اسلام نے اس طام خیال کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسیح احمد فرماتے ہیں۔ ”پس اگر بہشت کے پیغمباوغ اور نبی اور مولیٰ کے اور چاندی کے اینٹوں کے مکان اور دودھ، شراب اور شہد کے سمندر اور لوزیہ میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں تو یہ قرآن کی آیتوں اور خدا کے فرمودہ کے پانکل خلاف ہے۔“

مسیح احمد صاحب نے قرآن شریف کی دیگر آئینوں کا وہ  
دے کر یہ بتایا ہے کہ یہ مرض شیعیات اور تمیلات ہیں ترکیبیت کی حقیقتیں اگر سارے علماء اسلام عالم کی فلسفیت کے خلاف آزاد اٹھائیں تو بہشت کا مفرضہ لامج اور دوزخ کا مفترضہ اور  
اور موسومہ ذریعے وہ دور ہو جائے اور اخلاقی حصہ کی طرف تو گوں کی توجہ ہو جائے۔ پھر لوگوں کا خیال ہے کہ جہنم کا حکومت اور بہشت کا لامج خواہ وہ باطل اور موہوم ہی کیوں نہ ہو عام لوگوں کو بہتستے گھننا ہوں سے بچاتا ہے جیسے ہو اکے درست پھر عذاب ان رکر دیتے ہیں لیکن ہم کو یاد رکھنا چاہتے کہ جھوٹ اور دھرم کی بناء پر اخلاق اور روحانیت کی تمارست کھڑی نہیں کی جاسکتی اور کھڑی کی جاوے گی تو وہ جلد خطرناک ثابت ہو گی۔  
بہشت اور دوزخ کے خطرناک خیالات نے لوگوں میں باطل پرستی پیدا کر دی ہے۔ فاتحہ کہا تھا:-

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن  
دل کے ہلانے کو فاتحہ بیخیال اچھا ہے

## جواب:-

ہمیں اس کا احساس ہے کہ قارئین کو مصنف کے لمبے لمبے اقتباسات پڑھنا کس قدر شاق گزتا ہو گا۔ وہ اپنے ہی پرچم کھکے۔ ہمارے تعلق اندازہ کر لیں کہ ہمیں ان اقتباسات کے لفظ کرنے اور جواب لکھنے میں کتنی کاوش اور داش سوزی کرنا پڑتی

نہ کسی فرد بشر کے تصویر میں آئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جو معاویہ اسلامی کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نام کی مشاہد کت کے سوا جنت کی نعمتیں دنیا وی اشیاء سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔

مصنف نے قرآن مجید کے صرف ایک مقام کو نقل کر کے قارئین کے ساتھ ناقابل عقیم مغالطہ دی ہی کی ہے۔ آخرت کی تماہیر نعمتیں وہی نہیں جو سورۃ طور کی آیتوں میں ہیں۔ سلسلہ کلام اور موقع کے لحاظ سے جہاں جتنی بات کی ضرورت تھی وہاں اتنی ارشاد فرمائی گئی ہے ورنہ جنت کی نعمتوں کا کچھ شمار نہیں۔ شمار کی ضرورت بھی نہیں۔ قرآن نے ایک ہی فقرے میں تمام نعمتیں سمیٹ دی ہیں۔ ملاحظہ ہے سو سو دو حکم الحمد الحمد۔

وَلَكُمْ فِي هَمَّا أَتَشَهَّدُ  
أَوْ تَحَاوِلُ لَيْسَ بِيْ جُو لُوكْ نُوكْ كَا  
أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِي هَمَّا  
مَاهَشَّدَ عُونَ نُزُلَّ  
هِنْ غَفُورٌ شَهِيمَ۔

چاہے اور جو کچھ تم مانگو یا طور پر ہائی  
کے بختے والے ہم بارہدا کی طرف سے

فستر اور دیا اور اعلان کر دیتے ہیں لیکن ہم کو یاد رکھنا چاہتے کہ جھوٹ اور نفس کی ہر خواہش بلا شبہ پوری کی جائے گی تو کوئی نعمتی ما قی رہ گئی جس کے تاریکرے کی ضرورت ہے۔ مصنف جیسے اگر اعتراض کی نیست سے کتنی بھی چرب زبانیاں کئے جائیں لیکن جب تمام نعمتوں کا خلاصہ اس جامع انداز میں بیان کر دیا گیا تو مزید اپنے یا مغز سوزی کی ضرورت ہی کیا رہی۔ خدا اپنے بھی ہے لیکن اس آیت میں اس نے اپنے

لئے خصوصیت سے غفورو رحیم کے اسمائے صفت بیان کیا ہے جن سے یہ تسبیح اخذ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کر سکتے۔ میسر بان جب ہر شے پر قادر اور ہر شے کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت رحم و کرم والا بھی ہو تو پھر ہماروں کے سے کسی نعمت سے محرومی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسلمانوں ہیں کوئی ایسا نہیں جو یہ کہتا ہو کہ جنت اور حیثیت کی ترغیب و تعریف ہے تو جھوٹ مگر یہ اس طرح عوام کو گناہوں سے بچاتی ہے جس طرح ہوتے کا خوف پچے کو رونے سے روک دیتا ہے۔ یہ مصنف کے فریض دہ مانع کا اختراع ہے۔ ربا غالب کا شرعاً توہر شاعر کا کلام لکھنے ہی بغایات سے بھرا ہوا ہے، غالب کیا کوئی امام خمینی تھے؟

### خاتمه فصل

مصنف نے اسی طرح کی دریدہ دہنی پر فصل کو ختم کرتے ہوئے قرآن کو شانہ بنا یا ہے۔ لکھا ہے۔

”موہوم در اور جھوٹے لایج دینے والے لوگ خود بھی جھوٹ بولتے ہیں اور دوسروں کو بھی جھوٹ بولنے کی ترغیب ہے ہیں۔ قرآن شریف بھی تو کہتا ہے۔ اِنَّ الظُّنُونَ لَا يَعْلَمُونَ الحَقَّ شَيْئًا دالِّيْمَ، آیت ۲۸) طن حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا۔“ (ص ۳)

یاد ہو گا کہ مصنف نے سیرۃ طور کی آیتوں کی بنیاد پر فصل لکھی ہے۔ اس طرح دوسروں کو آڑ بنا کر قرآن مجید ہی کی تکذیب کی ہے۔ اس کو معاذ اللہ جھوٹ بولنے والا اور جھوٹ بولنے کی ترغیب دینے والا قرار دیا ہے اور اسی کی آیات سے اسے ہرف بنایا ہے۔ قرآن کی منقولہ آیات میں مصنف جیسے باطل پرستوں ہٹ دھرمون اور ناقہ کو شوئ کو منتہی اور خبردار کیا گیا ہے۔

### تعلیم الصرافت

عربی سکھانے والے قواعد کی ایک تھی کتاب جسمیں عالم فہم انداز میں بیانی قاعدے اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ ہر شخص ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ عربی سیکھنے کا شوق رکھنے والوں کیلئے یہ کتاب عملہ تھفہ ہے۔ دو روپے مکتبہ تجلی۔ (دیوبند) (یو۔ پی)

ہو گی۔ لیکن ہمیں ایسا اس لئے کہ ناپڑتا ہے کہ مصنف کا بھیرا ہڈا کوئی کاشاڑہ نہ جائے جو کسی کے دل میں جھپٹے۔

سرستیا حمد کے نام سے باطل پرست مصنف نے اپنے قارئین کو صریح دھوکا دیا ہے۔ سرستیا حمد کا ہر گز یہ کہنا ہنگامہ کہ جنت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یا جنت کی ترغیب اور دوزخ کی تحریف باطل یا مفروضہ ہے۔ یا عام مسلمان جنت کے متعلق کسی دہمیں مبتلا ہیں اور اس کی وجہ سے انکا انعام خراب ہو رہا ہے۔ یہ سب مصنف کا اخلاقی زر اور باطل پر و پیشہ ہے۔ اگر سرستیا نے جنت اور اس کی اشتیاء کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ تشبیہات و تقلیلات ہیں تو اس سے صحیح مطلب وہی ہے جو ہم اور پر لکھ آتے ہیں۔ یعنی جنت باعتبار حقیقت دنیا کے موئی، سونے، چاندی، ان کے مکان، باعث، درخت اور محل، عورتیں اور غلاموں کے جیسے ہیں ہیں۔ ان میں اور دنیاوی (اشیاء میں جعل لفظی (اختراک ہے، اُنکی حقیقت دنیاوی چیزوں سے مادر ہی ہے۔

۱۵ صحیح جواب یہ ہے کہ سرستیا نے اپنی تفسیر قرآن میں اس نوع کی حقیقی باتیں کی ہیں اور ادا اُمیر و اشیاء کو جس طرح مادی قابلیت میں ڈھلنے کی سعی تاکام کا مظاہرہ کیا ہے اس کا کوئی مقام علم فرائیں کے استادوں اور عالمیوں کے یہاں نہیں۔ مصنف کی یا تو بیدیانتی ہے یا حد درجہ بے خبری کہ ۵۰ ایک بات کو محسوب تو کرتے ہیں اس زمانے کے علاج اسلام کی طرف اور نامیتہ ہیں ان سرستیا کا جھپٹی فسفر قرآن کی حیثیت سے مدد مسلمہ میں کوئی حیثیت حاصل نہیں بلکہ معروف علمائے اسلام نے تفصیلی دلائی کے ساتھ انکی تفسیر کے ایسے تمام حصوں کی تردید کی ہے جن میں انھوں نے غالی حد تک مادہ پرستانہ رُخ اختیار کیا ہے۔ اُنکے جو خیالی فلسفہ مصنف نے ہائکا ہے کہ لایج اور خوف دُور ہونے پر اخلاقی حسنہ کی کھیتی اُنکے کی یہ اتنا احتمال ہے کہ اس پر لفت کرنا بھی علم و عقل اور مشاہدہ و تجربہ کی توہین ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کے ذکر کردہ جنت دوزخ تو مصنف کے نزدیک ”جھوٹ“ تھیرے مگر اپنی مذہبی تابووں پر ہم کی بے بنیاد دہم پرستانہ اور افسانوی باتیں اپنیں اٹھیں ذرا انہیں کہتیں۔

**اصح الحدیث** [حضرت مسیح مبشر کتاب میں لکھی گئیں] مختصر بھی اور ضمیم بھی میو سطضخامت کی کتب سیرت مولانا دانا پوری کی یہ کتاب اپنا جواب نہیں رکھتی شیخ فہرست زبان، سلیس پیرایہ، اعلیٰ تحقیق۔ تأخذ کے حوالے اور مختلف فہرستات و روایات میں محتاط میواز نہ اور تنقید۔ عوام خواص دونوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید اور معلومات کثیرہ کا خزانہ ہے۔

قیمت غیر مجلد۔ دش روپے (محلہ۔ بارہ روپے)

**الشریف** [احادیث تصوف کی معرفت پر مولانا اشرف علیؒ کی معروف کتاب۔ بارہ روپے]

**مسجد مسیحیت کا** [ملا بن العرب مکی کے قلم باروں کا

وہ انتخاب جسے بار بار پڑھ کر بھی لوگ سیرہ نہیں ہوتے۔ اچھی کتابت و طباعت اور خوبصورت گردپوش کے ساتھ۔ قیمت پانچ روپے۔

**مہمن کے ماہ و سال** [عبد الحق حیدر شیخ حضرت شیخ

ترجیحیہ طے اہتمام سے ایک پاکستانی ناشرتے چھا پامعینی افادیت نام سے ظاہر ہے۔ دلوں، ہمینوں اور سلوں کے

بارے میں احادیث مع نقد و نظر قیمت۔ سوا آنکھی پر

**امکہ کرام کی سوانح** [مصر کے شہرہ آفاق عالم اور حقیقت استاذ

فائزہ اٹھائیں۔ باخبر حضرات جانتے ہی ہیں کہ استاذ ابو ذہر رحمہ کی تالیف کردہ کتابیں، تحقیقی مواد، تنقیدی زاویوں اور تاریخی ترجمے زیر فتح ہمیوں کا لاجواب گلدار تھے

ہوتی ہیں۔

پندرہ روپے

بารہ روپے

دس روپے

اکس روپے

اٹھاڑہ روپے

حیات امام البیہقی

استمار امام شافعی

حیات امام مالک

حیات امام ابن تیمیہ

حیات امام ابن حزم

جناب شمس نویں کے روح پرورد اور ایمان افراد مصلحین کا انتخاب

## کیا ہم مسلمان ہیں؟

کے نام سے

ڈھتوں میں چھپ چکا ہے۔ حسین گردپوش کے ساتھ۔ حسنه اول۔ سوا درود پر۔ حسنه دوم۔ تین روپے

## فارسی نصہاب جلد یہ

کم وقت میں فارسی کی بہترین وجہات پیدا کرنے کے لئے سرسے اچھا نصہاب۔ ذیل کے حضرات نے اس نصہاب کو پندرہ فرمایا ہے۔ مولانا حسین احمد مدینی ہم حسہب دار العلوم دیوبند۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی مولانا ماہر الفقادری۔

درج ذیل کتابوں پر مشتمل ہے۔

• رہنمائے فارسی ۱۵۰۔ • معین فارسی ۱۶۰۔

• دروس فارسی ۱۶۰۔ • اصول فارسی اول و دوم ۱۷۰۔

• نصہاب فارسی ۱۸۰۔ (مکمل نصہاب چار روپے)

**انوار الاسلام بجوامع مصباح الاسلام** [عالم کی اسلام شہمن

کتاب کامل تل جواب۔ ڈچپ اور شاندار۔ حسنه اول

ڈھائی روپے۔ حسنه دوم۔ ڈھائی روپے۔

**حجۃ العدل الباب الغیر** [حضرت شاہ ولی اللہ عکی وہ مشہور زبانہ

اسالیب کی بناء پر ماری دنیا میں قدر کی تکاہ سے دیکھ جاتی

ہے۔ عمرانیات، سیاست، کلام و مفہوم، فقرہ، تاریخ، تذکرہ و تمدن بھی طرح کے موضوعات کی جایمع۔ ایک کالم میں عربی،

بال مقابل عالم فہم اور در ترجیہ۔ دو جلد وہ مکمل۔

قیمت غیر مجلد سیزین روپے (محلہ چبیس روپے)

## فکاوی دارالعلوم دیوبند مکمل مجموعہ جلدیہ شیخ

دارالعلوم کے صدر ازادور کا شاپ کاراٹ ٹھال بڑھنہ کامیابیاں  
بیو چوایا مفصل اور عبارات تفصیل کے ساتھ ملائیں ہیں، جو دلگل کے فوجیوں کی نمائی  
سے متعلق سماں کا یہ ذیروں اس قابل ہے کہ تمام ہر سو روز مانع ہوں ہمچو ہمیں  
اور ہر سو طبقہ میں برائے مطابعہ کیا جائے۔ باہمی خوشیوں و زیب جس بین الائج  
دارالعلوم کا فوجی شاہی ہے۔

یقینت مکمل یہ ہے پا رجیدوں میں آئیں۔ دیے ( الجدوج میں روپے )

## اشرفتیہ ریور مکمل مدقق حجتی

یعنی زیرہہ ایسا ہیں اور دو، لزجیہ ایسا ہیں  
بالکل عام فہم۔ عورتیں اور بچیاں ایک فائدہ ایسا سکھی ہیں۔ دو جلدیں ہیں  
مکمل۔ بالکل روپے ( خلائق پروردہ روپے )

**قصص الاولیاء** یعنی زیرہہ ایسا ہیں اور دو، لزجیہ ایسا ہیں  
کی تبریز و سنت نامہ سکایات و گرامات درست ہیں۔ باقی حصوں ہیں۔

لی جست دو روپے

مولانا عبد العلی تکھنی کی ایک سادہ ترتیب ہے  
غیبت کر قرآن میں "اپنے جمال کا گواشت ہے" یعنی  
سے تعبیر کیا ہے دیکھا۔ اس کی کتنی شانیں اور قیاسیں ہیں۔ اس سے متعلق  
تفصیلی حکام کیا ہیں۔ ایسے نام سراں کے جو رب قرآن و حدیث احمد اور  
سلت کی روشنی میں۔ بنی رعد پر بھروس ہیں۔

## براہین قاطعہ

ہدایات کے بعد میں ایک شہرہ تفاصیل کتاب  
کی طرح کی مذہب جزوں کے حق بہایا ہوں  
اپنے بہت دیتے رہتے ہیں ان کا لا جواب داد و سمع عتماً کا بہباد  
پاپنے روپے

## مُفْدِكَتَابَن

ایک نام فہم اور سلیمانی تصریح جو سماں اور کی

تفہیم حلال قرآن مذہبیات کے کامائے جو یاد کار آئے۔

چند اہم خصوصیات

(۱) حضرت مولانا اشرون میں صاحب تھا افریقی شروع سے اخذ کی جو کاموں  
ملاطفوں کا ہے (۲) تفسیر کے عنوانی سے جو کہ مولانا احمدانوی تھے تو فوجیوں  
کی ایجاد کی افادت ہے، اضافہ مہریا ہے (۳) مولانا احمدانوی نے اس تفسیر کی  
افروزی و انتیازی خصوصیات پر مشتمل ایک تقریظ بھی تحریر فرمائے۔  
حدیقه میں پارہ ڈیڑھ روپیہ۔ مکمل یہ ۳۰ روپے۔

الاولا

تاریخ اسلام مکمل دو چھا حصہ  
ماشہ احمدیہ رسمی  
پاہ زمزم کی نرود سے وصال ہوئی مصلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام ملاٹ  
و احادیث ہمایت سلیس اور پیریں انداز میں۔

یا اپریشن نوافع کی نظریات اور ترتیب سے مطابق ہے جو یہ  
ہمایت کے اضافوں کے مطابق مکتوب ہے بھی جو شاہین وقت کے ناگہ  
گھوٹھے سماں و درجہ روپیں۔ ماہیل خوشناہیں نے اس مبارک کا ملک  
بھی شاہی ہے۔ جو جلد صحیح روپے ( محمد سالیح ساتھ سات روپے )

اذ۔ مولانا احمدیہ رسمی  
**کمالین مترجم و شرح اردو جلالین**

یہ شہرور ترین نسخے ہمیشہ تفسیروں کا خلاصہ و مختصر۔  
خصوصیات۔ (۱) اصل طریقہ متن سیع اعاب و متن کے پیچے عالمہ احمد اور  
تریک کے بعد مدد و تقدیر میں شکرانہ تفسیریں کی شکانت اور اپنیان  
اپنے ایک تفسیر کیمیں۔ یہاں اسڑی و غیرہ کے محتوى حصائیں رکھنے والوں کو  
سے متعلق و رخصائی تھیں! علمی اصطلاح اور قرآنی تہذیبات ایک بھاگ (۲) شاہین  
کوں ربط نہیں ہوتے اور مطلب قرآن پر لیٹھ تہذیب (۳) صیغہ عتماً کا بہباد  
کی وجہی فتوحات ایسے مکمل ہیں۔ پاپنے دو چھوٹے عجیبے بائی برائے دفعائی میں

مکتبہ تخلیٰ۔ دیوبند (لو۔ ب)